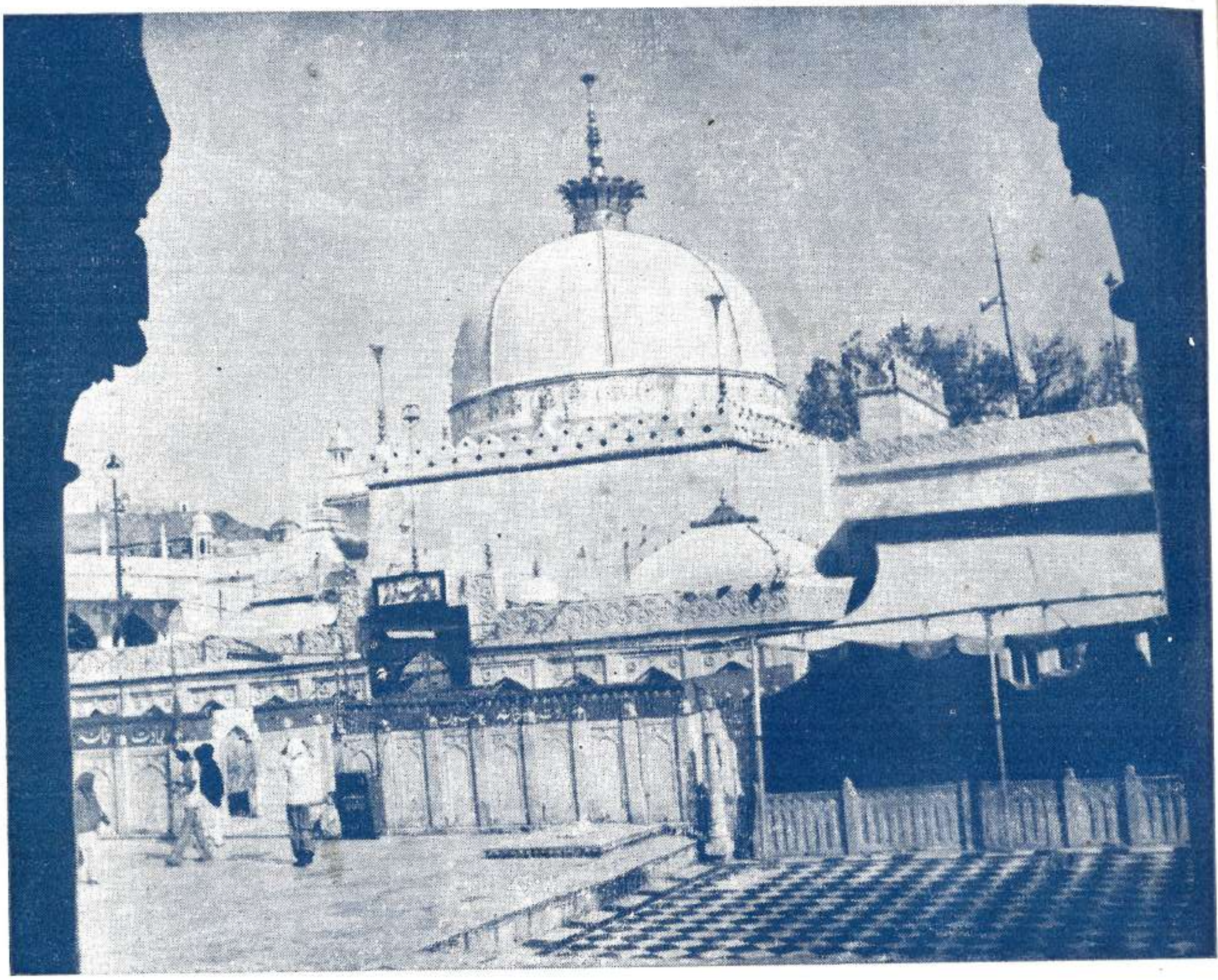
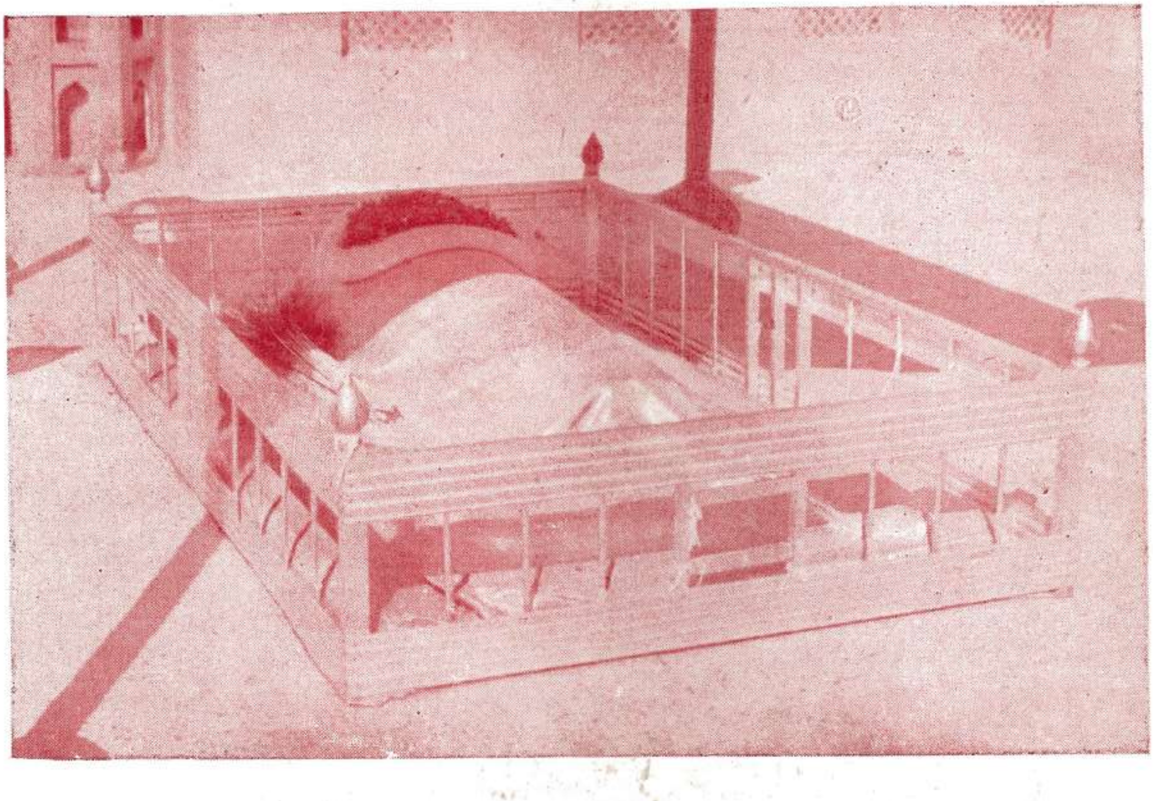


روضۂ مبارک حضرت سیّد خواجہ معین الدّین حسن چشتی سنجری اجمیری قدس سرہ العزیز

مزار اقدس شاہ کریم اللہ چشتی محمودی عاشق خواجہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ

مجموعۂ کلام

گنجینۂ اسرار از افکار توحید گفتار

دیوان حضرت عاشق

۱۹۹۰ء

باہتمام

حضرت محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودی

پتہ: ریڈہل مکان نمبر 505-4-11 حیدرآباد دکن 500004

فون: 37424

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقایق و معارف دستگاہ

حضرت مولانا شاہ کریم اللہ صاحب عاشق قبلہ چشتی نظامی محمودی

گنجینۂ اسرار از افکار توحید گفتار

دیوانِ عاشق

تالیف : ——— شاہ کریم اللہ عاشق

تعداد طبع : ——— ایک ہزار (۱۰۰۰)

مطبوعہ : ——— اعجاز پریس چھتہ بازار

فون : ۵۲۰۷۷۳

۶ رجب ۱۴۱۱ھ محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودی

نصیحت شاہ کریم اللہ عاشق رح

عرض ہے یہ خدمت عالی میں ہر ایک شخص کی
ہے میرے دیوان میں سب توحید کی گفتار پاک
دیکھ لے چشم بصیرت سے مرے دیوان کو
ہے مرے بحر سخن کا گوہر شہوار پاک
علم ظاہر سے جدا ہے معرفت کی گفتگو
خوب ہی نادر یہ مخفی حق کا ہے اسرار پاک
ہر بشر تکفیر کو میری نہ جایز جان لے
مخبر صادق محمد کا ہوں میں دیندار پاک
چاہیئے ہر اک مسلمان کو کہ سمجھے من عرف
قول ان کا ہے یہ جو ہیں حیدر کرار پاک
میں بھی ان کا خوشہ چین ہوں ہو گئے پہلے جو پیر
صفحۂ عالم پر ان کا ہے لکھا اظہار پاک
عارف کامل سے حل ہو گی مری ہر ایک رمز
ہے مرے عرفان کا یہ قلزم ذخار پاک
یادگار اپنا بنایا میں نے اس دیوان کو
ہے مری ہر ایک غزل کا مطلع انوار پاک
طبع کی تاریخ لکھی شاہ کریم اللہ نے
عاشق مجنوں کے اچھے چھپ گئے اشعار پاک
۱۳۰۴ھ

۷۸۶
۲۹۲

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین قبلہ گاہی مرشدی و مولائی حضرت شاہ کریم اللہ عاشق چشتی ؒ کا کلام معرفت التیام (۴۰) چالیس سال پہلے زیور طبع سے آراستہ ہوا تھا۔ اب اس کے نسخے کمیاب تھے۔ صاحب سلسلہ ذوقِ علم حضرات کی خواہش پر پھر دوبارہ طبع کرواکر عاشقانِ کلام کو استفادہ کا موقع دیا جاتا ہے

حضرت عاشق صاحب قبلہ کے کلام کی کتابت کے لئے جو خاص اہتمام کیا گیا ہے اس کا اندازہ کچھ اہل نظر ہی کر سکتے ہیں۔ کتابت وطباعت کا جو مرقع تیار ہوا ہے اس کا مثل تو میرے لئے ممکن نہ تھا۔ تاہم میں نے تا بہ مقدور کوشش کی ہے کہ جدید کتابت وطباعت حضرت عاشق صاحب قبلہ ؒ کے شایان شان ہو چنانچہ میری کاوشوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ پھر بھی کچھ غلطی ہو گئی ہو تو ادباً معافی کا خواستگار ہوں۔ مجھے اس راہ میں جو دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا وہ میں ہی جانتا ہوں۔ سب سے کٹھن منزل صحت کلام کی تھی۔ بعض جگہ پچھلی طباعت کی جو غلطیاں رو پذیر ہو گئی تھیں جن کی تصحیح کے لئے مجھے خاصی سرگردانی کرنی پڑی۔

سب سے پہلے میں اس تحریک کے محرک جناب نصیرالدین صاحب مالک ایشین پریس بھنڈی بازار کا ممنون و مشکور ہوں جو مجھے اس طرف راغب کئے۔ اس کے بعد کتابت کی تصحیح کے لئے میں جناب محمد یوسف صاحب عرف چنو بھائی کا بھی مشکور ہوں جو اس کام میں میری بہت مدد کئے اور سرورق کے لئے صدیق صاحب آرٹسٹ (ڈائرکٹر نزل انڈسٹرینہ)

کا بھی ممنون و مشکور ہوں جو از راہ عقیدت اس دیوان کا سرورق ہدیتاً پیش کئے جس کے لئے وہ لایق مبارکباد ہیں ۔ اور ساتھ میں جناب محمد عبدالقادر صاحب خوشنویس کا بھی مشکور ہوں جو اپنی محنت شاقہ سے اس دیوان کی کتابت فرمائے جو کہنے سے بالاتر ہے اور جناب نور محمد صاحب مالک اعجاز پریس کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اپنی دلجوئی سے اس دیوان کو طبع کرنے میں مجھ سے تعاون فرمائے ۔ ساتھ میں فیمس بلاک کمپنی کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس دیوان کے سرورق اور فوٹوز بلاک بنانے اور چھاپنے میں بھی میری مدد فرمائے ۔ ان تمام صاحبان کے ساتھ ساتھ رشانی بک بائینڈنگ کا بھی بہت بہت شکرگذار ہوں جو دیوان کی بائینڈنگ کرنے میں میری مدد فرمائے ۔

آخر میں میں اپنے مخلص محمد شاہ محمود الحق قادری چشتی عرف صابر بھائی کا تہہ دل سے شکرگذار ہوں جن کی محنت و نگرانی سے اس طباعت کی تکمیل ہوئی ۔

اور ساتھ ساتھ ان تمام احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کام میں قدمے سخنے مدد فرمائی ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اس کا اجر عظیم دے ۔ ہمیشہ اپنا لطف و کرم ان پر مبذول فرمائے ۔ مقاصد دارین میں کامیابی عطا فرمائے ۔ حضرت کے فیضان کرم سے متمتع ہوں ۔ نیز دیگر برادران ملت جن کی خلوص محنت سے اس طباعت کی تکمیل ہوئی ہے ۔ قادر مطلق ان تمام حضرات کو بھی بہ شان کریمی شاد کام رکھے ؎

خدمتِ خاصانِ حق خالی نہیں جاتی کبھی

فقیر محمد شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودی

نبیرہ و سجادہ درگاہ حضرت عاشق والد قبلہ

مکان نمبر : 11-4-505

بازار گیاٹ ۔ حیدرآباد (آ پی) فون 37424

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ نسب حضرت پیر و مرشد جدِ امجد شاہ کریم اللہ چشتی عاشق خواجہ اعظم معین الدین حسن سنجری

حضرت محمد معروف صاحبؒ قبلہ برہان پوری پردادا حضرت عاشق والا۔

حضرت عارف الدینؒ صاحب قبلہ المتخلص رونق دادا حضرت عاشق والا۔

حضرت غلام مہدیؒ صاحب قبلہ المتخلص واصف ومیکش

حضرت شاہ کریم اللہ صاحبؒ قبلہ المتخلص عاشق خواجہؒ

فرزند کلاں — شاہ محمد عبد الرحیمؒ

فرزند ثانی — شاہ محمد عبد العلیمؒ

فرزند ثالث — شاہ محمد عبد العظیم

شاہ محمد عبد الرحیمؒ:

- شاہ محمد عبد العزیز
- شاہ محمد عبد الرحمٰن توکل شاہ سابقہ سجادہ نشین درگاہ حضرت عاشق والا

شاہ محمد عبد العزیز:

- محمد عبد الرحیم
- محمد عبد الباقی
- محمد عبد القادر
- محمد عبد الہادی

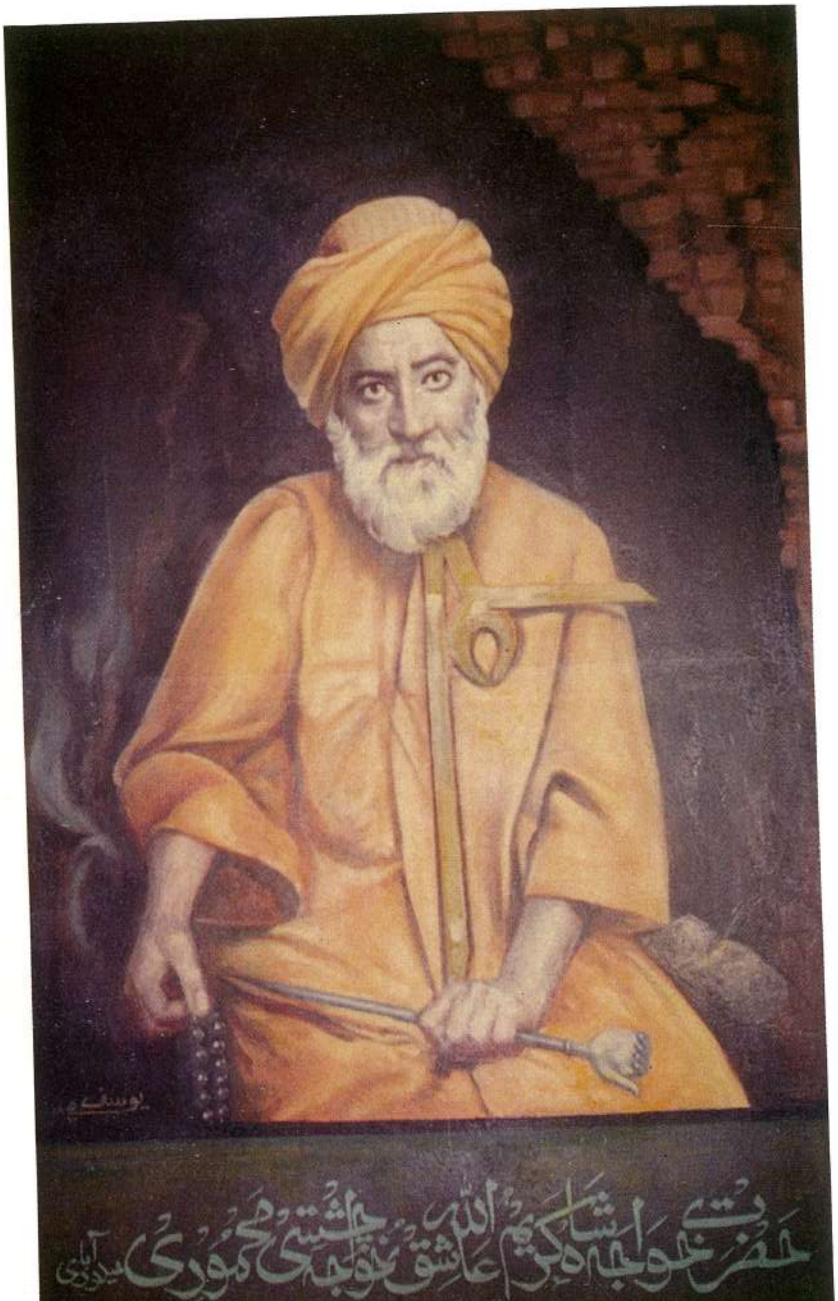
شاہ محمد عبد العظیم:

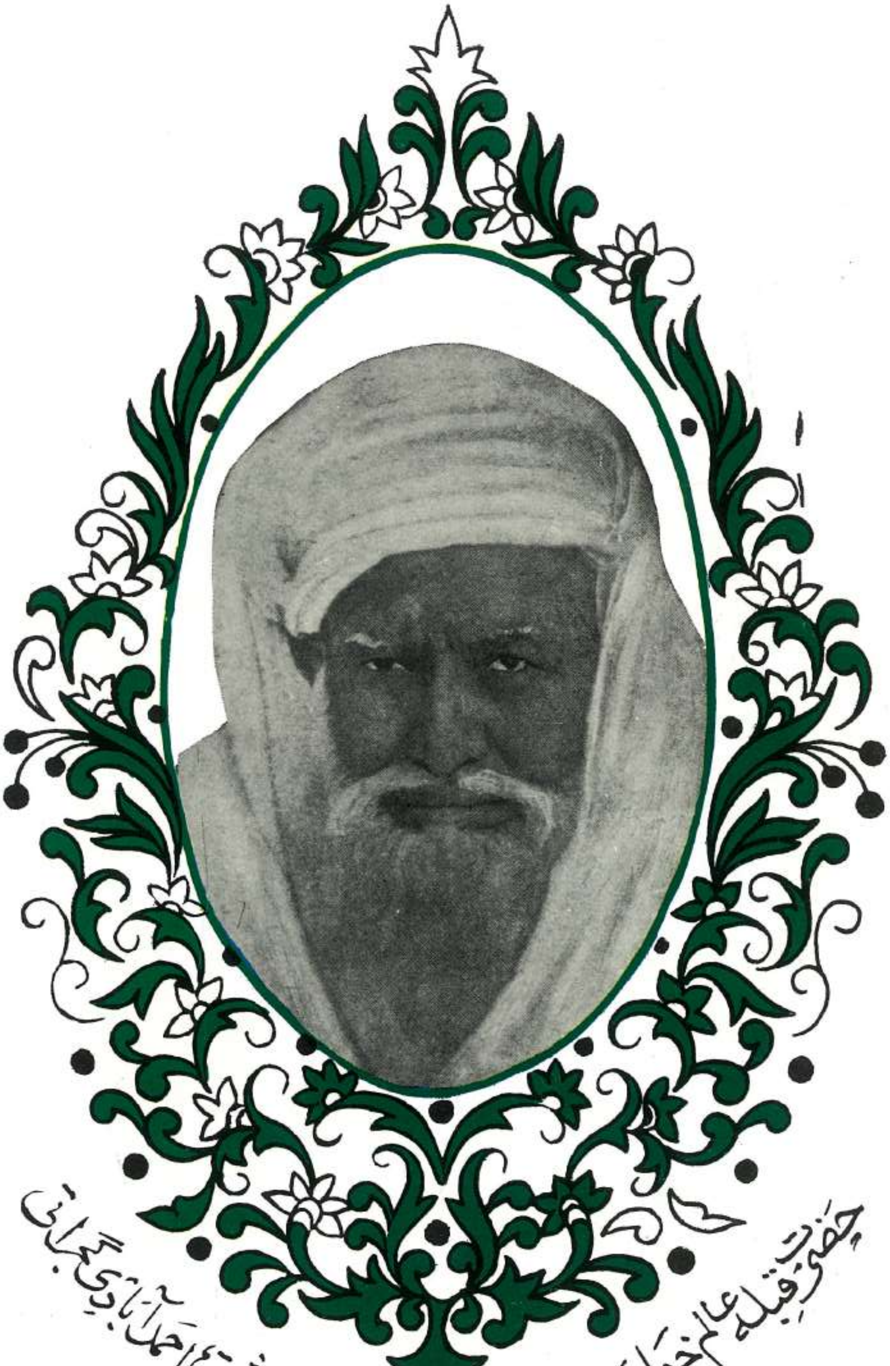
- شاہ کریم اللہ چشتی ثانی عرف کرنل سعید توفیق

شاہ کریم اللہ چشتی ثانی:

- کلاں — شاہ محمد عارف الدین سجادہ نشین موجودہ
- ثانی — محمد اقبال الدین
- ثالث — محمد عشرت الدین
- خورد — محمد جاوید الدین

غزل نمبر	فہرست کلام	صفحہ نمبر	تعداد اشعار
۱۳۴	گنج مخفی سے عبث کون ہے لایا مجھ کو	۱۳۴	۹
۱۳۵	مئے ہے ہُو ساغر بھی ہُو ساقی بھی ہو میخوار ہُو	۱۳۵	۱۳
۱۳۶	ساقیا بھر دے ذرا بادہ سے پیمانے کو	۱۳۶	۱۳
۱۳۷	دکھلائے جب صفات نے حرص ہولے ہو	۱۳۷	۱۳
۱۳۸	ابتدا لا آلہ الا ہو	۱۳۸	۱۵
۱۳۹	ہے جہاں شانِ خدا میں ہوں نہ تو	۱۳۹	۳۰
۱۴۰	ہیں ساری قمریاں الجا آہا ہاہا ہُو ہُو ہُو ہُو	۱۴۰	۱۷
۱۴۱	خواب سے چونک اُٹھا ہوں تنا تا ہا یا ہُو	۱۴۱	۱۵
۱۴۲	بندے کی شکل ہی میں ہے مولا نظر کرو	۱۴۲	۱۷
۱۴۳	ہے شکل انسان میں کون پیدا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو	۱۴۳	۱۷
۱۴۴	بنکے صنم اے بیچوں اب خلق میں گھر گھر تم تو ہو	۱۴۴	۳۰
۱۴۵	گم ہو کر اپنی ذات میں آپ ہی خدا کو ڈھونڈ	۱۴۶	۱۷
۱۴۶	بے خواب ہے پہلو میں جو دلدار ہے واللہ	۱۴۷	۹
۱۴۷	کچھ صرف نہیں اپنا دلارام ہو اللہ	۱۴۷	۱۵
۱۴۸	احد جو اپنا بنا ہے احمد قسم اسی سمت کی رام ہے وہ	۱۴۸	۱۱
۱۴۹	نہ ہوئے جس جگہ ساقی کہاں ایسا ہے میخانہ	۱۴۹	۹
۱۵۰	مظہر ذات خدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ	۱۵۰	۳۰
۱۵۱	مجھے حق سے ملنے کی کب جستجو ہے	۱۵۱	۱۷
۱۵۲	نہ تھی جب ہستی آدم تو کیا تھا کیا نہ تھا پہلے	۱۵۲	۱۱


یوسف
حضرت خواجہ شاہ کریم اللہ عاشق خواجہ چشتی محمودی



حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمود میاں صاحب قبلہ چشتی احمد آبادی گجراتی

مختصر حالات

ہندوستان کی تخت گاہ دہلی میں انقلاب پیدا ہونیکے بعد دکن کے پایہ تخت حیدرآباد نے وہی فروغ حاصل کیا جو پہلے دہلی کو حاصل تھا۔ یہاں ہر دور میں صاحب کمال علماء مشایخ امراء سب ہی موجود تھے خصوصاً سنہ ۱۲۰۰ھ میں حیدرآباد بہت قابل فخر رہا کیوں کہ اس زمانہ میں مشائخین کرام ہندوستان کے اطراف و اکناف سے آکر یہاں سکونت فرما ہو گئے تھے۔

حضرت عاشق عبدالکریم خاں صاحب کے پردادا حضرت محمد معروف صاحب قبلہ برہان پوری اسی زمانہ میں حیدرآباد تشریف لائے۔ اپنی اعلیٰ قابلیتوں کے سبب سلک ملازمت شاہی میں شریک کر لیئے گئے۔ آپکے فرزند حضرت محمد عارف الدین خان صاحبؒ رونق اور ان کے فرزند مولوی غلام محمد مہدی صاحبؒ المتخلص واصف و مسکین جو حضرت عاشق صاحب کے والد بزرگوار تھے۔ حیدرآباد کے منصبداروں میں تھے۔

سلسلہ نسب

حضرت عاشق صاحبؒ اباً و اماً صدیقی النسب ہیں آپنے اس شعر میں اپنے نسب کا ذکر فرمایا ہے ؎

نور عین حضرت صدیق اکبرؓ ہیں جو ہم ٭ دور اب ہم سے کہاں خواجہ بہاؤالدین ہے

ولادت

حضرت عاشق صاحبؒ اپنے زمانہ کے مشہور مشائخین سے تھے۔ آپکے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہوں گی لیکن بوجہ عجلت اس وقت پیش نظر ایک کتاب موسوم بتصویر مصور علم المعروف منظور خدا ہے جو حضرت کے ایک خلیفہ حضرت مولانا شاہ کریم اللہ صاحب قدس سرہ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب سے جو کچھ ہو سکا مواد حاصل کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور میں ہے کہ حضرت کی وفات ۱۳۲۰ھ عمر (۱۲) سال واقع

ہوئی ہے اس لحاظ سے سن ولادت ۱۲۵۸ھ قرار پاتا ہے۔

تعلیم تربیت حیدرآباد کے بڑے بڑے علماء سے آپ نے تربیت پائی تھی خود آپ کے والد بزرگوار مولوی غلام محمد مہدی صاحب المتخلص واصف وسکین جنہوں نے تفسیر جلالین وکیمیائے سعادت کا ترجمہ فرمایا تھا اپنے ہونہار فرزند کو عربی فارسی علوم کی تعلیم دی تھی، بہرحال حضرت عاشق صاحبؒ کے کلام سے ہی ظاہر ہے کہ عربی علوم کے عالم متبحر اور تصوف میں تو خاص طور پر کامل واکمل تھے۔

ملازمت تعلیم وتربیت کے بعد دنیا کے دستور کے موافق کسب معیشت کے لیئے آپ کو ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ ۱۲۸۱ھ میں محکمۂ ریلوے لائن گلبرگہ میں آپ ملازم ہو گئے اور اپنی دیانتداری اور جفاکشی سے اتنی جلد ترقی حاصل فرمائی کہ ۱۲۹۵ھ میں مددگار ناظم ریلوے کی خدمت پر فائز ہو گئے۔ یہ محکمہ عارضی تھا۔ جب برخواست ہوگیا تو ان کو مجلس ساہوکاران سے ملک سرکار عالی کی رکنیت دی گئی۔ لیکن حضرت عاشق صاحبؒ کو نوکری چاکری سے سخت نفرت تھی، وہ فقیری کا ذوق رکھتے تھے اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں انہوں نے اس کا کافی لطف حاصل کرلیا تھا۔ اس زمانہ میں حیدرآباد میں علماء ومشائخین کی مجلسیں علوم ظاہر وباطنی سے گرم رہا کرتی تھیں کچھ فطری لگاؤ کچھ صحبتوں کا اثر کچھ بزرگوں کا فیضان کچھ ذاتی ریاضت ومجاہدہ ایسے اسباب تھے کہ ان کے دل کو تصوف ومعرفت کے گوہر کے تلاش پر راغب کیا۔ دنیا اور اہل دنیا سے بالکل بے توجہ ہو گئے۔

نواب مختار الملک بہادر وزیر حیدرآباد نے آپ کو بغرض ترقی طلب کیا تو آپ نے قطعاً انکار فرمایا۔ آپ کے اس انکار کو دماغی فتور تصور کر کے اس زمانہ کے مشہور ڈاکٹر مرزا علی صاحب کے ذریعہ علاج کروایا گیا لیکن جو مرض تو دوا کرے کوئی۔ یہاں مرض ہی کونسا تھا جو علاج ہوتا۔

حضرت عاشق صاحب کے دل میں اس ترقی علاج معالجہ وزیر کی عنایت سے یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دنیا سازی اور خدمت خلق کا تو یہ اثر مرتب ہوا کہ چند روز ملازمت میں میری اتنی ترقیاں ہوگئیں اور خود وزیر نے مجھ کو ترقی دینی چاہی۔ اگر ایسا ہی میں اللہ تعالیٰ کی خدمت گزاری کروں تو کتنا سرفراز نہ ہو جاؤں گا۔ یہ خیال اتنا پختہ ہوگیا کہ آپ نے ملازمت ترک ہی کر دی۔

بیعت

ترک ملازمت کے بعد گھر و مال و اسباب بیوی بچوں کے حوالہ کر کے آپ نے پیر کامل کی تلاش میں جہاں گردی شروع کر دی بالآخر جوئندہ یابندہ کے مصداق احمد آباد گجرات میں آپ نے اپنی تشنگی بجھانے والا چشمۂ فیض پایا۔ حضرت قبلۂ عالم شیخ محمود میاں صاحب گجراتیؒ مجمع السلاسل سے بیعت حاصل فرمائی۔ ایک عرصہ تک خدمتِ اقدس قبلۂ عالمؒ میں حاضر رہ کر خدمت گذاری کی اور راہ سلوک طے فرمایا۔ (۴۲) خانوادوں کی اجازت کے ساتھ خلافت سے سرفرازی حاصل کی۔ حضرت کا نام کرم اللہ شاہ قرار دیا گیا اور نشان مبارک حضرت غریب نوازؒ جو اس خاندان کا خاص طرۂ امتیاز ہے عطا فرمایا گیا۔ اس کے بعد حسب ہدایت پیر و مرشد بغرض حصول توثیق خلافت دربار حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجہ معین الدین چشتیؓ پر حاضری دی اور جو حاصل فرمایا اشعار ذیل میں ذکر فرمایا ہے ؎

چالیس سال ہجر کا شربت نصیب تھا — عاشق ملا کہیں سے نہ ساغر شراب کا
دونوں کا چشت میں جو پہنچ میری ہو گئی — واں جام وصل مجھ کو معینؒ سے عطا ہوا

ــــ حضرت قبلۂ عالم شیخ محمود میاں گجراتی حضرت خواجہ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی کے پوتے اور حضرت خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری کے نواسے ہوتے ہیں۔ حضرت کے حالات میں سینکڑوں کتابیں معتقدین و مریدین نے لکھی ہیں۔ اور توحید و تصوف کے مسائل میں خود حضرت کے متعدد تصنیفات ہیں۔ یہاں صرف حضرت کی تصویر بہ نیت خیر و برکت صفحہ ( ) پر دی گئی ہے ملاحظہ ہو۔ آپ کا شجرۂ طریقت منظوم دیوان کے صفحہ ( ) پر درج ہے۔

نہیں معلوم وہ کیا عطا تھی اور کیسا ساغر تھا جس نے حضرت عاشق صاحبؒ کو حضرت غریب نواز کا دیوانہ و متوالا بنا دیا۔ اب حضرت عاشق صاحبؒ کے نزدیک جو کچھ تھے وہ حضرت خواجہ ہی تھے۔ ان کے دل میں سر میں خیال میں آنکھ میں زبان پر خواجہ ہی خواجہ تھے اور اس میں غلو و مبالغہ اس حد سے گذر گیا تھا کہ آپ کا لقب خود بخود عاشق خواجہ مشہور ہو گیا ہر شخص کی زبان پر بے کھٹکے بے تکلف یہی نام چڑھ گیا۔ آپ کے عشق کا حال آپ کے کلام سے ظاہر ہے کہ تقریباً دیوان اور ضمیمہ دیوان کی چار سو غزلیں میں سے ہر ایک غزل میں چند شعر اور خصوصاً مقطع میں اپنے محبوب پیر و مرشد حضرت غریب نواز کی مدح گوئی کا خاص التزام رکھا ہے۔ دیوان کے آخری حصے میں جو رباعیات و قطعات تحریر فرمائے ہیں ان میں مساوی الاعداد آیاتِ قرانی سے حضرت غریب نوازؒ سے جو مناسبت پیدا کی گئی ہے اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عاشقِ زار کو اپنے محبوب و مطلوب کی فکر و خیال کے سوا کوئی دوسری دھن ہی نہیں تھی۔

اجمیر شریف سے بلدہ تشریف لانے کے بعد آپ نے تاریخ خلافت ۱۲۹۶ھ تاریخ وصال ۱۳۲۰ھ تک ہر مرید و طالب کو اس کے مقصد پر فائز المرام فرمایا آپ کو خدا کے فضل سے ایسی روحانی قوت حاصل تھی کہ جس شخص پر توجہ فرماتے اسی وقت کامل فرما دیتے تھے آپ کا ارشاد ہے ؎

مرید و پیر کامل میں ہے کافی مدت بیعت
گذر جائے جو وقت اس کا مریدوں کو ٹھگانا ہے

آپ کو بیالیس سلاسل کی اجازت تھی ہر سلسلہ میں بیعت لیا کرتے تھے لیکن غالباً قبل وصال آخر دور میں زیادہ رجحان قلندرانہ طریقہ پر ہو گیا تھا فرماتے ہیں ؎

خواجہ معین دینؒ کا عاشق ہوا ہوں اپنا
ہے صوفیہ طریقہ مذہب قلندری ہے

آپ جب حیدرآباد تشریف لائے تو اپنے گھر دار مال و متاع سے جو اپنے اہل و عیال کو بخش دیا تھا کچھ واپس حاصل نہ کیا بقدر قوت لا یموت آپ صنعت و حرفت کے کام کرتے اور اس سے اپنی روزی حاصل فرماتے تھے طبیعت کی جدت سے آپ نے تانبے پیتل کے ظروف سازی میں ایسی ایسی ندرتیں پیدا کیں جو، ہر شخص کی نگاہ میں قابل قدر قرار پائیں ایک انگشتری کی تعریف میں متعدد ماہرین فن نے آپ کو صداقت نامہ کے طور پر مکتوب گذرانے تھے۔

آپ کا توکل و تقوی اس درجہ تھا کہ مریدین سے نذرانہ و تحفہ وغیرہ تک نہیں لیتے تھے اگر کوئی جبراً پیش کرتا تو حضرت غریب نوازؒ کی نیاز شریف اور بوئے معظم کے اخراجات میں شریک فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں :۔

زور بازو سے بسر کرتے ہیں اوقات اپنی
ہم نہیں جانتے کچھ راہ توکل کیا ہے

آپ ہمیشہ استغراق حقیقی میں مستغرق و مست بادۂ عشق رہا کرتے تھے۔ دن کے وقت صنعت سازی اور شعر گوئی میں مشغول رہتے اور رات بھر بیداری میں گذارتے تھے فرمایا ہے :۔

بیخودی میں میں نے پی لی ہے شراب عشق آج
ختم مجھ پر زاہد و پرہیز گاری ہو چکی

آپ عموماً گفتگو کم فرمایا کرتے تھے مریدین و معتقدین کے حل طلب مسائل پر عام فہم طریقہ سے تفہیم فرمادیتے تھے، اکثر اوقات حضرت قبلۂ عالمؒ کے تصانیف کے مطالعے کی ہدایت فرماتے اور فرماتے کہ جو ارشادات حضرت قبلۂ عالم کے ہیں ان کا پیرو میں بھی ہوں تم لوگ بھی رہو۔ طالبوں کی استفادہ کیلئے حضرت قبلۂ عالم کے چند ارشاد جو زبان فارسی میں ہیں من و عن درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

ارشادات حضرت محمود میاں صاحب قبلہ

(از رسالۂ سلوک)

اے برادر بہترین عبادت و نیک ترین طاعت ذکر و فکر است، چنانچہ حق تعالیٰ فرمود یا ایھا الذین آمنوا اذکر اللہ ذکراً کثیرا۔ و نیز الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموات و الارض و قال النبی علیہ السلام افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ و صحابہ پرسیدند کہ ای الاعمال افضل قال علیہ السلام ذکر اللہ و تفکر الساعۃ خیر من عمل الثقلین یعنی جن و انس و در راہ معرفت وسیلہ ضرور است کہ شیخ و مرشد است باید کہ اول شیخ و مرشد را طلب کند بعد ازاں در راہ معرفت حق قدم زند و ذات خود را پیش مرشد تسلیم کند و یک ذرہ از حکم او عدول نورزد و فکر در فعل حلال و حرام و ترک فرائض و واجبات نباشد و مرشد مستقیم بر شریعت باشد و تارک فرائض و واجبات و موکدات نباشد و صاحب ریاضت و مجاہدات باشد و بالکلیہ منکر سماع نباشد زیراکہ نزد مشایخ ما سماع اقرب طرق وصول الی اللہ است مثل نماز نفلیہ و صوم نفلیہ است بلکہ در سماع جمعیت قلب بہ سہولیت حاصل میشود و لذت سماع ہر کس را میسر نیست ذاق من ذاق و من لم یذق لم یدر اما باید کہ از سماع فواحش امارد خود را دور دارد و بقید تمام بشنود کہ بدون خاندان چشتیہ دیگر نباشد و اگر بار عام باشد مضائقہ نباشد و نیز توکل را ۳ مراتب اند اول مانند طفل خوارہ پیش مادر کہ ہیچ چیز از غیر ما در طلب نمی کند ہمچناں طالب صادق است کہ

هر وقت رجوع بسوئے حق تعالیٰ کند و بغیر حق تعالیٰ از کسے طلب نه کند۔ دوم آنکه
پیش حق تعالیٰ خود را چناں داند که میت پیش غاسل دریں حال دعا نیز ترک کند
و هر چه از حق تعالیٰ پیش آید براں راضی باشد ایں اعلیٰ تر است از اول۔ سیوم
آں که بمقام فنا و بقا برسد وجود او سبحانه تعالیٰ گردد و وجود خود نه گردد بلکه از نظر
ساقط گردد ایں مقام اعلیٰ تر از دو مقام اولیٰ ست و توکل فعل وی است
حاجت ترک اسباب بالکلیه نباشد بلکه اعتماد بر اسباب نه کند و فاعل حقیقی حق تعالیٰ
داند و در دل خود یقین کند که اگر از راه حق دریں کار باشد البته خواهد شد
و اگر نباشد نخواهد شد و ایں را بهر وقت و بهر قول و حرکت و سکون تصور
کند یک لحظه ازیں غافل نباشد و برائے حصول معیشت دل خود را در تفرقه
نیندازد و بهر حال و هر وقت شاکر باشد و اگر یومیه و وظیفه بے تردد آید
قبول کند و تردد نکند بلکه طالب صادق را لابد و ضرور که تارک الدنیا باشد
و گرد دنیا و ارباب دنیا نگردد و در دام گردن نفیتد و وسیله بادشاهان یا امیران
نه گیرد و اگر مسافران بر تو رسند و بر تو چیزے نباشد ایں را نعمت شمری از
نعمت هائے الٰهی و امر و نواهی لیکن بکنایت اشارت کند که کسے را دل آزرده نشود
و اگر به عیاں گوید لازم که بگوشه بعجز و انکسار گوید۔ و بر شش چیز مداومت
کند اوّل دوام وضو دوّم دوام صوم خواه صوری خواه معنوی که عبادت از به قلیل
طعام است سیوم خلوت چهارم سکونت بجز ذکر حق چیزے دیگر نگوید مگر
بالضرورت پنجم دفع خاطر که در دل راه نه دهد ششم ذکر با مراقبه شیخ و تلاوت
قرآن ترک نکند خواه بسیار خواه اندک و خود را پیش مریداں و طالباں
با وقار و تعظیم وارد و استغفر الله بسیار خواند و اعراس بزرگان خاندان چشتیه
و قادریه بقدر طاعت بکند اگر چیزے نباشد بزبان که خوراک خود است فاتحه

بخواند۔ و اول تزکیہ نفس کند و تزکیہ از چہار چیز حاصل می شود۔ قلۃ الطعام و قلۃ الکلام و قلۃ المنام و قلۃ صحبۃ الانام یعنی کم خوردن و کم گفتن و کم خفتن و کم صحبت با خلق نشستن و اگر خورد خشک خورد کہ در استخوان نور ذکر بخیر دو حامل جفاء انام نیز باشد و نفی وجود خود کند و آں دو طریقی است کہ تعلقات بگسلد اگر نفس گوید کہ بخورد او را گوید کہ مردہ ہم گاہی خوردہ است دیگر اسقاط وجود خود کند بر طریق مرفوعۃ الصدر۔ چون تزکیہ حاصل شد ازاں در تصفیہ قلب مشغول شود اول قلب پیدا کند و قلب آنست کہ دروی جائے دنیا و آخرت نیست۔

ارشادات از رسالہ حقائق و معارف

باید دانست کہ معرفت حق تعالیٰ مختلف است بحسب استعداد ہر یک بہ حسب عادت پس ہر کسیکہ بحسب فہم خود کمال دانستہ ہمراں وجہ او را اعتقاد باشد کہ بر آں صورت او را رویت است و کمال عرفان آنست کہ مقید بخصوصیت اعتقاد نباشد تا منکر ماورای او نباشد تا از تجلیات غیر مشابہہ بے نصیب و بے بہرہ نشود و بندہ صورت معتقد نگردد بلکہ در ہر آن در ہر شان آں بے نشان را در شان خاص و عام مشاہدہ کند و غفلت را برخود راہ ندہد بحکم کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون، در آخر وقت انتقال ازیں نشاء با حضور باشد و زمرہ کلا انھم عن ربھم یومئیذ لمحجوبون نگردد و عارف ہمیشہ دائر است با حق از شہود و جمال مطلق در مظاہر خلق سیر نمیگردد و ہمیشہ نعرہ ھل من مزید میزند چراکہ تعینات منحصر اند و محدود و مطلوب او غیر منحصر و غیر محدود و ازاینجا است کہ اکابر گفتہ اند کہ اندوہ ازلی ما است و ابدی و اعتقاد صوفی باید کہ ہیولاء جمیع اعتقادات باشد و حق را وز جمیع وجوہ بہ پرستد تا فروائے

قیامت کہ حق بر وتجلی کند بصور مختلفہ گونا گوں انکار نکنند و در ہر صورت قبول کنند
چنانچہ در دنیا قبول میکردو در حدیث وارد شدہ است کہ حق تعالیٰ فردائے قیامت
بصور مختلفہ گونا گوں تجلی میکند عرفا بہر صورت کہ تجلی کند قبول کنند وسجدہ کنندہ
گویند امنا بہا و نیز باید دانست کہ بعضی عرفا چنیں بیان مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ
عَرَفَ رَبَّهٗ نمودہ اند کسیکہ خود را شناخت پس بدرستیکہ رب خود را شناخت
عرفان ذات مشکل در مشکل است و نزدیک اکثر عرفا ممکن نے زیرا کہ وجدان
حق تعالیٰ موقوف بر فقدان خود پس اگر با خود است شناختہ است واگر بے خود
است شناختہ چوں از خود فانی باشد بحق باقی باشد پس حق را حق یافت ربی مربی
محقق شد پس سعی باید نمود در فنائے خویش کہ نتیجہ اش بقا بحق باشد وخود را بہر وجہ کہ
تواند بود سازد اگر چہ حقیقت نابود است و با وجود معدومی دارد وطریق ہائے
ایں بسیار است طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلایق آسان طریق آنکہ
ایں قلب اصل وجود ندارد بلکہ وجود مرکب از اربع عناصر است و اربع عناصر چہ
چیز اند مظاہر از مظاہر ہائے آثار اسماء حضرت حق سبحانہ تعالیٰ چہ خاک مظہر اسم
ممیت است و باد مظہر اسم حی و آب مظہر اسم محیی و آتش مظہر اسم قابض پس آنہا را
وجود نماند بلکہ وجود آثار اسما است کہ دریں ظاہر اند و اسم چیست علمی است
مر ذات را کہ ذات بہر فعلی و صفتی کہ ظاہر می شود ذات را مناسب آں فعل و آں صفت
نام نہادہ می شود مثلاً شخصے کہ تا علم نیا موختہ است عالم نگویند پس وجود نیست
در کل شئی بالک داخل شد الا وجہ مگر آں ذات را و اثر و اسم و مظہر فرع ذات وجود اصل
دارد نہ فرع زیرا کہ چوں قیام شی بر شی موجود حقیقۃ آں شی نباشد پس داند کہ قیام ذات
خویش ہر قیام حق است پس ایں ذات را وجود نباشد بلکہ وجود ذات حق است
وہمچنیں صفات خود حرکات و سکنات و اکل و شرب و نوم و یقظہ و قیام و

قعود و ذہاب و ایاب و تکلم و سکوت و افعال و دانائی و بینائی و شنوائی و گویائی
وحیات و قوت و قدرت ہمہ این صفات قائم بصفات وی تعالیٰ است این وجود
عین نابود و فنا محض است مگر ذات حق تعالیٰ موجود ہمچنیں جمیع موجودات را قیاس
کند چوں این منظور نظر باشد خود دریافت کہ اصلاً و قطعاً غیر او وجود ندارد ومن عرف
نفسہ فقد عرف ربہ ثابت شد و نیز صوفی بر سہ قسم است یکی مبتدی صاحب وقت
کہ وقتی اورا حال پیدا شود و غالب باشد و دوم صوفی متوسط صاحب حال کہ مغلوب
باشد یعنی در اکثر اوقات اورا حال پیدا شود۔ وصوفی منتہی صاحب انفاس
کہ حال مقارن انفاس او باشد یعنی ہیچ نفسی نزند کہ حال مقارن نفس او نباشد
چنانستی کہ حال او را مقام شود۔ اقسام ارباب الولایت از اولیا قطب عالم و قطب
مدار گویند ولایت بر دو قسم است ولایت عامہ کہ شامل عامہ ہمہ اہل ایمانست
کہ اللہ ولی الذین امنوا شاہد او است ولایت خاصہ کہ بمرتبہ وحدت تعلق دارد
وصنعتی کہ مخصوص خواص مومنین است و قدرتی کہ حق تعالیٰ بایشان عطا کرد تا بآن
قدرت متصرف در اشیای توانند شد ولہم درجات لبعض ہا فوق بعض و این ولایت خاص
باشد اللہ یتولی الصالحین و ولی اسم من اسم اللہ تعالیٰ چنانچہ در قرآن است فاللہ
الولی و این ولی عبارت از انسان کامل است کہ مظہر جامع است پس مظہر اولیت
و آخریت نیز باشد الولایتہ ہو فنا فی اللہ و بقاء باللہ والفانی فی اللہ والظاہر
باسم اللہ و حضرت قطب المحققین شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی قدس سرہ در رسالہ
کشکول نگارش فرمودہ کہ فنا بر دو قسم است قسم اول آں کہ علم مرکب داشتہ باشد
وقسم ثانی علم بسیط گردد و نظیر این ہر دو قسم در رسالہ مذکور است ان شئت فارجع الیہا
وحال در اصطلاح قوم صوفیہ آنست کہ بر دل سالک از عالم باطن می آید و ہمدران
حین میرود و استمراری نمی پذیرد و باز می آید و میرود و چوں ہماں استمرار پذیرفت وقت گویند

وچوں آں حال وقت می شود تجلی دیگر وارد می شود و آں تجلی حال آں سالک میگردد
تا سالک طالب ایں میشود چوں آں تجلی وقت می شود تجلی دیگر حال میگردد تا سالک ہمیشہ
در طلب سلوک میباشد وچوں تابع وقت وحال خود میباشد موافق وقت وحال خود عمل میکند
ویکی صوفی ابن الوقت است ودوم ابو الوقت بر صوفی ابن الوقت وقت غالب
میباشد وصوفی ابو الوقت بر وقت خود غالب باشد وصوفی نمی بیند در دین مع اللہ غیر اللہ
وصوفی التصوف مبنی است بر ہشت خصال السخاء والرضا والصبر والاشارہ والغربتہ
ولبس الصوف والسیاحتہ والفقر۔ سخاوت مانند ابراہیم علیہ السلام کہ پسر را حوالہ ساخت
ورضا چوں اسمٰعیل علیہ السلام کہ قال یا ابت افعل ما تؤمر وصبر بسان ایوب علیہ
السلام اشارہ مثل زکریا علیہ السلام لا تکلموا الناس ثلثہ ایام الا رمزا ونیز اذ نادی ربہ
نداءً خفیا وغریبی مثل یحییٰ علیہ السلام کہ اندر وطن خود غریب بود واندر میان خویشاں
از خویشاں بیگانہ بود وسیاحت مانند عیسیٰ علیہ السلام کہ خانہ نہ داشت ودر صحرا
شب وروز میگردید ہر گاہ کہ شب او را رسیدی بجائیکہ بود ہمانجا خسپیدی
واندر سیاحت خود چناں مجرد بود کہ بجز شانہ وکاسہ دیگر چیز نداشت چوں
کسے را دید کہ بدو دست خود آب می نوشد کاسہ را انداخت ودیگرے را دید کہ
بانگشتان خود خلال درویش وغیرہ میکند شانہ را ہم انداخت وازیں بار فارغ
شد وبلباس صوف موسیٰ علیہ السلام کہ جامۂ وی پشمین بود وبفقر محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔ ازیں معلوم شد کہ صوفی را اقتداء ہشت پیغمبر
باید ونیز در ذات خود ایں ہشت خصائل داخل کند تا صوفی گردد ودر معنی صوفی والتصوف
اقوال عرفا بسیار اند بعضی میگویند کہ تصوف دست باز داشتن از جملہ
خطوط نفسانی بود کہ شہوت نفسانی دریں شامل است زیرا کہ شہوت
سہ قسم است اول آنکہ بہ نفس تعلق دارد واو تلذذ وتنعم ایں جہاں نشست وقسم دوم کہ

تعلق بقلب دارد و او مشاہدہ است و قسم سوم متعلق بروح است کہ قریب
است پس دریں محل از شہوت مراد نفسانی است و صوفی آں کس است کہ در صف
اول پیش حق باشد و بعضی میگویند کہ صوفی آنست کہ ہیچ چیز اندر بندوی نباشد و او ہم
در بند ہیچ چیز نباشد و ایں عین فنا بود و بعضی میگویند کہ تصوف خلق است پس کسیکہ
در خلق زیادتی کرد زیادتی کرد در تصوف ازینجا وجہ تسمیہ صوفی باقوال مختلف بیان
میکنند کہ سالک طریقت را نام است ازیں جہت کہ بعضی از لباس صوف سالک
طریقت را صوفی گویند بعضی میگویند کہ در صف اول بحضور حق باشد و برخی میگویند کہ
صوفی تولی باصحاب صفہ کردہ است لہذا صوفی میگویند و بعضی میگویند کہ ایں اسم
مشتق از صفا است بنا برآں صوفی میگویند و صوت تصوف در گوش آوردن نجات
از غفلت است کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سمع صوت التصوف فلا یومن دعائہم
کتب عند اللہ من الغافلین پس ایمان آوردن بر قول صوفی لابد و ضرور افتادہر کہ
ازیں بہرہ نمیدارند آنہا غافل اند نزدیک خدا بلکہ از خدا غافل و از مذہب باطلہ مذکور
نیز دریابد کہ چنانچہ مذہب حلول و اتحاد حلول عبادت کردہ اند ازیں کسیکہ ہرگز آئینہ ندیدہ باشد
و در روی نگرد و صورت خویش بیند پندارد کہ وی در آئینہ فرود آمدہ و اتحاد عبارت
از انکہ یا پندارد کہ خود آں صورت خود آئینہ است کہ صفت آئینہ خود آنست کہ سرخ و سفید
شد اگر پندارد کہ در آئینہ فرود آمد ایں حلول است و اگر پندارد کہ آئینہ خود صورت وی شد
کہ ایں ہر دو غلط است نزدیک عرفا بلکہ ہرگز آئینہ صورت نشود و صورت آئینہ لاکن
چناں نماید و چناں پندارد کسیکہ کار تمام نشناختہ باشد شرح ایں در رسالہ دشوار باشد
زیرا کہ ایں علم دراز است اگر وقت فرصت خواہد داد در رسالۂ دیگر بیان کردہ خواہد شد
در ینجا بہ سبب طوالت کلام فروگذاشتہ و ہر کرا ایں مقام میسر شود او داند لاکن ایں مقام
بدوں معرفت حاصل نشود۔ انتہی۔

تاریخ وفات قبل وفات

حضرت محمود کا خاص خلیفہ جو تھا
دست اجل سے چھپا مثل قمر زیر خاک
سالِ وفات اپنا خود میں نے کیا یوں رقم
عاشقِ خواجہ ہوا واصل یزدان پاک
۱۳۲۰ھ

حضرت کے خلیفہ شاہ کریم اللہ صاحب عدیم تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وفات جس دن موصوف کو قلندرانہ مشرب میں خلافت عطا فرمائی اسی دن ارشاد فرمایا کہ دہم رجب ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ ہم نقل مکان کریں گے اور وصیت فرمائی کہ ہمارے کفن کا رنگ زرد رہے اور مزار سرراہ پہاڑی شریف حضرت بابا شرف الدین صاحبؒ اپنی نگرانی میں تیار کی جائے۔ چنانچہ دوسرے روز موصوف نشان دادہ مقام پر حاضر ہوئے تو حضرت عاشق صاحب قبلہ معہ چند دیگر خلفاء کے موجود پایا۔ میسرم کے متصل قبرستان کی زمین پسند فرماکر نواب جان نثار یار جنگ کو بتادیا اور مزار کا چبوترہ چراغدان نشان مبارک کے چبوترہ کی نشاندہی فرماکر واپس ہوئے۔ اس موقعہ پر جان نثار یار جنگ بہادر اپنے مکان کو لے چلنے پر مُصر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ۱۱ر رجب کو تمہارے پاس آئیں گے، بہادر موصوف نے اس معمّے کو نہیں پہچانا اور اپنی عادت کے موافق تاریخ مذکور پر اپنے مکان میں حضرت کی دعوت اور قوالی وغیرہ کا انتظام فرمایا۔ حضرت کا منشا یہ نہ تھا۔ بہرحال حسب وعدہ ٹھیک ۱۰ر رجب روز دوشنبہ بہ عمر (۶۲) سال دنیائے فانی سے دارالبقا کو نقل مکان فرمادیا۔ جب یہ خبر جاں نثار جنگ کو پہونچی تو ان کو اپنی سخن ناشناسی پر سخت افسوس وصدمہ ہوا۔

حضرت نے بروقت انتقال وصیت فرمادی تھی کہ میری فاتحہ درود ــــ

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی چھٹی شریف میں ضم کردی جائے اس لیے حضرت کی سالانہ فاتحہ چھٹی شریف کو ادا کی جاتی ہے۔ دسویں یا گیارہویں کو ادا نہیں ہوتی۔

شاعری

صوفیائے کرام نے تصوف کے وہ رموز و نکات جو کسی دوسرے طریقے سے ادا نہیں ہو سکتے اور عام لوگ اپنی فہم کی کوتاہی سے خلاف شرع قرار دے دیتے ہیں عموماً اشعار میں بیان فرماتے ہیں تاکہ اشعار کی وجہ سے شرعی گرفت نہ ہو۔ یہی طریقہ حضرت عاشق صاحبؒ کا ہے۔ ان کی شعر گوئی کی نسبت یہ خیال ہے کہ آپ نے بیعت کے بعد راہ سلوک طے فرما کر جس وقت خلافت حاصل فرمائی اس وقت سماع کے غیبی لذات سے محظوظ ہو کر معارف و حقایق کے انکشافات کے بعد شعر کہنا شروع فرمایا کیوں کہ دیوان میں از ابتدا تا انتہا وصال ہی وصال ہے۔ ہجر و فراق کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ آپ کا مسلک ہمہ اوست ہے اور اسی سے متعلق آپ کا پورا کلام ہے۔ لیکن آپ کے تخیلات کی سادگی اور عشق حقیقی کے جذبہ نے آپ کے کلام کو ایک البیلا رنگ دیدیا ہے جو دوسروں کے کلام میں کمیاب ہے۔ آپ نے سیدھی سادھی زبان میں ایسے معنی خیز اشعار لکھے ہیں کہ ان کی شرح کے لیئے کافی وقت درکار ہے۔

صوفیاء کی شاعری عموماً فنی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھی جاتی کیوں کہ یہاں آورد نہیں ہوا کرتی آمد ہی آمد ہوتی ہے۔ لیکن جس کلام میں فنی خوبیاں بھی موجود ہوں ان کا اظہار لازمی ہو جاتا ہے۔ فنی اعتبار سے بھی حضرت عاشق صاحبؒ کے کلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک پختہ استاد شعر و سخن کے کلام میں ہوتی ہے۔ صنایع بدایع تشبیہات، استعارے، کنایے سیدھی سادھی زبان میں ایسی عمدگی سے استعمال فرمائے ہیں کہ اردو زبان کا لطف دوچند ہو گیا ہے۔ ۱۳۰۴ھ میں یہ دیوان تحریر ہوا ہے۔ اس زمانہ میں حیدرآباد میں بہت سے ایسے الفاظ کا استعمال ہوتا تھا

ایک سو پانچ برس بعد متروک ہوگئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حضرت کا کلام ۱۳۰۲ھ میں بھی ان متروکات سے پاک تھا۔

کرامات

حضرت کی خوارق عادات وکرامات جو آپ کے مریدین ومعتقدین نے زمانہ حیات اور بعد وصال دیکھے اور جو آج ہم دیکھ رہے ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہوگی۔ طالبین کی دلچسپی کے لیے مشت نمونہ از خروار ے درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلی کرامت تو یہی ہوئی کہ آپ نے سولہ سال قبل اپنے وصال کی خبر دی۔ تاریخ وفات کہہ دی اور وفات سے قبل تجہیز و تکفین وغیرہ کا سامان کیا اور حسب وعدہ ٹھیک اسی دن اسی تاریخ دنیا سے کنارہ فرمایا۔

(۲) حضرت شاہ کریم اللہ صاحب عدیمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "تعمیر وغیرہ کا کام حضرت نے میرے تفویض فرمایا تھا۔ تعمیر کے لیئے پانی کی ضرورت تھی، قرب و جوار میں جہاں باؤلی کھدوائی پتھر نکلا ہزار ہا روپیہ صرف ہوگیا مگر پانی نہ نکلا۔ خادم متفکر تھا۔ یکایک حضرت قبلہ کو عالم رویا یم خوابی میں دیکھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے سماع خانہ کے مقابل بالیتی حصے میں باولی کندہ کروائی جائے۔ سرمایہ کی فکر نہ کی جائے۔ اس مشاہدہ کے بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مسمی زین اللہ خاں صاحب ملازم جمعیت میسرم تشریف لائے۔ فقیر سے سبل پھاوڑا اور دو ٹوکرے طلب کئے اور کہا میں مفت باؤلی کھود دیتا ہوں۔ فقیر بخوشی خان مذکور کو وہاں لایا جہاں حضرت نے پتہ بتایا تھا۔ حسب الطلب سامان مہیا کر کے خان مذکور کے حوالہ کیا۔ ابھی ایک گز طول اور ایک گز عرض زمین پر رنگ ڈالا گیا تھا کہ نواب جاں نثار یار جنگ آئے اور کہا شاہ صاحب دیوانے ہوگئے ہو رنگ اندازی کے مقام سے چالیس قدم اطراف تو باؤلیاں کھدوائی گئیں ہزار ہا روپیہ

صرف ہوا پانی نہیں نکلا کیوں تضیع اوقات کر رہے ہو۔ یہ فقیر کپتان صاحب کے کہنے پر خاموش ہوگیا۔ حضرت قبلہ کو اسی روز پھر خواب میں دیکھا مکرر ارشاد فرما رہے ہیں باؤلی کھدوا کر اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ۔ دوسرے روز مصمم ارادہ کر کے باؤلی کھدوانا شروع کردیا۔ باؤلی ابھی ایک گز گہری بھی کھدنے نہ پائی تھی اتنا پانی اُبل گیا کہ کھودنا مشکل ہوگیا۔ اسی پانی سے تعمیر ہوئی۔ اور چہلم کا کام پورا کیا گیا۔ بعد چہلم کے فقیر نے عرض کیا یا پیر پانی کی زیادتی سے باؤلی کا کام ناتکمیل رہا جاتا ہے۔ صبح کو جو دیکھا پانی اتنا جذب ہوگیا جیسے تھا ہی نہیں۔ اس کے بعد پانچ گز عرض پانچ گز طول اور نو گز گہری باؤلی تیار کروادی گئی اور پانی خوب بھر گیا۔ چنانچہ آج تک باؤلی موجود ہے۔ یہ مقام ایسا ہے کہ اگر دو تاڑ برابر بھی کھودا جائے تو پانی نہ نکلے مگر حضرت عاشق صاحب کا روحانی تصرف ہے جو پانی نکل آیا اور تا حال موجود ہے

(۳) دوسری کرامت حضرت موصوف لکھتے ہیں کہ نواب جان نثار یار جنگ کی خوشدامن صاحبہ صغر سنی سے اجمیر شریف کو جایا کرتی تھیں ایک سال انہوں نے اجمیر شریف میں خواب دیکھا کہ پارکس جمعیت نظام محبوب کے میدان میں جہاں حضرت عاشق صاحب کا مزار ہے ایک توپ سر ہوئی اس کے بعد روشنی ہوئی تو خواجہ غریب نواز رضؓ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ اے نیک بخت اب تیری اجمیر آنے کی ضرورت نہیں میرا عاشق وہاں رہتا ہے تو آئندہ سے اس کی زیارت کر وہ کہتی ہیں کہ عاشق صاحب کی بدولت خواجہ غریب نوازؒ کی زیارت سے مشرف ہوگئی۔ اس واقعہ کے گواہ مولوی حکیم محمد رکن الدین صاحب شفا بھی ہیں جو مولوی سید عمر علی شاہ صاحب قبلہ کے مرید تھے۔ یہ خواب بیگم صاحبہ مذکورہ نے ان کے مواجہ میں بیان کیا تھا۔ اس خواب سے متاثر ہوکر جناب حکیم صاحب مذکور نے ایک قطعہ تاریخ وفات گذرانا تھا جو درج کیا جاتا ہے۔

قطعۂ تاریخ

عارف و کامل و ولیٔ حق ☆ شہ خواجہ کے عاشق صادق
کشمکش عشق کا اثر ہے شفا ☆ اپنے خواجہ سے مل گیا عاشق

۱۳۲۰ھ

اس واقعہ سے طالبین اندازہ فرما سکتے ہیں کہ حیدرآباد میں حضرت عاشق صاحبؒ کا مزار کیسی شان رکھتا ہے۔

(۴) حضرت کے کرامات کی شہرت سن کر حضور محبوب علی خاں غفران مکان نے ایک کشتی اشرفی بطور نذر بدست مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنۃ آنجہانی گذرانی مہاراجہ کو کشتی رکھے ہوئے گاڑی میں آتے ہوئے حضرت عاشق صاحب نے ملاحظہ فرمایا تو خود استنجا کے لئے چلے گئے۔ جب مہاراجہ کی سواری آگئی استنجا کا ڈھیلہ پھینک کر مہاراجہ سے مخاطب ہوئے۔ مہاراجہ نے حضور کو سلام عرض کر کے کشتی پیش کی تو مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا مہاراجہ وہ ڈھیلہ تو اٹھا لاؤ (وہی ڈھیلا جو استنجا کر کے ابھی پھینکا تھا) مہاراجہ نے جو ڈھیلا اٹھایا تو وہ ڈھیلا سونے کا ڈلہ تھا۔ مہاراجہ کی حیرت کی انتہا نہ تھی ششدر ہو گئے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا، بابا ہم فقیروں کو اشرفیوں کی ضرورت نہیں لے جاؤ غریبوں کو تقسیم کر دو' اس واقعہ کے بعد مہاراجہ اور حضور کی عقیدت کی انتہا نہ رہی مہاراجہ تو اس دربار کے دربان ہی بن گئے تھے۔ حضرت کی زندگی بھر بار بار قدمبوسی کو آیا کرتے تھے۔

(۵) ۱۳۰۴ھ میں حضرت کا کلام جب شروع شروع عام ہوا حیدرآباد کے علماء جو ظاہر شریعت کے پابند تھے اور علوم باطنی کے قایل نہ تھے حضرت کے کلام

پر قولاً فعلاً جائز و ناجائز حملے کرنے شروع کردیئے۔ مریدین کو ناگوار گذرتا ہر ایک حاضر ہو کر حضرت سے عرض کرتا توجہ دلاتا۔ ایک دن حضرت نے مخالفین کے پاس کہلا بھیجا کہ مکہ مسجد میں ایک جلسہ عام کیا جائے اور عامۃ المسلمین کے روبرو جو کچھ اعتراضات ہیں ان کا مجھ سے جواب لیا جائے۔ ایسے غائبانہ حملوں اور سب وشتم سے کیا فائدہ یہ علماء کی شان کے خلاف ہے۔ چنانچہ ایک دن مکہ مسجد میں یہ جلسہ مقرر ہوا معتقدین و مریدین کے ہمراہ حضرت اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ معترضین نے یکے بعد دیگرے اعتراضات کی بوچھار لگادی۔ حضرت نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا جو اشخاص صاحب سمجھ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کی وہ تو سمجھ کر خاموش ہو گئے بعض نے حضرت کے اشعار میں ترمیم کر کے پیش کیا اور اعتراض کرنے لگے۔ اس پر حضرت عاشق صاحب کو غصہ آگیا حالت غصہ میں اپنا دیوان جو آپ کے ہاتھ میں تھا اس کو منبر پر رکھنے کے خیال سے معلق چھوڑ دیا اور دیوان معلق ہی ٹھیر گیا جیسے کسی نے اس کو پکڑ لیا ہے۔ یہ کرامت لوگوں نے جو دیکھی مریدین نے سبحان اللہ الحمد کا ایسا غل مچایا کہ معترضین ومفسدین کی آنکھیں کھل گئیں۔ معترض منہ چھپائے مسجد سے فرار ہو گئے اور سینکڑوں اشخاص داخل سلسلہ ہونے کی آرزو کرنے لگے۔ اس طرح اس کرامت پر عمر بھر کے لئے مباحثہ کا اختتام ہوا۔

(٦) حضرت حکیم سبحان علی صاحب قبلہ جو رفاعیہ گروہ کے سرگروہ ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عاشق صاحبؒ نے پہاڑی شریف کے سابقہ خطرناک راستہ کے زمانہ میں سینکڑوں زائرین کو راہ بتائی ہے اور کتنوں کو چوروں لٹیروں سے بچایا ہے اب بھی قائم بحق ہیں جو نظر باطن رکھتا ہے وہ ہر وقت ہر لحظہ حضرت سے قدم بوس ہو سکتا ہے۔ اس کا ثبوت خود مجھ کو ہوا کہ میں نے مجلس سماع میں دو مرتبہ حضرت کے دیدار کا شرف حاصل کیا۔

خلفاء ایک چیز یہ بھی حضرت کے کرامات سے ہے کہ آپ نے بعض مریدوں کی نسبت خلافت کا اشارہ اپنے کلام میں فرمایا ہے۔ ان اشعار کو ہر خلیفہ کے نام کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ نیز بعض خلفاء کی نسبت یہ پیشینگوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت محمود میاں صاحب قبلہ عالمؒ کے فرزند حضرت فرید میاں صاحب قبلہ سے بھی خلافت حاصل کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

حضرت کے خلفاء (۱۲) ہوئے ہیں۔

۱۔ حضرت سیّد شاہ علیم اللہ صاحبؒ چشتی خلیفہ اول سرگروہ صفایا جو پہلے حضرت افتخار علی شاہ صاحب قبلہؒ کے مرید تھے۔

۲۔ حضرت شاہ رحیم اللہ چشتیؒ اول

۳۔ صاحب زادہ حضرت عاشق صاحبؒ المتخلص بہ صادقؒ

۴۔ حضرت حاجی صمیم اللہ شاہ صاحب چشتیؒ

۵۔ حضرت حاجی شاہ رحیم اللہ صاحب چشتی ثانی۔ آپ کی نسبت حضرت عاشق صاحب نے اس قطعہ میں اشارہ فرمایا ہے ؎

اے برہمن ہے رام کا اس جا پہ کب گزر ؎ تیرے گلے میں رشتۂ دیں ہے یہ سر بسر
عاشق سے ہم کو ہو گیا معلوم ہے یہ راز ؎ زنار سے رحیم ہمارا ہے جلوہ گر

۲۵۸ ۳۵۸

۶۔ حضرت شاہ کریم اللہ صاحبؒ چشتی ڈاکٹر ضلع نلگنڈہ۔ آپ کی نسبت اس قطعہ میں اشارہ ہے ؎

مظہر کریم بن گیا جب بزم راگ کا ؎ مجلس نہیں ہے بارگہ کبریا ہے وہ
عاشق ادب سے داخل مجلس ہوا کرو ؎ دربار پر جلال جناب خدا ہے وہ

۷۔ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب چشتیؒ

۸۔ حضرت سید شاہ نور اللہ صاحب چشتیؒ

۹۔ حضرت سید علیم اللہ صاحب چشتیؒ

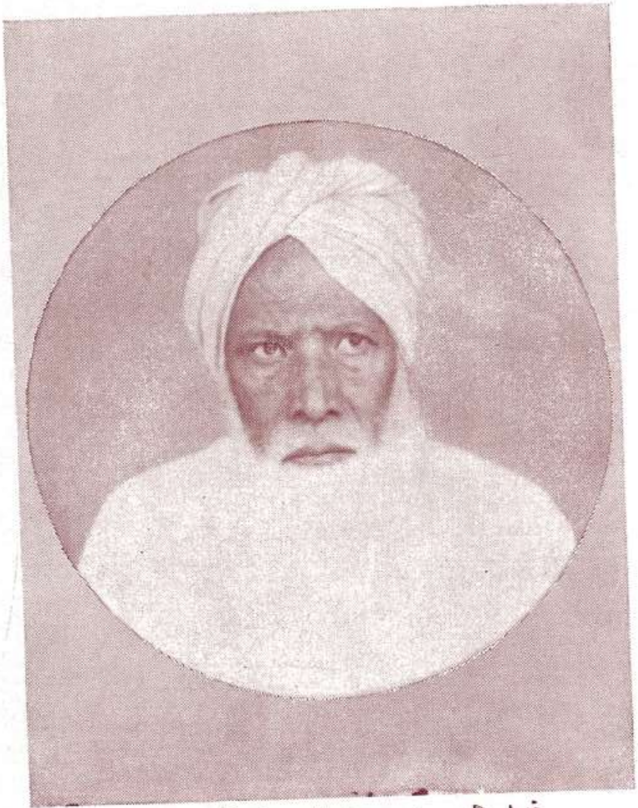
۱۰۔ حضرت سید شاہ ندیم اللہ صاحب چشتیؒ

۱۱۔ حضرت سید شاہ نعیم اللہ صاحب حسینی چشتی القادری۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ حسب ذیل قطعہ میں اشارہ فرمایا ہے ؎

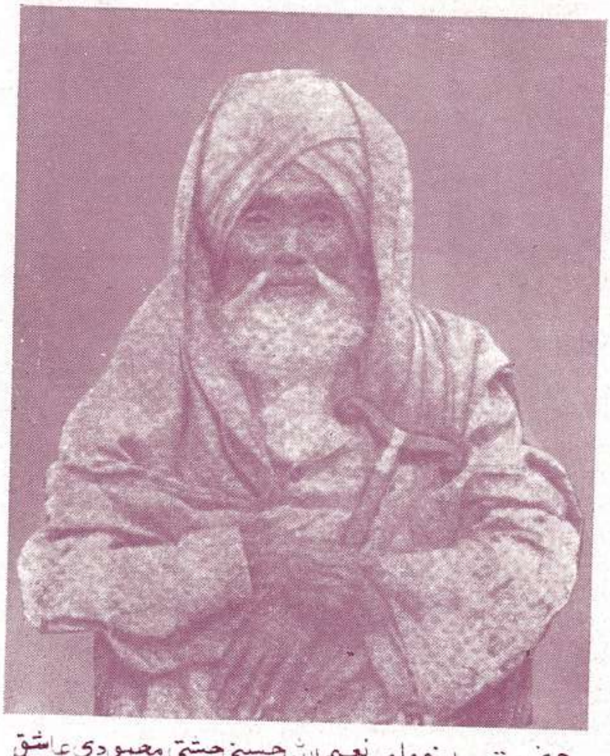
سنتے تھے ہم نعیم و علیین ✤ پر نہ تھی ہم کو اس کی کچھ بھی خبر
میں نے دیکھا جو غور سے عاشق ✤ آئے دونوں معین میں مجھ کو نظر

۱۲۔ حضرت شاہ کریم اللہ صاحب عدیم مولف کتاب منظور خدا۔ آپ نے اپنی نسبت ذیل کے قطعہ کا ذکر فرمایا ہے ؎

ہیں خدیو کرم جو پیر اپنے ✤ ہند میں خواجہ معین الدین
کیوں نہ ہو وان سے فیضیاب جہاں ✤ عاشق ایسا کریم کوئی نہیں



شاہ محمد عبدالرحمن توکل شاہ
سابق سجادہ نشین درگاہ حضرت عاشقؒ



حضرت سید خواجہ نعیم اللہ حسینی چشتی مسعودی عاشق

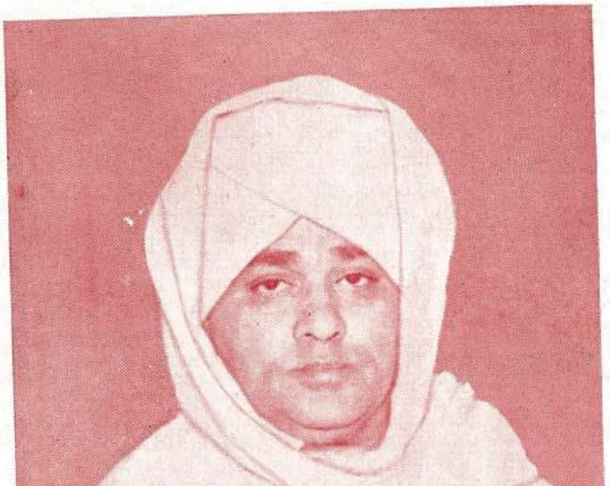
حالات حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سیّد شاہ نعیم اللہ حسینی صاحب چشتی قادری

آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد اصغر حسینیؒ عرف لہرا میاں صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ سے ہے جن کی تعریف کرنا آفتاب کو شمع دکھانے کے برابر ہے آپ اس مہر تاباں کے انجم ہیں جس سے سر زمین دکن صدیوں سے روشن و فیض یاب ہے۔

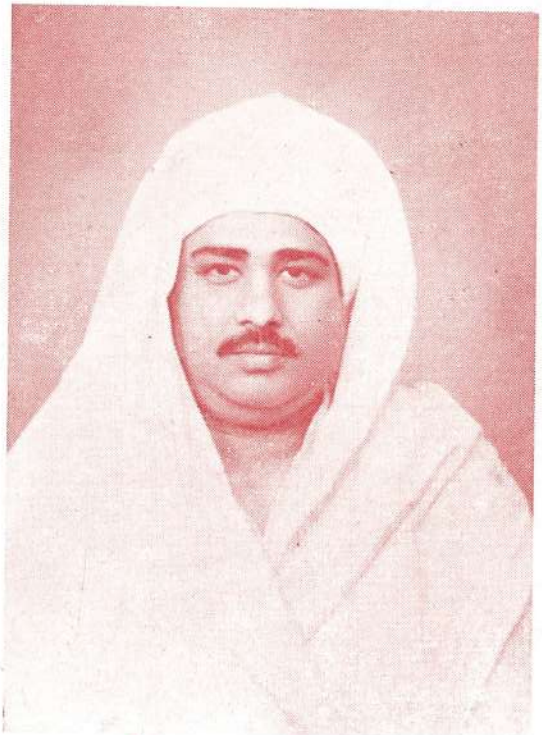
حضرت نعیم اللہ حسینی صاحب قبلہ کے والد بزرگوار درویش صفت صاحب سلسلہ چشت تھے نارائن گوڑہ میں سکونت فرماتھے۔ ایک مقطعہ کی آمدنی سے آرام و آسائش کے ساتھ بسر فرماتے تھے۔ نوکری چاکری کے قیود سے مبرّا تھے حضرت شاہ نعیم اللہ صاحب قبلہ کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اپنے والد بزرگوار سے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ بارہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ کسب معاش کے لئے ملازمت اختیار فرمائی۔ محکمہ صفائی میں انسپکٹر صیغہ ٹکس ہوئے لیکن فقیری کا لگاؤ مزاج میں تھا ملازمت کو خلاف طبع پایا اس لئے ترک کردی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اسد اللہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور تین سال تک راہ سلوک طے کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بعد ازاں حضرت ہلال شاہ صاحبؒ خلیفہ حضرت شاہ خاموش صاحبؒ سے بیعت حاصل فرمائی۔ تین سال تک منازل سلوک میں گذار کر خلافت سے ممتاز ہوئے۔ بعدہ حضرت سیّد غیاث الدین صاحب قبلہ دیوان روضہ اجمیر شریف کی خدمت

میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف اور سہ سالہ خدمت گذاری کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اجمیر سے واپس تشریف لانے کے تھوڑے زمانہ کے بعد آپ نے حضرت عاشق صاحبؒ کی محبت وعشق کا جام نوش فرمایا سلسلے میں داخل ہوئے۔ برسوں خدمت گزاری کی بالآخر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت عاشق صاحب قبلہؒ کے آخری دم تک مورد الطاف وعنایات رہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عاشق صاحب قبلہ کو ذیابیطس کا مرض ہو گیا تھا۔ اس کے آپریشن کے لئے آپ کو بیہوش کرنے کی ضرورت ہوئی لیکن حضرت عاشق صاحبؒ نے بیہوش کرنے سے اختلاف کیا۔ فرمایا کہ میں ذکر میں مشغول ہو جاؤں گا آپریشن کر دینا۔ چنانچہ آپ شغل میں مشغول ہوئے اور اتنا استغراق ہوا کہ آپریشن ختم ہونے کے بعد بھی ہوش میں نہ آئے اس موقع پر حضرت نعیم اللہ شاہ صاحب قبلہ نے قوت روحانی کام میں لا کر اپنے پیر کو بیدار کر لیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عاشق صاحبؒ نے آپ کو کامل بنا دیا تھا۔ لیکن حضرت عاشق صاحبؒ کی پیشین گوئی کے مطابق آپ کو حضرت فرید میاں صاحب قبلہ سے بیعت اور خلافت کی تجدید ہونا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت عاشق صاحبؒ کے وصال کے بعد احمد آباد (گجرات) کو جا کر حضرت فرید میاں صاحب قبلہ سے بیعت فرمائی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے کرامات وخوارق عادات کا ایک شہرہ ہے اس وقت بخوف طوالت متروک کئے جاتے ہیں اس وقت حضرت عاشق صاحب قبلہ کا سلسلہ حضرت ہی سے چل رہا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں مریدین ہیں جو شخص جس مقصد سے حاضر ہوتا ہے وہ اس دربار فیض رساں گوہر مقصود حاصل کر کے ہی پلٹتا ہے۔



شاہ کریم اللہ چشتی ثانی عرف کرنل سعید توفیق
سابق سجادہ نشین



حضرت شاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودیؒ
نبیرہ و سجادہ متولی درگاہ عاشق خواجہ رح

مختصر حالات

حضرت شاہ کریم اللہ چشتی ثانی عرف کرنل توفیق

آپ بتاریخ ۷ رجون ۱۹۲۲ء کو تولد ہوئے۔ آپ کو سن شعور سے ہی حضرت خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری اجمیری سے عشق حقیقی تھا اور آپ جب تعلیم حاصل کر رہے تھے یہ عمر ۱۳، ۱۴ سال ایک وقت آپ درگاہ شریف کی باولی پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہار ہے تھے کہ حضرت نعیم اللہ شاہ صاحب قبلہ تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے حضرت عاشق صاحب قبلہ سے حکم ہوا ہے کہ آپکو بیعت سے سرفراز فرماوں نو اسی وقت آپ اپنے خرچے سے پھول مٹھائی منگوا کر آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا پھر اسکے بعد آپ فوج بارکس میں ۱۶، ۱۷ سال کی عمر میں ملازم ہو گئے پھر وہاں سے بدلی ہو کر سی آر پی یف میں چلے گئے اور ترقی کرتے کرتے یہ عہدہ کمانڈنٹ تک پہونچے (کرنل) آپکو دوران ڈیوٹی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن فرماتے ہیں کہ مجھے غیب سے مدد حاصل ہو جاتی تھی اور یہ مدد میرے دادا کی طرف سے اور پھر خواجہ غریب نوازؒ کی طرف سے حاصل ہوتی تھی۔ آپ بہت ہی کم اپنے ماتحتوں میں غلطی پر ہلکی سی سرزنش کرنے میں مشہور تھے اور سیدھی سادی زندگی گذارتے تھے نام و نمود سے بہت پرہیز کرتے تھے فوج سے وظیفہ پر علحدٰہ ہونے کے بعد گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہے تھے اس اثناء میں آپکے تایا زاد بھائی یعنی شاہ محمد عبدالرحمٰن عرف توکل شاہ اپنی علالت کی وجہ سے انکو سجادہ نشینی کیلئے مجبور کیے کیونکہ توکل شاہ کو اولاد نرینہ نہیں تھی اس بناء پر انکو خلافت سے سرفراز فرما کر سجادہ نشینی سونپ دی پھر کرنل صاحب چار سال تک یہ خدمت انجام دیکر اپنی علالت کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں اپنے بڑے فرزند شاہ محمد عارف الدین کو سجادہ نشین مقرر فرما دیئے اور آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ہر طرح سے بحسن خوبی ہر طرح سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مختصر تعارف

محمدشاہ عارف اللہ چشتی عاشقی محمودیؒ

آپ کا سنہ ولادت نومبر ۱۹۵۶ء آپ نے عارفانہ ماحول ہی میں آنکھ کھولے۔ آپ بچپن ہی سے دادی کی تربیت میں پرورش پائی جو اپنے وقت کی رابعہ عصر تھیں اور سن شعور میں آنے کے بعد اپنے والد شاہ کریم اللہ عاشق ثانی سے تعلیم و تربیت پائی اور دنیاوی اعتبار سے معیشت کیلئے آپ کو تجارت کی طرف راغب کر دیا اور آج بھی دیانت داری اور جفاکشی سے تجارت ہی کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے اور اپنے دادا کے شعر کے مصداق ؎

زور بازو سے بسر کرتے ہیں اوقات اپنی
ہم نہیں جانتے ہیں راہ توکل کیا ہے

آپ کے والد صاحب نے اپنی زندگی ہی میں جانشینی و خلافت سے سرفراز فرمایا جب سے آپ سجادہ نشین ہوئے درگاہ کیلئے ہر سال تعمیر و ترقی کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے دور کا بہت شاندار کارنامہ اس دیوان کی طباعت و اشاعت ہے جو سالہا سال تک یاد رکھی جائیگی۔ اور درگاہ کی خدمت بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور آپ پر اپنے دادا کا خاص فیضان و کرم جاری و ساری ہے۔ فقط

کفش بردار واصلانِ عصرؒ

محمد شاہ محمود الحق قادری چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۱		۱

خودگم ہیں دخل وہاں نہیں وہم وگمان کا
خود غیب میں تھا غیب وری الوریٰ کا در
وہ بے جہت تھا اس میں سمائے تھے شش جہت
کرسی تھی عرش تھا نہ قلم تھا نہ لوح تھی
قائم نہ تھی صفات بھی حرص و ہوا نہ تھی
تھے خاک و باد و آتش و آب اس میں گم تمام
نطفہ نہ تھا تو پھر عَلَقَہ مضغہ تھا کہاں
گلشن ہی خود نہ تھا تو کہاں عندلیب تھی
فصل خزاں کدھر تھی کہاں تھی بہا وہاں
جب کچھ نہ تھا تو آدم و حوّا کی کب تھی ذات

کچھ پوچھئے نہ ہم سے نشان بے نشان کا
پایا تھا کس نے پایہ وہاں لامکان کا
تھا کب ظہور ارض کا اور آسمان کا
تھا صرف صوت بحت کے شہرہ بیان کا
گم عشق بھی تھا غیب تھا مالکِ جہان کا
مخفی وجود تھا سب ہی اِنس اور جان کا
دم کس جگہ تھا طِفل کا پیر اور جوان کا
تھا سرو کب ہو جس پہ پتہ آشیان کا
ملتا نہ تھا سراغ کہیں باغبان کا
فردوس تھا نہ اس کے نشان دربان کا

۷	عاشق پہ اک نگاہ ہو خواجہ معینؒ الدین مطلق ہے اک گدا وہ تیرے آستان کا	۲

۲

کس نے لکھی خاص ذاتِ ہوئے اطہر کی ثنا
ذات احمد میں دکھائی دے رہا ہے خود احد
خود خدائی کر گئے صدیقؓ و عثمانؓ و عمرؓ
فاطمہؓ کا مصحفِ رُخ نورِ احمدؐ بن گیا
ہو گئی آلِ محمدؐ سے نمایاں شانِ حق
حضرت محمودؒ کے ہوں فیض سے میں کامیاب

۷

ہو گئی ہم سے رقم اُس حیّ اکبر کی ثنا
عارفو کیا ہو سکے ہم سے پیمبرؐ کی ثنا
ہے علیؓ ربّ العلی کیونکر ہو حیدر کی ثنا
سورۃ والشمس ہے اُس بنتِ پیمبرؐ کی ثنا
خوب ہے صلّ علیٰ شبیرؑ و شبّرؑ کی ثنا
مجھ سے کب ہو گی ادا اُس پیر رہبر کی ثنا

۳

ذکر کر ہذا حبیب اللہ کا عاشق سدا
ہے یہی خواجہ معینؒ الدین برتر کی ثنا

۱۸

احد نکلا تعشق سے جو رُخ بن کر محمدؐ کا
ہیں جسم و جان احمدؐ کے صفات و ذات بیچوں خود
اُسی خورشید کے ذرّے ہیں سب آدمؑ سے اب تک
خدا بندہ کو کہتا ہوں حقائق اور معارف سے
تصوّر گنج مخفی کا ہوا تو ہو گیا ظاہر
شبِ معراج کی حالت نہیں ظاہر کسی پر بھی
شہنشاہِ ولایت سے ملا احمدؐ کا مجھ کو بھید
میری آنکھوں میں صورت ہے سدا اُس شوخ طرح کی
یہ بہت کعبے کے کہتے ہیں مدینہ کے مسافر کو
تلاشِ احمدؐ کی ہے تم کو تو جاؤ لامکاں تک تم

بنا ہے برزخِ کبریٰ پری پیکر محمدؐ کا
مقدس پھر نہ ہو کیوں کر رُخِ اطہر محمدؐ کا
انا من نور کہتا ہے رُخِ انور محمدؐ کا
یہ ہوتا راز ہے الفت میرے دل پر محمدؐ کا
کہ یکسر میم کا حلقہ ہے میرا سر محمدؐ کا
علیؓ کے پاس تھا اس رات کو بستر محمدؐ کا
ہے مطلق رازدار اک حضرت حیدرؓ محمدؐ کا
برابر مصحفِ رُخ ہے مجھے از بر محمدؐ کا
نہیں یثرب کی بستی میں کہیں بھی گھر محمدؐ کا
ہے عیب الغیب پر مطلق معلق در محمدؐ کا

میاں محمودؐ سے میں نے پڑھا علم لدنی سب — مرا گنجینۂ دل ہے یہ سر دفتر محمدؐ کا
خبر اپنی حقیقت کی علیؑ ہی کو دی احمدؐ نے — ہوا اس واسطے ہے نام پیغمبر محمدؐ کا
یہ ظلِّ ذاتِ بیچوں ہے بنے سایہ کا کب سایہ — کہ ہوتا ہی نہیں ہمتا کبھی ہمسر محمدؐ کا
وجود احمدِ بے میم تھا دریائے وحدت خود — پسینہ تھا گلاب و عطر سے بہتر محمدؐ کا
نِکل آتا تھا خود ٹپکا برنگ موجۂ دریا — کہ جسم پاک تھا وہ آب کا پیکر محمدؐ کا
الف ہے یہ جو الست کا احد اور ت احمد میں — بنا اِسم و مسمّٰی سے عجب مظہر محمدؐ کا
جسے جبرئیل کہتے ہیں زباں کرتی ہے یہ ظاہر — کہ اپنی وحی سنتا تھا دل رہبر محمدؐ کا

۴	ہوا ہے تارک الدنیا جہاں کی چھوڑ کر خدمت معین الدینؒ کا عاشق دل سے ہے چاکر محمدؐ کا	۰۱۶

حضرت جبریل دیں کھونکر نشان محمود کا — عرش اور کرسی کے سر پر ہے مکان محمود کا
ایک اسی مخلوق کے قالب میں ہے خلقت کا جسم — میم کی گھونگھٹ کا نقشہ ہے جہان محمود کا
دائرہ قوسین کا نکلا دہن سے میم کے — یعنی ہے نقش زمین و آسماں محمود کا
سِرّ بیچوں روحِ احمدؐ سے ہوا ہے نامزد — کون ہے کیجئے تصور جانِ جاں محمود کا
احمد و ذاتِ احد میں عشق کا نقطہ جو ہے — کُنتُ کَنزاً سے ہویدا ہے بیاں محمود کا
چار عنصر ہے حقیقت سے محمدؐ کی عیاں — شکل انساں میں سراپا ہے نہاں محمود کا
ذات بیچوں کی صفت ہے خاص احمدؐ کی زباں — قل ہو اللہ ہے کلامِ دُر فشاں محمود کا
منَ رانی سے پڑھی ہے میں نے یہ تفسیر خود — صاف وجہ اللہ سے ہے چہرہ عیاں محمود کا
نقشبندی سہروردی قادری چشتی تمام — واسطہ رکھتے ہیں اپنے درمیاں محمود کا

حضرتِ آدم سے اب تک منزلِ مقصود پر
بس رہا ہے جا کے ہر اک کارواں محمود کا

فہم میں اپنی ہر اک نازاں ہے پر اپنے سوا
جانتا ہے ہر کوئی رتبہ کہاں محمود کا

ذات سے اللہ کی ملتا ہے اس کا سلسلہ
ہے جُدا آدم سے والا دودماں محمود کا

اس کے نورانی نسب کی تم کو گر دریافت ہے
پوچھئے مجھ سے کہ ہوں میں رمزداں محمود کا

ہے جو مجھ کو فخر حاصل اُس پر یہ بُرہان ہے
ہوں میں اک درویش عالی خاندان محمود کا

یہاں سَقَاہُم رَبُّہُم کی بکتی ہے کہنہ شراب
پی کے دیکھو جُرعہ جام دکان محمود کا

۱۱	حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا ہے تو عاشق اب ہرگز نہ کر ترک آستان محمود کا	۵

معلّیٰ سب سے ہے درجہ معین الدین چشتی کا
بیان کیا کیجئے رتبہ معین الدین چشتی کا

دکھائی دیتی ہے مجھ کو جو اُن میں شان مولیٰ کی
بنا ہوں دل سے میں بندہ معین الدین چشتی کا

چلو اجمیر کو یارو شتابی یثرب و بطحا
ہمارے حق میں ہے روضہ معین الدین چشتی کا

اگر ہوتا میں ظل اللہ نہ ایسا مرتبہ پاتا
جو ہے سر پر میرے سایہ معین الدین چشتی کا

سہارا دوسرا کا ڈھونڈھتے ہیں ہم سے کب آزاد
ہمیں کافی ہے اب تکیہ معین الدین چشتی کا

جو پایا چرخ نے پایا ہو کب گنبد سے ہم پایا
ہے مطلق اوج پر پایا معین الدین چشتی کا

غنی ہیں اس قدر اب ہم جو کچھ چاہو سو لو ہم سے
ہے اپنے پاس سرمایہ معین الدین چشتی کا

عقیدت جس کو ہو دل سے چلا آئے وہ خلوت میں
کھلا رہتا ہے دروازہ معین الدین چشتی کا

کسی کو رویتِ حق کی اگر ہے آرزو دل میں
وہ دیکھے مصحفِ چہرہ معین الدین چشتی کا

ہر اک راز اُن کا سربستہ ہر اک پر کس طرح وا ہو
نہیں ہے سہل کچھ عُقدہ معین الدین چشتی کا

٦

عبادت اور نماز اپنی یہی ہے عاشقِ انجھ کو
تصوّر ہے جو ہر لحظہ معین الدینؒ چشتی کا

١١

میرا دل ہے جو میخانہ معین الدین چشتیؒ کا
میں ہوں سرشار و مستانہ معین الدین چشتیؒ کا

نکل کر عقل خود سر سے میرے اب کرتی ہے باتیں
ہوا ہوں میں جو دیوانہ معین الدین چشتیؒ کا

صنم کی صورت آتی ہے نظر پتلی میں جو اپنی
بنی ہے آنکھ بت خانہ معین الدین چشتیؒ کا

میں شمع جان پر اُن کی دل جلاتا ہوں محبت میں
جو کہلاتا ہوں پروانہ معین الدین چشتیؒ کا

کہاں ہے مرتبہ کعبے کو اس کے سامنے باللہ
بنے جب عرش کاشانہ معین الدین چشتیؒ کا

کھڑے ہیں اولیا سارے مؤدب ہو کے خدمت میں
ہے کیا دربار شاہانہ معین الدین چشتیؒ کا

رگِ جاں نے قلم بن کر لکھا خون کی سیاہی سے
میرے سینہ پہ افسانہ معین الدین چشتیؒ کا

نکل کر شاہدِ مطلق حجابِ بیخودی سے خود
بنا کیا خوب جانانہ معین الدین چشتیؒ کا

جو عشقِ لامکاں نے خود کی اپنی خانہ بربادی
ہوا آباد ویرانہ معین الدین چشتیؒ کا

جو اللہ کے الف نے پیچ زلف جاں میں ڈالے ہیں
اُسے درکار ہے شانہ معین الدین چشتیؒ کا

٧

شہنشاہ جہاں کو رشک کیونکر سر پہ عاشق کے
جو ہے تاج گدایانہ معین الدینؒ چشتی کا

١٧

جان میں ہے کھیل سارا خواجۂ اجمیر کا
دیکھ لے دل میں تماشہ خواجۂ اجمیر کا

گنبدِ سر میں ہمارے جب سے ہے وہ جلوہ گر
میم کا حلقہ ہے حجرہ خواجۂ اجمیر کا

ہے سخن بے صوت اُسکا کہہ رہا ہے جبرئیل
وحی میں ہے راز اخفا خواجۂ اجمیر کا

جسم و جاں میں تو معین الدینؒ کے گم ہو کر سمجھ
کون ہے اِسم و مسمّٰی خواجۂ اجمیر کا

آئینہ میں عبدیت کے کر نظر صانع حبیب کا عکس
چہرہ مولیٰ کا ہے چہرہ خواجۂ اجمیر کا

اس کی ہستی ہے حقیقت سے محمّد کی عیاں
کب چھپا ہے ہم پہ رتبہ خواجۂ اجمیر کا

وجد نے اس کے جہاں کو کر دیا ہے نامور
ہے بڑا سب کو وسیلہ خواجۂ اجمیر کا

ہند کا کعبہ بنی ہے جب سے اُس کی بارگاہ
ہے مدینہ اپنا روضہ خواجۂ اجمیر کا

عشق کے خیّاط نے سی کر پہنایا ہے اُسے
جسم اللہ کا ہے جامہ خواجۂ اجمیر کا

ظلِ سبحانی سے بڑھ کر فقر میں عظمت جو ہے
ہے ہمارے سر پہ سایہ خواجۂ اجمیر کا

خاندانِ چشت کی جو گرم بازاری ہے اب
خوش خریدی کا ہے سودا خواجۂ اجمیر کا

ڈوبتے ہیں اس میں سارے آشنائے معرفت
موج زن ایسا ہے دریا خواجۂ اجمیر کا

ہے پرے عرشِ بریں کے خود معلق اسکا قصر
لامکاں ہے آج تکیہ خواجۂ اجمیر کا

اُس کے نظارہ کے آگے ہوئیگا کس کو فروغ
مہر سا سب جا ہے جلوہ خواجۂ اجمیر کا

خرقِ عادات اس کے جاری آج تک ہیں خلق میں
روز ہے اعجاز تازہ خواجۂ اجمیر کا

تابع فرماں ہیں اُس کے اولیائے خاص و عام
سب پہ ہے اب حکم بالا خواجۂ اجمیر کا

٨

بے نوا بنکر ہوا ہے تارکُ الدنیا جو اب
کیوں نہ عاشق ہوئے پیارا خواجۂ اجمیر کا

١١

جس جا پہ لامکاں تھا مکین جو دعیاں نہ تھا
دیوار و در کا سطح عدم پر نشان نہ تھا

آئیں گے ہم عدم سے یہاں یہ گماں نہ تھا
ہستی کا کچھ خیال کسی کو وہاں نہ تھا

خود باغبانِ گلشن بیچوں تھا بے پتہ
گل تھا نہ عندلیب تھی یہاں گلستاں نہ تھا

پائی عدم میں یار کے لائق نہ اور چیز
اس عشق کے سوا کوئی اور ارمغاں نہ تھا

لاکھوں مسافرانِ عدم کوچ کر گئے
اُن کے لئے قیام سرا جاوداں نہ تھا

نکلا حباب بحر سے تو آسماں بنا
سطح زمین پہ پہلے کوئی سائباں نہ تھا

معبود و عبد کا ہے حقیقت میں اک وجود
پایا جو خود کو غیر کوئی درمیاں نہ تھا

بیت الحرم میں جا کے رہا شیخ کس لیئے
کعبہ ہی خاص طالب حق کا مکاں نہ تھا

خود لامکاں میں گونجتی تھی صوت ذات کی
جس دم زبانِ نَے پہ یہ شور و فغاں نہ تھا

ہنستا تھا ہم پہ یار تو روتے تھے اُس پہ ہم
تھے دونوں کام خوب کوئی رائیگاں نہ تھا

۱۱	عاشق کو عشق بس ہے ترا اے معین دین ڈھونڈا جو اُس نے تجھ سا بزرگ زماں نہ تھا	۹

مئے سے الست کی ہے خم دِل بھرا ہوا
قالو بلیٰ کا جام ہے منہ سے لگا ہوا

جنت کا اشتیاق نہ دوزخ کا خوف ہے
عاشق کو ہے مقام کہاں جب فنا ہوا

یوں مضطرب جو دل ہے اسے کس کا درد ہے
کرتا نہیں علاج مسیحا کو کیا ہوا

کس کی مجال ہے جو پڑھے سرنوشت عشق
ہے یہ طلسم یارِ شکستہ لکھا ہوا

ہے لامکاں خدا تو مقام اس کا ہے کہاں
کس کے لئے یہ کعبۂ دل ہے بنا ہوا

ہر دم میں آتی ہے جو ہو اللہ کی ہوا
سینہ میں باغِ دل کا ہے غنچہ کھلا ہوا

موسیٰ سے بڑھ کے دیکھیں جو ہم نے تجلیاں
ہے کوہ طور سا جگر اپنا جلا ہوا

پہچانا اپنے نفس کو میں نے کھلا یہ بھید
صورت میں ہر بشر کی خدا ہے چھپا ہوا

سارے طبیب بھول گئے اپنی حکمتیں
کیسا یہ دردِ عشق ہے جو لا دوا ہوا

اللہ کے جو ساتھ نکلتی ہے۔ دل سے آہ
ہے عاشقوں پہ رازِ یہ مخفی کھلا ہوا

۱۳	برتر ہے رتبہ اس کا شہنشاہِ عصر سے خواجہ معینؒ دین کا جو عاشق گدا ہوا	۱۰

عشق کا باغ احد میں جب شجر پیدا ہوا
نور احمد کا بنا اُس سے ثمر پیدا ہوا

آئینہ وحدت کا آیا ہاتھ میں جب یار کے
دیکھنے کو اپنے مانند بشر پیدا ہوا

رات دن خدمت گزاری میں جو دل مصروف ہے
کب ہو فرصت اس کو جب یار اسکے گھر پیدا ہوا

چشم بینائی نورِ ذات موسیٰ کو نہ تھی
جل کے طور اِس کے لیئے کحل البصر پیدا ہوا

دیر میں پہنچا جو میں فرہاد بن کر اے صنم
جان شیریں کو میرے عشقِ حجر پیدا ہوا

اے صنم ماتھے پہ میرے قشقہ صندل کا لگا
عشق میں تیرے یہ تازہ دردِ سر پیدا ہوا

وصل میں رب ہے، نہ بندہ ہے مقام غور ہے
عاشقو دیکھو کہ یہ رازِ دگر پیدا ہوا

یار کا نور تجلی ہے جو دل میں جلوہ گر
اس لیئے اے عاشقو سوزِ جگر پیدا ہوا

دل کے بوتہ میں رکھی ہے میں نے جو اکسیرِ عشق
کیمیا کا ذات میں میری اثر پیدا ہوا

ابر نیساں بن گیا عشق صدف میں یار جب
چشم گریاں سے میرے لولوئے تر پیدا ہوا

لامکاں ہے جو قدیمی گھر وہاں جائینگے ہم
صرف دو دن ہی یہاں اپنا مقر پیدا ہوا

مجرم الفت ہوا ملکِ عدم میں یار جب
یہ سزا میں اُس کے ہستی کا سفر پیدا ہوا

۹	کیوں نہ اے عاشق تو پہنچے منزلِ مقصود کو جب معین الدینؒ سا تیرا راہبر پیدا ہوا	۱۱

وہ یار جب کہ قالب انسان میں آگیا
پوشیدہ جو کہ تھا وہ سب امکان میں آگیا

مجھ کو ہوا جو عشق تو اس جرم کے سبب
ملکِ عدم سے ہستی کے زنداں میں آگیا

دیکھے طلسم دہر کے قدرت کی آنکھ سے
جس دم وہ یار دیدۂ حیران میں آگیا

نیرنگی چمن پہ نہ ہو زار عندلیب
سنبل کا جو ہے رنگ وہ ریحاں میں آگیا

اے برہمن تو شیخ بنا کیوں یہ کیا ہے بھید
ہنود میں کون تھا جو مسلماں میں آگیا

نیساں میں تھا وہی جو صدف سے کیا ظہور
قطرہ جو یم میں تھا دُرِ غلطاں میں آگیا

بیمار بھی تھا آپ مسیحا بھی آپ تھا
اچھا ہوا جو صحت و درماں میں آگیا

اے یار تجھ میں پاتا ہوں ہر اک کو میں کہ تو
ہو کر فقیر درگۂ سلطاں میں آگیا

۱۲

عاشق ہوا جو آپ کا میں اے معین دینؒ
آزاد بن کے مشربِ رنداں میں آگیا

۱۱

خانۂ دل میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
یار پہلو میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مستعد یار کھڑا تھا مجھے معلوم نہ تھا
کُن کا کُل عقدہ کھلا تھا مجھے معلوم نہ تھا

یار کو عشق ہوا تھا مجھے معلوم نہ تھا
اپنا یوں نشو و نما تھا مجھے معلوم نہ تھا

ذات میں رب احد کی جو تھا احمد کا وجود
نکتہ وحدت کا بڑا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے انسان کی ہستی میں فنا دیکھ لیا
یار خود جلوہ نما تھا مجھے معلوم نہ تھا

خط تقدیر میں معدوم ہے اپنی ہستی
یار نے یوں ہی لکھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

دام میں عشق کے پھنس پھنس کے مرا طائر جان
قفسِ تن میں رہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

صورتِ یار کا جو نور نظر آتا ہے
آئینہ خود وہ بنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں تماشے کو جہاں کے جو عدم سے پہنچا
پیشوا پیکِ قضا تھا مجھے معلوم نہ تھا

دست بوسی کے عوض تھا مرے خون کا سامان
ہاتھ پر رنگِ حنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

۱۳ | حضرت خواجہ چشتی معین الدینؒ خود
دل میں عاشق کے بسا تھا مجھے معلوم نہ تھا | ۱۱

سینہ ہے باب علم شہہ بوتراب کا
عنوان دل پہ نقش ہے اُم الکتاب کا

موسیٰؑ بھی بیقرار تھا جب طور جل گیا
چمکا جو نور احمدؐ وحدت مآب کا

مجھ میں نہاں ہے یار عیاں ہوں میں یار میں
خلوت ہے خاص کچھ نہیں پردہ حجاب کا

اعمال اپنے ہو گئے محسوب یار سب
اندیشہ ہم کو کچھ نہیں یُوم الحِساب کا

حبس دم کے بحر واحدیت موج زن ہوا
قائم ہوا سپہر اُسی کے حباب کا

پہلو میں اپنے رہتا ہے بیدار اپنا دوست
دل کو خیال ہے نہیں آرام و خواب کا

کانوں میں اپنے گونجتی ہے صوتِ بیخودی
کرتا ہے مست نغمہ جو چنگ درباب کا

لختِ جگر جو کھاتے ہیں پیتے ہیں خونِ دل
ہے ذائقہ اُس میں شراب و کباب کا

ہے منکر و نکیر کی صورت جو یار کی
ہے خاتمہ بخیر سوال و جواب کا

ہو گا فنا یہ کالبد خاکی اپنا جب
کِس پر کھلے گا حال ثواب و عذاب کا

۱۴ | خواجہ معین الدینؒ کا جو عاشق فقیر ہے
کاسہ ہے اُس کے ہاتھ میں اب آفتاب کا | ۱۳

طاق ابرو میں ترے سر کو جھکانا اچھا
عشق کے دین میں عاشق کو ہے آنا اچھا

اِس سے بہتر نہیں دنیا میں حلاوت کچھ اور
عِشق میں یار کے ہے دل کا لگانا اچھا

ہم نشین ہوں میں ترا مجھ کو بتا بھید اپنا
یار سے اپنے نہیں راز چھپانا اچھا

اے صنم شرک ہے اپنے کو سمجھنا بندہ
ذات میں حق کی ہے اپنے کو مٹانا اچھا

نرد بازئ جفا دیکھ کے اس کی ایجان
تو کہیں نقد وفا مار نہ جانا اچھا

بادۂ عشق سے کچھ مجھ میں نہیں ہوش و حواس
ساقیا مجھ کو نہیں مئے کا پلانا اچھا

نفس و دل کی جو گفتار ہے کانوں کو پسند
نغمہ توحید کا ہے ان کو سنانا اچھا

دیدۂ یار میں خود مردمک اپنی ہے عیاں
آنکھ کا ہم کو نہیں سب سے لڑانا اچھا

چھوڑ کر خلد جو برباد ہوئے ہیں ہم
لامکاں سے نہیں اب اور ٹھکانا اچھا

بیخودی ہوتی ہے گانے سے جو مجھ کو زاہد
کیوں نہ سمجھوں میں ہو گا نہیں یہ گانا اچھا

مجھ کو منظور ہے ہر حال میں تسلیم و رضا
حق میں میرے ہے ترا یار ستانا اچھا

اے نکیرین میں سوتا ہوں فنا ہو کر خود
دیکھ لوں گا مجھے تم آکے اٹھانا اچھا

۱۵	حضرتِ خواجۂ چشتی کا نہیں ہے ہمسر عاشقِ زار کو اُن کا ہی کہانا اچھا	۱۹

کیا کہوں شاہِ عرب ربُّ العلیٰ کیونکر ہوا
سوچئے کچھ تو ذرا بندہ خدا کیوں کر ہوا

اے مسلمانو کرو اثبات وحدت جا بجا
کلمۂ طیّب میں داخل نفظ لا کیوں کر ہوا

جس کو سب کہتے ہیں بیچوں ہے وہ اک سرِ نہاں
اے دلِ عارف یہ عقدہ تجھ پہ وا کیوں کر ہوا

صورتِ موجود مطلق میں ہوا خود ہی عیاں
احمدِ بے میم احد سے پھر جدا کیوں کر ہوا

یارِ مطلق لاو بالی ہے جو کہتے ہیں سبھی
پھر عدم میں وہ ہمارا آشنا کیوں کر ہوا

عاشق و معشوق کی صورت نظر آتی ہے اک
اپنا آپ ہی وہ صنم پھر مبتلا کیوں کر ہوا

نقش یا ہو کا جو نکلا ہو گیا سب زنگ دور
دل کے آئینہ پر ایسا مصقلا کیونکر ہوا

صوت دلبر کی کدھر سے آرہی ہے کچھ تو کچھ
شبد تیرا اے زباں یہاں ناطقا کیوں کر ہوا

عشق کے پھندے میں آکر ہو گیا تھا مفت قید
مرغِ جان تن کے قفس سے خود رہا کیوں کر ہوا

سنگِ اسود کی پرستش کو چلا ہے شیخ بھی
کافر و کعبہ میں پیدا بتکدا کیوں کر ہوا

چشمِ موسیٰ میں اگر بینائی دیدار تھی
جل کے کوہ طور اس کا توتیا کیوں کر ہوا

ربِ مطلق گر ترا حق ہے تو کہدے مجھ سے شیخ
بے زباں کے لب پہ جاری لن ترانی کیوں کر ہوا

آپ کہتے ہیں کہ واحد کلِّ شئے پر ہے محیط
ہم کو سمجھا دو کھلا اک جا بجا کیوں کر ہوا

لامکاں میں حق کو ڈھونڈا تو نہ پایا کچھ نشان
خانۂ دل میں وہ پھر جلوہ نما کیوں کر ہوا

صفر ہی پاتے ہیں تینوں مرتبوں میں کیا ہے بھید
ایک سے دو اور دو سے تیسرا کیوں کر ہوا

ایک دم کے تار پر ساری خدائی کا ہے کھیل
اے تماشا بین یہہ ظاہر شعبدا کیوں کر ہوا

خوابِ غفلت سے جو چونکا تو عدم آیا نظر
مجھ کو حیرت ہے کہ یہاں میر القا کیوں کر ہوا

بحر میں قطرہ گرا جب خود ہی دریا بن گیا
مل گیا پانی سے پانی وہ فنا کیوں کر ہوا

۱۶

حضرتِ خواجہ معین الدینؒ سے پوچھو واصلو
عاشق صادق تمہارا بینوا کیوں کر ہوا

۱۱

خواب سے جو دفعتاً یار میرا چونک اٹھا
کیسی تھی آواز کن فیکون سے ہوا

عشق کی بھڑکی جو آگ نور کے شعلے سے صاف
جب جلا لامکاں آپ وہ یہاں آگیا

قصۂ میثاق سب ہم سے کہا یار نے
یاد ہے روز الست اور وہ قالوا بلیٰ

تھی جو خوشی وصل کی ہجر کے صدمے سہے
ہو گئی خلوت تو کیا جب وہ نہ اور میں رہا

من عرف اے جان تو نے پڑھا ہے اگر
دیکھ لے فی نفسہ اصل ہے ذات خدا

دو کا ہی میدان ہے سب پہنچی نظر جس جگہ
ظاہر و باطن تری ہیں نے سنی ہے صدا

برہمن و شیخ کو دیر و حرم سے ہے کام
بیٹھ رہوں گا میں وہاں یار جہاں تو ملا

کہہ نہیں سکتا ہوں دل میں جو کچھ ہے میرے
سکتے کے آزار میں یار ہوں میں مبتلا

بیخود و سرمست ہم کیوں نہ رہیں ساقیا
عشق کا جام شراب رہتا ہے منہ سے لگا

شہرِ خموشاں کو ہم دیکھ کے ہوتے ہیں خوش
کیونکہ ہے کنج لحد اپنا ٹھکانا سدا

۱۷ خواجۂ چشتیؒ ترا کیوں نہ ہو عاشق جہاں
شاہ و گدا کا ہے تو خلق میں مشکل کشا ۲۳

خدا کو تو چاہے ہے اگر دیکھ لینا
وہیں مجھ کو بھر کر نظر دیکھ لینا

عیاں تجھ پہ ہو کس طرح سرِ بیچوں
ہے اُس کا غلط سر بسر دیکھ لینا

ہیں شکلیں تو ہجدہ ہزار اس جہاں میں
ہے کس رخ میں شکل بشر دیکھ لینا

ہے آئینۂ نور میں عکسِ عالم
نظر کر کے قرصِ قمر دیکھ لینا

طلب من عرف کی اگر تجھ کو ہووے
مرادم میں کسب و ہنر دیکھ لینا

میرا سینہ ہے خاص وادئ ایمن
تجلئ طور جگر دیکھ لینا

انا الحق جو کہتا ہوں منصور ہوں میں
میرا سر ہے خود دار پر دیکھ لینا

پرے عرش کے جب گذر ہو تمہارا
میرا لامکاں میں ہے گھر دیکھ لینا

صنم بتکدہ میں خدا ہوں حرم میں
ہے جلوہ میرا در بدر دیکھ لینا

میرے لوحِ دل پر جو کندہ ہے یا ہو
وہ ہے مثلِ نقشِ حجر دیکھ لینا

میرے مصحفِ رخ پہ خط ہیں جو پیدا
ہیں قرآن کے زیر و زبر دیکھ لینا

نِکلتا ہے بن ٹھن کے کس کس طرح سے
سخن کا میرے کرّ و فر دیکھ لینا

دکھاتا ہوں خلوت تجھے انجمن میں
وطن میں تو کر کے سفر دیکھ لینا

ہے ساری خدائی میں مخلوق ایک ہی
میرے رمز کو سوچ کر دیکھ لینا

نکلتی ہے یہ کس کی آواز ہم سے
ذرا دل سے اے بے خبر دیکھ لینا

مُذلِ بھی ہمیں اور ہادی ہمیں ہیں
ہے اپنے میں خود خیر و شر دیکھ لینا

ہے دریا میں قطرہ تو قطرہ میں دریا
ہے یَم دُر میں یم میں گھر دیکھ لینا

ترے تخم سر سے جو بیخیں ہیں پیدا
تو اپنے کو اُلٹا شجر دیکھ لینا

جو سمجھے رہیں تر دامنی عین رحمت
تو عاشق ہیں بے خطر دیکھ لینا

ٹپکتا ہے آنکھوں سے خون اشک بن کر
میرے درد دل کا اثر دیکھ لینا

فنا کرتے ہیں تجھ کو ہم اس طرح سے
نہیں اس میں مطلق ضرر دیکھ لینا

نظر کر تعیّن کے باہر ہے جنت
معیّن کے اندر سقر دیکھ لینا

۱۸	میں ہوں عاشق صادق خواجہ چشتؒ میری ہر نفس چشم تر دیکھ لیتا	۱۱

ہے کعبہ کے بتوں کو رشک میرے دل کے معبد کا
جو میں ہر ایک دم کرتا ہوں پوجا شکل احمدؐ کا

احد تم جس کو کہتے ہو وہی ہے احمدؐ بے میم
سمجھ لو پیر کامل سے ہے کیا رتبہ محمدؐ کا

ملی ہے نعمت اس کو ہی جہاں میں خاص بیچونکی
ہوا ہے منکشف جس پر سراسر راز سرمدّ کا

عدم سے تم جو نکلے ہو تمہاری شکل کیا تھی واں
یہاں کیوں آئے کہیئے تو سبب کچھ اپنی آمد کا

جناب بحر وحدت خود کھڑا ہے آسمان بنکر
تماشا دیکھتا ہوں میں عجب زرّین گنبد کا

حقیقت دانۂ گندم کی کیونکر ہو عیاں سب پر
نہاں ہے ماجرا سارا ہمارے جد امجد کا

فقیر اور زاہد ناداں عبث تکرار کرتے ہیں
عدم میں کب نشان ہے جنت و دوزخ کی سرحد کا

فسانہ عشق بیچونکا نظر کر کے جو روتا ہوں
میں نغمہ سن رہا ہوں بلبل روح مقید کا

سوا حکم صنم کے کچھ نہیں ہوتی مجھے جنبش
ہے معشوق آپ ذمہ دار میرے نیک اور بد کا

بھلا کس کو سناؤں میں معمے سر وحدت کے
نہیں کھولا کسی نے عقدہ میرے دل کے مقصد کا

۱۹	بنا ہے ہند کا کعبہ تو لاے خواجہ معین الدینؒ مطوف دل سے ہے عاشق تمہاری خاص مرقد کا	۱۱

اے ناخدائے مطلق ہے سب ظہور تیرا
دریائے کنت کنز اپر ہے عبور تیرا

واللیل و والضحیٰ کی کہتا ہوں کھا کے قسمیں
شمس و قمر کے رخ سے پیدا ہے نور تیرا

نزدیک ہے بہت تو شہ رگ سے اپنی ہر دم
ہاں نحن اقرب کا مطلب ہے دور تیرا

نعمت انا کی مطلق ہاتھ آگئی ہے اپنے
سر میں سما گیا ہے پیارے غرور تیرا

خلوت سے تیری دم بھر ہم کو نہیں رہائی
دن رات اپنے آگے ہے خود حضور تیرا

آنکھوں میں عاشقوں کی مازاغ کا ہے سرمہ
موسیٰ ہی کے لئے ہے ہاں کوہ طور تیرا

جنت کا باغ اپنے زیر قدم ہے اس جا
ہے ٹھوکروں میں جسم اے غلمان و حور تیرا

عشاق سو رہے ہیں ہو ہو کے تجھ میں فانی
کس کام کا ہے ان کے روز نشور تیرا

الٹے نگر میں تیرے سید حا ئل نہیں ہے
ہو گا یہ راج چوپٹ اکدن ضرور تیرا

ہر دم گنہ پر اپنے نازاں جو ہو رہے ہیں
پیش نظر ہے اپنے نام غفور تیرا

۲۰	عاشق معین دین کا ہے سرمدی کی پیکر رکھتا ہے سر میں اپنے کیف و سرور تیرا	۱۹

قصرِ تن میں میرے موجود ہے پایہ تیرا
گھر کی کرسی ہے میری عرشِ معلیٰ تیرا

کر کے بند آنکھ جو میں صوت و صدا سنتا ہوں
محو کرتا ہے مجھے وصل کا نغمہ تیرا

کھوج میں تیرے ہوا گم تو ہوا یہ ظاہر
خانۂ دل میں میرے خاص ہے حجرا تیرا

آئینہ خانۂ دنیا میں نہیں غیر کوئی
شش جہت سے ہے فقط عکس ہویدا تیرا

گنجِ مخفی میں چھپا کر جو رکھا تھا مجھ کو
یاد آتا ہے وہ اب یار زمانہ تیرا

دوسرا کون ہے اک تیرے سوا عالم میں
تو ہی مولا ہے خود اور تو ہی ہے بندہ تیرا

تیری ہستی سے جدا کب ہے میرا نشو و نما
ہر نفس ذات کو میری ہے سہارا تیرا

دام میں حرص و ہوا کے جو پھنسا تو آ کر
یک بیک ہو گیا خود تجھ کو ہے دھوکا تیرا

تو جو آیا ہے یہاں شکل بنا کر میری
ایسا آتا ہے کیسے روپ بدلنا تیرا

جانِ بے جسم ہے تو جھوٹ کہوں میں کیونکر
میرے قالب سے نمایاں ہے سراپا تیرا

پھوڑ دوں آنکھ دوئی کی جو کرے کچھ دعویٰ
چشم سے اپنی تو کرتا ہے نظارا تیرا

جب منڈھی آنکھ میری صاف نظر آیا تو
روزنِ دل ہے میرا صاف جھروکا تیرا

آنکھ موسیٰ کو کہاں تھی جو تجلّی دیکھے
مردمک میں میری ہر وقت ہے جلوہ تیرا

کُن کا ہمراز جو ہوں ہاں میں وہی ہمدم ہوں
مجھ سے مطلق نہیں اک بھید بھی اخفا تیرا

نحنُ اقرب کے بیاں کرنے کا کس کو ہے دماغ
ہاں یہ دشوار سراسر ہے معمّا تیرا

تو جہاں میں نظر آتا ہے جہاں ہے تجھ میں
بن گیا ہے یہ عجب تو ہی تماشا تیرا

میں ہوں گمنام نشاں کب ہے میرا خلقت میں
اسم سے میرے ہے موجود مسمّیٰ تیرا

یا ممیتُ میں فنا ہو کے جو میں نے دیکھا
حیِّ مطلق ہے تو بس نام ہے زندہ تیرا

۲۱	خواجۂ چشتؒ کا مشہور ہے جو دیوانہ ہے وہ اس عہد میں اک عاشقِ شیدا تیرا	۱۳

ملے گا وصلِ مطلق میں کہاں نام و نشاں اپنا
فنائی جسم میں باقی ہے صرف اک جانِ جاں اپنا

وجودِ رب میں آپ ہی ہم یہی ایمان ہمارا ہے
جو سمجھیں غیر خالق ہیں پتہ ہے جو پھر کہاں اپنا

جو ہر دم ہمکلامی آپ سے اپنے کو ہے ہر دم
کہیں ہم راز یہ کیونکر کہ ہے بسملہ وہاں اپنا

محمدؐ میں فنا ہیں ہم جو ہم کو وحی آتی ہے
سخن کرتا ہے خود اپنے سے یارِ بے زباں اپنا

ہے ذات اللہ کی مخفی یہ کہنا کفر ہے ہم کو
ہو الظاہر کے مطلب سے خدا کب ہے نہاں اپنا

خودی اپنی فنا کر کے خدا سے مل گئے ہیں ہم
ملیں گے حق سے کہتے تھے غلط تھا یہ گماں اپنا

خدائی ہم سے پیدا ہے عیاں ہے ہم سے سب عالم
نہ ہے رنگِ زمانہ ہم ہے سب رنگِ جہاں اپنا

ہوا ہے جذبۂ مطلق جو غل ہا ہو کا کرتے ہیں
الوہیت تلک پہنچا ہے ہاں شور و فغاں اپنا

تمنائے قصرِ جنت کی نہ کر اے زاہدِ ناداں
عدم کا کوچہ ویراں ہے کہاں ہے وہاں مکاں اپنا

بنا ہُو سے لہُو جس دم سمایا آپ کے نطفہ میں
ہے نور جس کا چشمہ یہی خونِ رواں اپنا

نہ کوئی کام دنیا میں نہ کوئی شغلِ عقبیٰ ہیں
ہے مقصد دل کا باقی کچھ نہ یہاں اپنا نہ وہاں اپنا

زلیخا بن کے چاہیں تو ملے گا کچھ سراغ اس کا
فقط اک چاہ میں یوسف کی گم ہے کارواں اپنا

۲۲	معین الدین چشتیؒ کا جو ہوں میں عاشقِ صادق سمجھتے ہیں مجھے ہاں دل سے شاہِ خواجگان اپنا	۱۷

صورت میں خدا کی جو پیمبر نظر آیا
مخلوق میں، خود خالقِ اکبر نظر آیا

جب قطرۂ نیساں میں سمندر نظر آیا
دریا کو سمیٹا ہوا گوہر نظر آیا

ہاں لحمک لحمی کی حدیثِ نبوی سے
اک ہمدم احمدؐ مجھے حیدرؓ نظر آیا

جب سرمۂ مازاغ سے آنکھیں ہوئیں روشن
ہمشکلِ عرض آپ ہی جو ہر نظر آیا

ہے یونہ دل میں جو میرے عشق کی آتش
خود سینۂ پرسوز میں زرگر نظر آیا

زُنّار کو اسلام کی پہنا ہوا بیدین
اس بتکدۂ دہر میں ہر ہر نظر آیا

کاسی گئے ہندو تو مسلمان چلے کعبہ
کیا اپنا صنم وہاں انہیں پتھر نظر آیا

عشاق کو مطلب نہیں کچھ دیر و حرم سے
ہر اک کا خدا یہاں انہیں گھر گھر نظر آیا

گرداب میں الفت کے جو ڈوبے ترے عاشق
اس قلزمِ زخّار میں چکر نظر آیا

تفسیر کو قرآن کی اک نقطہ ہی بس تھا
کس عالمِ نادان کا یہ دفتر نظر آیا

ناظر جو ترے مصحفِ رخ کے ہیں تو ہمکو
اک سورۂ اخلاص ہی ازبر نظر آیا

جب کشف ہوا مجھ کو تو ناموں سے صنم کے
اک اسم ہی ہو کا مرے دل پر نظر آیا

بندہ کو نہ کس وجہ سے اللہ کہیں ہم
بیچوں کا ہمیں خاص یہ مظہر نظر آیا

ظلمات کے ہم چشمہ پہ لیجائیں کسے اب
اِس عصر میں ہم کو نہ سکندر نظر آیا

اُس مطربِ خوش صوت کو طنبور ہیکے خاطر
کیا صورتِ علمی میں مرا سر نظر آیا

پریوں نے دکھایا جو مجھے تختِ طلسمات
ہاں سر پہ ہر اک دیو کے اندر نظر آیا

۲۳
اے خواجۂ اجمیرؒ ترا عاشقِ مطلق
اس وقت کا آزاد و قلندر نظر آیا
۱۷

میں سُن کر مست ہوں نغمہ کسی کا
سُہانا دل کو ہے گانا کسی کا -

میرے اس تارِ دم کو چھیڑ مطرب
ہے اس میں نغمۂ ہو ہا کسی کا

طلسم غیب ہے سر میں ہمارے — سدا بجتا ہے طنبورہ کسی کا
صدائے صوت ہے جو اپنے دل کی — ہے اِس میں شور اور غوغا کسی کا
محیط اک صوت ہے جو دو جہاں پر — یہ ہے اسرار در پردہ کسی کا
ستارہ اِس جسم کا ہے تین کھونٹ — ہے اُس میں تارِ سربستہ کسی کا
جو ہے مضراب دل سے چھیڑ جاں میں — بسا ہے آگے سازندہ کسی کا
ہمیں بھاتا ہے یہ گانا بجانا — دلِ شیدا ہے آشفتہ کسی کا
غزل اِس رمز کی میں نے جو لکھی — سخن تھا دل میں رندانہ کسی کا
دوگانہ چھوڑ کر گانا سنو تم — ذرا تو مان لو کہنا کسی کا
عبادت ہے یہی سب چشتیوں کی — یہ حق ہے شیخ فرمودہ کسی کا
نمازِ روح میں ہے جمع خاطر — نہیں آتا ہے اندیشہ کسی کا
صدا اُن کی مزامیروں میں سُنیے — نہیں آوازِ بیہودہ کسی کا
ذرا تم پیر کامل سے سمجھ لو — ہے مخفی راگ میں نکتہ کسی کا
سنا ہے چشتیوں کی بزم کا راگ — ہوا بے ہوش مستانہ کسی کا
جو رو رو کر ہوئے عشاق سرمست — ہے اِس نغمہ میں افسانہ کسی کا

۲۴	معین الدین چشتیؒ کے سوا اب نہیں عاشق ہے دیوانہ کسی کا	۱۱

خاتمے پر کلام ہے اپنا — کام ہی بس تمام ہے اپنا
لامکاں جو مقام ہے اپنا — وہی دار السلام ہے اپنا

کاروانِ عدم کے ہیں ہم لوگ
اس سرا میں قیام ہے اپنا

دے دو پیکِ اجل کو یہ مژدہ
کوچ اب صبح و شام ہے اپنا

کعبہ جانے سے ہم کو کیا مطلب
دل ہی بیت الحرام ہے اپنا

بتکدہ سے نہیں ہمیں انکار
وہ صنم حب کہ رام ہے اپنا

کب سروکار ہے زمانہ سے
خاص دلبر سے کام ہے اپنا

خلوتِ یار میں چلے آؤ
صرف وہاں اہتمام ہے اپنا

ہے وہی بندہ جو کہ مولیٰ ہے
آپ صاحب غلام ہے اپنا

ساقیا چل گئے ہیں ہم سرمست
جب سے گردش میں جام ہے اپنا

٢٥	خواجۂ چشت رح کے مریدوں میں عاشق اب نیک نام ہے اپنا	١٩

دل پھر اس بت کا گرفتار ہوا خوب ہوا
مجھ کو پھر عشق کا آزار ہوا خوب ہوا

تیرے سودے کے لئے ملکِ عدم سے آکر
خود میں رسوا سرِ بازار ہوا خوب ہوا

وہ جو بے چین تھا آرام کہاں تھا مجھ کو
دل میرا مجھ ہی سے بیزار ہوا خوب ہوا

دل کے منکوں میں میرا ورد سما کر آیت
رشتۂ تسبیح کا زنار ہوا خوب ہوا

بے زبان یار میرا اپنے دہن میں چھپ کر
آپ ہی صاحبِ گفتار ہوا خوب ہوا

جب کہ تنزیہہ سے تشبیہہ میں آکر پہنچا
خود احد احمدِ مختار ہوا خوب ہوا

چونک کر خواب سے اٹھا تو میں سمجھا خود کو
دفعتاً آپ ہی بیدار ہوا خوب ہوا

اپنے پہلو میں شگفتہ ہے صنوبر کی کلی
سینہ خود غیرتِ گلزار ہوا خوب ہوا

بت کدہ میں نظر آئی جو خدا کی صورت — دلِ کافر میرا دیندار ہوا خوب ہوا

ہے حرم میں وہ مسلماں ہے جو دیر میں گبر — اپنا اللہ ہی مکاّر ہوا خوب ہوا

ہم نے قرآن میں پایا جو ہو الظاہر کو — روبرو اپنے وہ خود یار ہوا خوب ہوا

شاہِ منصور جو کہتا تھا انا الحق الحق — چڑھ کے خود دار پہ سردار ہوا خوب ہوا

تکتے ہیں شکل تری بیٹھ کے ہم پہلو میں — سینہ خود روزنِ دیوار ہوا خوب ہوا

صوتِ جاناں کا تصور جو بندھا رہتا ہے — گوشِ دل سامعِ اسرار ہوا خوب ہوا

ہم جو بازار میں بیٹھے ہیں لگا کر دُکان — یار خود اپنا خریدار ہوا خوب ہوا

دامِ الفت میں ترے دل جو پھنسا رکھتا ہے — عشق خود اپنا ستمگار ہوا خوب ہوا

مٹ گئے یار میں ہم نقش بقا کو پاکر — پائمال اپنا تنِ زار ہوا خوب ہوا

خود بخود چھوٹ گئی مجھ سے جو ریا کی طاعت — دل میرا مانعِ اذکار ہوا خوب ہوا

۲۶	دلِ بیدار میرا فیضِ معین الدینؒ سے عاشق حیدرؓ کرار ہوا خوب ہوا	۲۷

خود احد سے ہو کے احمد کبریا میں بن گیا — چھوڑ کر بیچون گی چون و چرا میں بن گیا

جب صفت کو ذات کی تصدیق لازم ہو گئی — خود الست اور آپ ہی قالو بلیٰ میں بن گیا

میرے حسن عشق کی دم میں جو قلعی کھل گئی — دیکھنے کو اپنی صورت آئینہ میں بن گیا

محی وحیّ و قابض و سے یا ممیت ہو گئے خود — آب و خاک و آتش اور مطلق ہوا میں بن گیا

چار عنصر مظہرِ اسماء ہیں میری ذات کے — آپ نقشہ صاف اپنے جسم کا میں بن گیا

رب جو میری ذات ہے اس کی صفت مربوط ہے — اس لیئے خود بندہ اور آپ ہی خدا میں بن گیا

شش جہت کا آئینہ خانہ بنا جب آپ ہی
مصحفِ رخسار کو دیکھ اے اینما میں بن گیا

اپنی بے وضعی نے خوش طور اپنا دکھلایا مجھے
اپنی سج و ہج ہی کا آپ ہی مبتلا میں بن گیا

کون خلوت میں تھا کہہ دو دوسرا میرے سوا
آپ عاشق اور اپنا دلربا میں بن گیا

آپ واجب سے جو ممکن ہو گیا ہوں ناگہاں
عشق کی بازی گری کا شعبدہ میں بن گیا

بیخودی پہنچی ہے میری خودخودی کے درمیان
خواب سے بیدار ہو کر خود نما میں بن گیا

آدم و حوا ہی کیا خود عیسیٰ و موسیٰ ہوں آپ
سب خدائی کا وجودِ با صفا میں بن گیا

خلق ہے ہجدہ ہزار اب صاف میری شکل میں
بھیس کی تبدیل سے بہروپیا میں بن گیا

بت پرستی کو خدا کی بندگی سمجھا جو خود
آپ اشکالِ جہاں کا بتکدہ میں بن گیا

نامسلماں ہو گیا کلمہ پڑھا جب کفر کا
خود ہویّت میں فنا ہو ہو کے لا میں بن گیا

قطرہ و موج و حباب و حلقہ گرداب ساں
ڈوب کر دریا میں اپنا آشنا میں بن گیا

آپ کو پا کر مسمیٰ بحر کو سمجھا جو اسم
لوٹ پوٹ اپنے میں خود واصل مرا میں بن گیا

ہو گئی نشو و نما کی اپنی حس و دم جستجو
آپ ہی میں ہو کے گم خود بے پتہ میں بن گیا

کچھ نہ میرا پوچھئے نام و نشانِ جسم و جان
تار دم میں ہو کے مخفی خود صدا میں بن گیا

استوائے ذاتِ رحمٰن ہے جواب بالائے سر
آپ ہی اس فرش پر عرشِ علا میں بن گیا

مٹ گیا جس دن سے جسم اپنا خیال و وہم سے
جانِ جان میں ہو کے فانی خود بقا میں بن گیا

اے مسیحا چاہیئے حبِّ فنا میرے لیئے
عشق کا ہو کر مریض اب لادوا میں بن گیا

آپ ہوں لاموت مجھ کو مرگ کا کب ہے خطر
زندہ رہنے کو ہمیشہ خود قضا میں بن گیا

حال اپنی معرفت کا کہہ نہیں سکتا ہوں کچھ
ابتدا جو کچھ تھا وہ خود انتہا میں بن گیا

ششدر و حیراں ہوں میں اک نفس اس سوچ میں	کون تھا کس طرح کا تھا اور کیا میں بن گیا
اس خراباتِ جہاں میں پی لی وحدت کی جو مئے	صحبتِ رنداں سے مطلق پارسا میں بن گیا

۲۷ عاشق خواجہ معین الدین چشتی کیوں نہ ہوں
کر کے دنیا ترک آپ ہی بینوا میں بن گیا ۲۰

شکلِ اللہ بن کے جس دم محو تو ہو جائے گا	ہو کے ذاتِ بحت آپ ہی صرف ہو ہو جائے گا
بے زباں دل کا سخن سنتا رہے گا وہ سدا	بن کے جو خاموش خود بے گفتگو ہو جائے گا
کعبۂ دل کا طواف اگر کرے جو عشق سے	چار سو اس کے نظر میں ایک سو ہو جائے گا
بیخودی کی بندگی میں گم کرے جو آپ کو	ہاتھ دھو کر وہ خودی سے باوضو ہو جائے گا
معرفت کا اُس کے گر ہے عشق تو خلوت میں آ	جو چھپا ہے دل میں وہ خود روبرو ہو جائے گا
ڈھونڈھتا پھرتا ہے جس کو ہے تری صورت میں وہ	کر تلاش اپنی کہ تو بے جستجو ہو جائے گا
ہے اگر وحدت میں پکا کہہ انا الحق بے خطر	شہرہ سرداریکا تیرے کو بکو ہو جائے گا
نحنُ کی منزل پر آجائے گا اے سالک تو جب	تب ترا ٹھراؤ بالائے گلو ہو جائے گا
بال ہیں زلفِ محمد کے الف اللہ کے	کہہ دو شانہ سے یہ چرچا موبمو ہو جائے گا
بادۂ وحدت سے ساغر آنکھ کا بھر جائے جب	ساقیا لب ریز خود دل کا سبو ہو جائے گا
مَن عَرف کے میکدہ کا زاہدا کر ذوق و شوق	ایک قطرہ بھی پیئے تو باآبرو ہو جائے گا
دستکاری کچھ نہ کرنا دیکھ اے جراحِ عشق	میرے زخمِ دل سے پھر جاری لہو ہو جائے گا
مل لے اے مجنوں وصلت کے رفوگر سے ذرا	ہے جو تیرا چاکِ دل اس کا رفو ہو جائے گا
صلح کل اے زاہد ناداں جو کرلے خوب ہے	مونس و ہمدم ترا ہر اک عدو ہو جائے گا

گر کوئی مجھو رسن لے عشق سے میرا سخن
ہو کے خواہاں وصل کا پُر آرزو ہو جائے گا

جو فنا کر لے صفات اپنی بقائے ذات میں
خود وہ سرِّ بیچگوں کے ہو بہو ہو جائے گا

جلوہ گر پردہ کے باہر ہو جو وہ خورشید یہاں
شرم سے غائب اسی دم ماہ رُو ہو جائے گا

یہ میرا مضمون ہے نازک غور کر اے نکتہ سنج
منکشف تجھ پر میرا رازِ مکنون کو ہو جائے گا

ہاں پہن جامہ نسبتی ہے تعشق دل میں گر
صورتِ عشاق تو بھی زرد رو ہو جائے گا

۲۸	عاشق خواجہ معین الدینؒ کا طالب بن کے دیکھ چشتیوں میں مل کے تو درویش خُو ہو جائے گا	۲۲

آ کے وحدت میں جو کثرت سے جدا ہو جائے گا
عبدیت سے وہ نکل کر خود خدا ہو جائے گا

جو ہو الاول کو سمجھے پا کے والآخر کی رمز
ہو کر اپنے میں فنا وہ خود بقا ہو جائے گا

بانسری میں خلق کی جو گم کرے گا آپ کو
روزنِ دل کی وہ خود مطلق صدا ہو جائے گا

توڑ کر پرکار لا کی جو کرے نقطہ کو گم
دائرہ کے قید سے وہ خود رہا ہو جائے گا

عکس تو کس شخص کا ہے صاف آئے گا نظر
دیکھنے کو اپنے جب تو آئینہ ہو جائے گا

عین وحدت میں سما کر جو بنے گا مرد مکٹ
خود وہ رب بن کر عرب کا رونما ہو جائے گا

ما سوا اللہ کون اس عالم میں ہے تو اس کو ڈھونڈھ
ہے جو مخفی خلق میں وہ برملا ہو جائے گا

معنیٔ نحن وہی ہے کون اب تیری شہرگ کے پاس
غور کر زاہد یہ عقدہ تجھ پہ وا ہو جائے گا

ہے کمالات وصفاتِ ذات کا اللہ نام
پا مسمّٰی کو کہ واقفِ اسم کا ہو جائے گا

جو مبدّل کر لے خود کو ذات سے معشوق کی
سچ یہ ہے اپنا وہ آپ ہی مبتلا ہو جائے گا

آپ باقی رہ کے دے اپنا سراغ ایسا ہے کون
جو تلاش اپنی کرے وہ بے پتہ ہو جائے گا

چھوڑ کر جسمی عبادت جو پڑھے روحی نماز
بندگی میں اپنی وہ خود بے ریا ہو جائے گا

وصل ذاتِ بحت کی مستی میں جو پی لے شراب
میکدہ کا عشق کے وہ پارسا ہو جائے گا

جان سے اپنی گزر کر جانِ جاں کے عشق میں
اپنے تن میں دیکھ گم ہو کر کہ کیا ہو جائے گا

چار عنصر سے جدا ہو جو کہ اِس کے دل سے خود
نار و خاک و آب کا قطرہ ہوا ہو جائے گا

منزلِ ملکِ عدم کا رہبر وائے سالک نہ ہو
گم ترا اِس راہ میں ہر نقشِ پا ہو جائے گا

کب متاعِ جسم آئے ہاتھ تیرے بعد مرگ
یہہ جو غارت گر ہے دم دم میں قضا ہو جائے گا

ذات کے کردار جو ہیں وہ ہیں اعمالِ صفات
یہہ سمجھ لے تو کہ بے خوف و رجا ہو جائے گا

بادی اپنا آپ ہو جا اور مدل تو اپنا بن
صاف مُرشد کی عطا سے بے خطا ہو جائے گا

اے نکیرین آپ پائیں کس طرح اپنا جواب
بے زباں مرقد میں جس دم ہیوا ہو جائے گا

ہے جو پیروں کا تصور اگلی باتوں کی طرف
فہم میں اُن کے مرا مضمون نیا ہو جائے گا

۲۹	دل سے عاشق جو معین الدین چشتی کا بنے پیر اُس کا خواجۂ ہر دوسرا ہو جائے گا	۲۲

عشق مجھ کو ہوا تو کیا دیکھا
اپنا آپ ہی کو مبتلا دیکھا

ظاہر و باطن اول و آخر
ہم نے سب ہو کا ولولہ دیکھا

کھل گیا مجھ پہ سرِّ الا اللہ
دور کر کر جو ما سوا دیکھا

تزکیہ جب ہوا میرے دل کا
مل گیا جو اُسے خدا دیکھا

یم سے دُرِّ یتیم جب نکلا
آپ میں عکسِ مصطفٰے دیکھا

جا کے پہنچا جو کوئے جاناں تک
عشق کو اپنا رہنما دیکھا

دل لیا ایک بات میں تو نے
کوئی تجھ سا نہ دل رُبا دیکھا

کرو فر یار کا قدیم ہے کب
طمطراق اس کا سب نیا دیکھا

یار نے جو کیا مجھے بد نام
اس نے کیا اُس میں کچھ بھلا دیکھا

ہے منور جو سینۂ سوزاں
سوختہ دل جگر جلا دیکھا

ہو گیا بے حجاب یار تجھے
آنکھ میں آنکھ جب ملا دیکھا

یار کی جب تلاش کی میں نے
اس کو انسان میں چھپا دیکھا

ایک جان کھیلتی جو ہے سب میں
یہہ بھی قدرت کا شعبدہ دیکھا

جب ہوا دیدۂ بصیرت صاف
ہم نے پتھر کو آئینہ دیکھا

گرچہ نظروں سے یار ہے غائب
ہم نے خود اس کو برملا دیکھا

کس طرح یار کا سراغ ملے
وصل میں خود کو بے پتا دیکھا

رہ گئی ذات بحت ہی باقی
کر کے اپنے کو جب فنا دیکھا

کعبہ و مسجد و کلیسا میں
یار کو پھر کے جا بجا دیکھا

میں نے جب سے کیا دوئی کو دور
کفر اور دیں ملا ہوا دیکھا

جب کہ کثرت پہ ہو گئی وحدت
ایک سے میں نے دوسرا دیکھا

پوجتا ہوں جو سنگِ اسود کو
عین کعبہ میں بت کدہ دیکھا

فقر کے سلطنت کی ہے وہ شان
بادشہ کو بھی وہاں گدا دیکھا

۳۰	ہو گیا عاشق معین الدینؒ اُس کو اپنا جو شیفتہ دیکھا	۹

احد بنا ہے شبیہہ احمدؐ یہ خواب وحدت کی شب کو دیکھا
عرب کا جب چہرہ نظر جو آیا قسم خدا کی کہ رب کو دیکھا

حقیقت آدم کی ہے محمدؐ تو کب ہے حوّا میں فرق مطلق
ہیں چار عنصر صفات اسما کہ ذات بیچوں میں سب کو دیکھا

شہ ولایت سے میں نے پایا ہے مَن عَرَف کا تمام مطلب
ملا خدا مجھ کو اک سخن میں جو پڑھ کے علمِ ادب کو دیکھا

جہاں میں ہجدہ ہزار عالم وجود حق سے ہوا ہے پیدا
ہے ذات مطلق میں سب خدائی کہ میں نے سب کے نسب کو دیکھا

جو نفی آئی میری زباں پر تو کر کے تردید الٰہ و رب کی
مدام اثبات ذات ہو میں خود اپنے اُن دونوں لب کو دیکھا

غمِ جدائی میں آپ خوش تھا ملاپ اُلٹا ہوا یہ کیسا
ہوا جو فانی میں وصلِ جاناں میں واں نہ عیش و طرب کو دیکھا

ہوں آپ مینا و عرش و کرسی کہ شش جہت ہے مجھی سے پیدا
ملا پتا مجھ کو لامکاں کا جو اپنے دل کی طلب کو دیکھا

ہے کب جدا عکس شخص سے اب کہ ذات مولیٰ میں خود ہے بندہ
ہوں خود مسمّیٰ ہوا یہ ظاہر جو اپنے اسم و لقب کو دیکھا

۳۱

جنابِ خواجہ معین الدینؒ کے کمالِ اُلفت کا حال ہے یہ
جو کی ہے عاشق نے ترکِ دنیا یہ میں نے خاص اُس کے ڈھب کو دیکھا

۳۰

اَحَدیت کا جو وحدت میں ارادہ نکلا
واحدیت ہی سے قدرت کا تماشا نکلا

بیخودی سے یہ عجب رنگ خودی کا نکلا
جو اُٹھا خواب سے زندہ وہی مردہ نکلا

شانِ واجب کا جو ممکن سے نمونہ نکلا
اپنی ہی ذات سے بیچوں صفت آرا نکلا

صُوَرِ علم سے خود برزخِ کبریٰ نکلا
صاف اجمال سے تفصیل کا نقشہ نکلا

کُنتُ کنزاً سے جو اُلفت کا نتیجہ نکلا
جانِ مجنوں ہی سے خود قالبِ لیلیٰ نکلا

ذات سے شخص ہی کی عکسِ مجلّیٰ نکلا
قرصِ خورشید کے رخسار سے ذرّہ نکلا

نورِ جبروت کا آئینہ مصفّا نکلا
اپنی صورت کا خدا آپ ہی بینا نکلا

جسم اللہ محمدؐ کا سراپا نکلا
ہو کے بندہ میں نہاں آپ ہی مولا نکلا

احد پاک کا محمود جو چہرہ نکلا
صورتِ احمدِ بے میم سے پردہ نکلا

نحن سے قُرب ہو اللہ کا معنیٰ نکلا
اپنی گردن سے سہرِ عرش معلیٰ نکلا

نورِ احمد کا جو ظلمت سے اُجالا نکلا
اس تجلی ہی سے خود طور کا شعلہ نکلا

کون احمد کی حقیقت سے مُبرّا نکلا
ہاں محمد ہی سے خود عیسیٰ و موسیٰ نکلا

پنجتن سے جو بشر کا رخِ زیبا نکلا
صورتِ عین سے انسان کا دیدہ نکلا

فالِ توحید سے حق نام ہمارا نکلا
اسم کا اپنے خدا آپ مسمیٰ نکلا

تخم سے نخل بنا شاخ سے پتّا نکلا
خود کلی پھول بنی پھول سے خوشا نکلا

گنبدِ چرخ پہ جب غیب سے سدرہ نکلا
باغِ اعیان کا انسان ہی طوبیٰ نکلا

جُرمِ آدم کے تعشق کا جو اخفا نکلا
شکل گندم ہی سے خود مطلبِ حوّا نکلا

آب خود موج بنا موج ہی پھر بن کے حباب
چرخ کھاتا ہوا گردِ داب سے دریا نکلا

یم توحید میں موجود ہے ساری کثرت
بوند ہے بحر میں اور بحر سے قطرہ نکلا

ملکُ الموت کہاں تھا جو ملی خاک اُسے
گنجِ مخفی سے خود انسان کا پتلا نکلا

مبدء حضرت آدم ہی کفِ دریا ہے
میم سے رحم کے نطفہ کا معمّار نکلا

حسن کے چوک میں آکر جو بنا ہے تجّار
اپنے بازار میں خود بیچنے سودا نکلا

لی جو دلّالۂ الفت نے متاعِ ہستی
دل کے بیوپار میں بھی عشق کا دھوکا نکلا

قابض و حی جو ہے وہ محیؔ و ممیت ہے آپ ہی
چار عنصر کا عجب مظہرِ اسماء نکلا

تھے جو خیّاطِ ازل ہی میں یہ سب اسمِ صفات
خرقۂ جاں کا ید اللہ سے سینا نکلا

لا سے گر کر جو بنے لات و مناتِ الا اللہ
عین بتخانہ میں اسلام کا کعبہ نکلا

مندھ گئی آنکھ تو خود ہو گئی یہاں حالتِ خواب
بہ چشمِ دلدار سے کیا عالمِ رویا نکلا

یہاں جو منہ بند ہے خود نطق ہے محوِ حیرت
بے زبانی سے میری نغمۂ ہُویا نکلا

ذاتِ خاص اس کی ہی آلآنَ کما کانَ ہے
کم و بیشی سے میرا یار منزّہ نکلا

لاشریک ایک جو ہے ذاتِ مقدس ہم میں
مَنْ عَرَفْ ہی میں وہ فی نفسہٖ تنہا نکلا

۳۲

جس کے دیدار کی مدت سے ہوس تھی عاشق
اس کی صورت ہی میں اجمیر کا خواجہؒ نکلا

۳۳

اللہ سے جدا کوئی بھی بندہ نہیں ہوتا
بے ذاتِ صفت کا کبھی جلوہ نہیں ہوتا

خود صورتِ انسان ہے محمدؐ کی شباہت
یوں چار عناصر کا سراپا نہیں ہوتا

قوسین کا حلقہ ہے محمدؐ کا سرِ حرف
بے اس کے عیاں برزخِ کبریٰ نہیں ہوتا

ہے تین نقطہ ہیں جو الف کا قد و قامت
مطلب سے جدا اس لیئے پاتا نہیں ہوتا

توحید کی تفسیر ذرا پڑھ کے تو سمجھو
بے لفظ و اضافات کے معنیٰ نہیں ہوتا

خورشیدِ سحر پردہ سے جب تک کہ نہ نکلے
مہتاب کے صورت پہ تجلّی نہیں ہوتا

عکس اپنا نظر کر تو ذرا آئینہ لے کر
بے شخص کے ظاہر کبھی سایہ نہیں ہوتا

خود موج و سمندر کی ہے اک اصل حقیقت
اکدم بھی جُدا بحر سے قطرہ نہیں ہوتا

بصورتِ اسمائے جلالی و جمالی
خود عاشق و معشوق کا چہرہ نہیں ہوتا

ناسوت میں دیکھ آکے ذرا تارِ نظر سے
پنبہ سے جدا جامہ و رشتہ نہیں ہوتا

جلوت میں بیاں کیا ہو کہ اسرار ہے مخفی
خلوت کا مُعمّا ہے ہویدا نہیں ہوتا

دکھلایا میرے پیر نے اکدم میں خدا کو
اِس رمز کا مرشد کوئی پیدا نہیں ہوتا

ہے خانہ جو تاریک میرا ملکِ عدم میں
ظلمت ہے سدا اُس میں اُجالا نہیں ہوتا

فرمائیں نکیرین سے اے اہل قبور آپ
یہ وصل کا مردہ کبھی زندہ نہیں ہوتا

یوں صُور سے آتی ہے سرافیل کی آواز
عشّاق کو محشر سے علاقہ نہیں ہوتا

ہے زیست کا آزار دھڑکتا ہے جو یہ دل
دم موت کا بھرتا ہے جو اچھّا نہیں ہوتا

دارو سے قضا کی ہے یہہ تسکین کا طالب
کیوں اس کا معالج تو مسیحا نہیں ہوتا

جبتک نہ تری ذات میں ہو جاؤں فنا میں
ارمان صفت کا میری پورا نہیں ہوتا

میں فرش سے اُڑتا ہوں سرِ عرش پہ دم میں
پردے میں ہے ظاہر یہ تماشا نہیں ہوتا

ذات اپنی جدا ہے جو پرستش سے صفت کی
اس واسطے میں رہرِ وبطحا نہیں ہوتا

کہتے ہیں جسے قلب وہ ہے راست ہمیشہ
الٹا ہے دل انسان کا سیدھا نہیں ہوتا

لے جاؤں تجھے خانۂ لاہوت میں کیوں کر
سربستہ عجب باب ہے یہہ وا نہیں ہوتا

کیا ذات کو پھر غیرِ صفت لطف ہو اُس جا
جس گھر میں کہ خود صاحبِ خانہ نہیں ہوتا

ہے شیخ و برہمن میں صنم اپنا جو داخل
فیصل کبھی اس وجہ یہہ جھگڑا نہیں ہوتا

ہم ذات خدا ان کے جو کہتے ہیں انا الحق
حل اپنا کسی سے یہہ معمّا نہیں ہوتا

تو جس کی پرستش میں ہے اے زاہدِ ناداں
اللہ جو تیرا ہے وہ میرا نہیں ہوتا

بدظن نہ کبھی اُن سے ہو اے اہل شریعت
جو مست ہیں اُن سے کہو کیا کیا نہیں ہوتا

دیوانوں کی باتوں کو ذرا غور سے سمجھو
مضمونِ طریقت کبھی بیجا نہیں ہوتا

واعظ کی نصیحت پہ عمل کچھ نہ کرو تم
جھوٹا سخن اس کا کبھی سچّا نہیں ہوتا

ہر اک کا سخن سُن کے تزلزل میں ہے عالم
ہم سا کوئی عرفان میں پکّا نہیں ہوتا

اِنسان وہ اِدھر کا نہ اُدھر کا ہے مقرر — اک شخص پہ جس کو کہ بھروسا نہیں ہوتا
بیصوت سدا ہے جو ترے کان میں ہر دم — اے قلب تو کیوں طالب ہُو ہا نہیں ہوتا

۳۳	عاشق کا جو ہاتھ آپکے ہے ہاتھ میں خواجہؒ مرشد کوئی اب دوسرا اس کا نہیں ہوتا	۷

بتکدہ میں خلق کے ہے میری صورت میں خدا — کعبئے پوجا میرا ہے میری مورت میں خدا
ذات ہیں نرگُن جو ہوں میں رام ہے میری صفت — ہو سگن آپ اور ہے میری شباہت میں خدا
کُنتُ کنزاً مخفیاً کی رمز سمجھو کافرو — وہ صنم خود بن گیا ہے میری اُلفت میں خدا
عین اٹھا کر دیکھ لو رب کو عرب کے بھیس میں — اَحمدؐ بے میم ہے میری ولایت میں خدا
بات اُسکی سُن رہا ہوں جو کہ ہے شہ رگ کے پاس — معنیٔ نَحنُ سے کب ہے میری قربت میں خدا
ہے ہوالاول سے میری ذات کو ہر دم لگاؤ — ہاں کھیں مطلق کسی دم میری نسبت میں خدا

۳۴	خواجۂ اجمیرؒ اپنا جو شریعت میں ہے عبد جان اے عاشق وہ ہے میری طریقت میں خدا	۲۲

کہتا ہوں میں جو لفظِ اَنا پھر کسی کو کیا — یہ بات ہو روا نہ رَوا پھر کسی کو کیا
ہیں خیر و شر صفات میرے ہی وجود کے — ظاہر ہوں خود بھلا کہ بُرا پھر کسی کو کیا
صد چاک ہو گیا ہے میرا قلب ظاہری — اس کو سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا
دل سے بھڑک رہی ہے میرے عشق کی جو آگ — اِس سے جگر جلا نہ جلا پھر کسی کو کیا
عاشق ہوں میں سدا مجھے رونے سے کام ہے — اکدم ہنسا ہنسا نہ ہنسا پھر کسی کو کیا
ہے اوجِ آفتاب سے بڑھ کر میرا عروج — سایہ میرا ڈھلا نہ ڈھلا پھر کسی کو کیا

نقطہ سے مَنْ عَرَفْ کے ہے ظاہر کلامِ حق
اِس کو پڑھا پڑھا نہ پڑھا پھر کسی کو کیا

یہ علمِ معرفت کا میرے نقشِ سنگ ہے
دل سے مٹا مٹا نہ مٹا پھر کسی کو کیا

کعبہ کو چھوڑ کر جو گیا بت کدہ کو میں
کافر بنا تو آپ بنا پھر کسی کو کیا

پی کر شراب وصل کی ہر دم جو مست ہوں
رندوں میں میں ملا تو ملا پھر کسی کو کیا

دنیا کو ترک کر کے میں دیوانہ ہو گیا
خود راہ پر چلا نہ چلا پھر کسی کو کیا

کب عاشقی میں مذہب و ملت سے ہے غرض
میں دین میں رہا نہ رہا پھر کسی کو کیا

خلوت نشین ہوں رنگِ زمانہ کا دیکھ کر
گھر گھر پھرا پھرا نہ پھرا پھر کسی کو کیا

اے شیخ آپ کو ہو مبارک فریب و مکر
میں جال میں پھنسا نہ پھنسا پھر کسی کو کیا

سوتا رہوں گا بعد فنا کوئے یار میں
میں حشر میں اُٹھا نہ اُٹھا پھر کسی کو کیا

دیدارِ ذاتِ بحت کا ذہنِ رسا میرا
قائل ہوا ہوا نہ ہوا پھر کسی کو کیا

کیا کام ذکر و شغل سے ہے ہم ہیں خود پرست
ہے کسب اپنا سب سے جدا پھر کسی کو کیا

اہلِ مُعانقہ کے تصنّع کے دام میں
اک میں گٹھا گٹھا نہ گٹھا پھر کسی کو کیا

آزاد ہوں فقیر منش مرتبہ میرا
ہو پست یا بلند بھلا پھر کسی کو کیا

بے اصل گفتگو سے اُلجھتا ہے دل میرا
بیجا سخن سُنا نہ سُنا پھر کسی کو کیا

سنتا ہے واعظوں کی عبث گفتگو جو دل
اُس پر عمل کیا نہ کیا پھر کسی کو کیا

۲۵ کیوں پوچھتے ہو عاشقِ خواجہ معینؒ سے بھید
اس نے کہا کہا نہ کہا پھر کسی کو کیا ۲۵

مظہر ہیں یوں جو جدا ہو گیا
آپ ہی ربّ عبد نما ہو گیا

ذات سمائی ہے میانِ صفات   عشقِ میرا نشو و نما ہو گیا
برزخِ کبریٰ ہے جو شکلِ صنم   سجدۂ بت مجھ پہ روا ہو گیا
سنتا ہوں ناقوس سے بانگِ صنم   دیر جو تھا کعبہ میرا ہو گیا
خُلد میں حوّا کی محبت سے میں   مرتکبِ جرم و خطا ہو گیا
دانۂ گندم کا معمّا ہے اور   مفت بھلا نام برا ہو گیا
زنگ دوئی اُڑ کے میرے قلب کا   صیقلِ وحدت کا جلا ہو گیا
عکس خود آتا ہے نظر بن کے شخص   آئینہ سینہ کا صفا ہو گیا
رمز میں وحدت کی ہوا ہوں جو گم   عقدۂ توحید بھی وا ہو گیا
ایک نہ دو میں ہے میرا کچھ شمار   رنگ میرا سب سے جدا ہو گیا
نقطۂ وحدت کے پرے ہو کے میں   قیدِ تعین سے رہا ہو گیا
سینہ میرا مکتبِ عرفان ہے خود   علمِ جہان دل سے ہوا ہو گیا
درسِ معارف سے مجھے ہے فراغ   مَنْ عَرَفَ استاد میرا ہو گیا
تکیہ میرا فرشِ زمین پر جو ہے   اپنا جہان عیش سرا ہو گیا
سر پہ جو ہر ایک کے میرا ہے بوجھ   عرش میرا زیرِ سما ہو گیا
کام بہت جس کا سمجھتا تھا میں   اس کا مجھے شوق ذرا ہو گیا
کر لیا ایک آن میں وہ کاروبار   سب میرے ذمّے سے ادا ہو گیا
کسب میرا ہے جو فنائے صفات   آپ ہی سامانِ فنا ہو گیا
موت کی حالت ہے میری زندگی   ہو کے عدم آپ بقا ہو گیا

چشمِ حباب اپنی ہے خود عینِ ذات	بحر میں مل کر میں فنا ہو گیا
دفعتًا اب خلوتِ جاناں تلک	ذہن میرا آپ رسا ہو گیا
عقل گئی پا کے طلسمِ صنم	وصل ہی خود ہوش رُبا ہو گیا
غیبِ ہویّت میں ہے میری زباں	کیا کہوں میں تم سے کہ کیا ہو گیا
حق کی قسم دو مجھے سولی کہ میں	کاشفِ اسرارِ انا ہو گیا

۳۶	خواجہ اجمیریؒ کا عاشق ہوں میں ترکِ جہاں کر کے گدا ہو گیا	۱۵

آتی ہے بوئے یار جو اس گل بدن میں اب	بلبل کو بھی تلاش ہے اس کی چمن میں اب
خلوت نصیب ہم کو ہوئی انجمن میں اب	رہنا ہے خود سفر ہمیں اپنے وطن میں اب
جوشِ جنون جو اندنوں حد سے گذر چکا	رہنا ہمارا خوب ہے دیوانہ پن میں اب
پھولے ہیں دم کا جلوہ جو پایا ہے جسم میں	عشّاق سب سماتے نہیں پیرہن میں اب
سرِ خفئ یار جو پہنچا قریبِ لب	ہم نے کیا ہے قید زباں کو دہن میں اب
اے یار کچھ شناوری اپنی نہ آئی کام	ڈوبا ہے اپنا دل تری چاہِ ذقن میں اب
ہے لامکاں کی سیر سے تفریح یار کو	کب صوفیو رہیگا وہ بیت الحزن میں اب
ہے مرغِ روح کو میرے پرواز کا خیال	ہرگز وہ رہنے کا نہیں پھر اپنے تن میں اب
میں ہو گیا ہوں عشق کے ہاتھوں سے خود شہید	ہرگز نہ رکھیے لاش کو میری کفن میں اب
جو دَیر میں بسا ہے وہی ہے حرم میں خود	اسلامیوں میں جو ہے وہ ہے برہمن میں اب
آ شیخ راستی پہ ذرا جلد اٹھا قدم	کچھ کجروی نہیں ہے ہمارے چلن میں اب

اگ جُرعہ نے ہی ہوش کو بیہوش کر دیا
ہے نشہ کس طرح کا شرابِ کہُن میں اب

رندانِ دہر آتے ہیں سُن سُن کے دور سے
ہم نے بنایا میکدہ ملکِ دکن میں اب

پہچانتے ہیں ہم کو جو ہیں صاحبانِ راز
مُمتاز ہو گئے ہیں جو ہم اپنے فن میں اب

۲۷
خواجہ معین دینؒ سے جو عاشق ہے فیض یاب
پاتا ہے نطقِ عشق وہ اپنے سُخن میں اب
۱۱

دل کو عشاق کے ہوتا ہے کب آرام نصیب
آہ و زاری کا ہے دن رات انہیں کام نصیب

جب تعشق یہ ہمارا ہوا معشوق پسند
زرد روئی کا ہوا خوب یہہ انعام نصیب

دام میں حرص و ہوا کے جو نہ پھنستا آدم
کس لئے ہوتا یہ پھر اپنے کو بدنام نصیب

یہ سمجھتے تو نہ ہوتے ترے دیوانے ہم
بدسلوکی سے خود اپنی ہوئے دشنام نصیب

بوئے توحید سے ہر لحظہ معطر ہے دماغ
باغِ وحدت میں ہوا ہم کو جو گلفام نصیب

دانۂ خال ہے اُس زلف کے حلقہ سے عیاں
طائرِ دل کو میرے ہوگا وہی دام نصیب

بیٹھے ہیں عاشق و معشوق بہم خلوت میں
قاصد اب ہووے کہاں سے تجھے پیغام نصیب

مئے وحدت نہیں کم ظرف کو ملتی ساقی
ظرفِ عالی جو رکھے اُس کو ہو وہ جام نصیب

رندِ مشرب کو نہیں مذہب و ملت سے غرض
زاہد و شیخ جو ہیں اُن کو ہے اِسلام نصیب

لامکانی سے کیا ہم نے سب اسباب خراب
پھر کہاں ہوگا ہمیں ایسا سرانجام نصیب

۳۸
جستجو کی جو بہت اس لئے اے خواجہ چشتؒ
عاشق زار کو ہیں آپ کے اقدام نصیب
۱۲

آنکھ میں عُشّاق کی غفلت سے جب آلگے خواب
دیکھتے ہی دیدۂ گریاں کو پھر جاتا ہے خواب

صورت اللہ جب بنتی ہیں مژگان رات کو
پاسبان چشم ایسا دیکھ ڈر جاتا ہے خواب

ہے شب قدر آج کی شب تو جو اپنے پاس ہے
عین خلوت میں کہاں آئیگا شرماتا ہے خواب

ہے عدم کی استراحت کا تصور جو اسے
ہر گھڑی خلوت میں آ کر مجھ کو پھسلاتا ہے خواب

دن سے رہتا ہے طلسم یار کا مجھ کو خیال
رات بھر اس کا تماشا آپ بتلاتا ہے خواب

عالم رویا کو پاتا ہوں نمونہ موت کا
جیتے جی مجھ کو عدم کا بھید دکھلاتا ہے خواب

نیند کب آتی ہے مجھ کو جب سے ہے بیدار دل
آنکھ کی چوکھٹ پہ کیوں آ سر کو ٹکراتا ہے خواب

انتظار یار میں وا رہتی ہیں آنکھیں مری
شکل میں دلبر کی ہر دم سامنے آتا ہے خواب

نیند کے آنے سے میری کیوں نہ ہو مخمور آنکھ
ساغر بیہوشی اپنے ہاتھ میں لاتا ہے خواب

رات کے رویا میں جب زلف صنم آئی نظر
ڈر ہے مجھ کو دام میں کس کے یہ پھنسواتا ہے خواب

دیدۂ بیدار کی تیر نظر کو دیکھ کر
روبرو آنے کو میرے آہ چلاتا ہے خواب

دیکھو ہر شئے میں تجلی یار کی ہے جلوہ گر
عالم غفلت میں بھی اس نور کو پاتا ہے خواب

۳۹	خواجۂ چشتی سے رہتا ہے جو شب کو رابطہ آنکھ سے عاشق تمہاری صاف اڑ جاتا ہے خواب	۲۰

بیچون و بیچگونہ جو دل میں نہاں ہے اب
خود جان جان وجود سے میرے عیاں ہے اب

ہستی شش جہت پہ جو اک ذات ہے محیط
اس کی صفات خاص میں سارا جہاں ہے اب

رام اپنے عشق کا جو دلا رام ہو گیا
اس بتکدہ میں خلق کے جلوہ کناں ہے اب

کس سبگلو کی صوت سمائی ہے اس قدر
ناقوس کی زبان پر شور و فغاں ہے اب

وحدت کے بحر سے جو اٹھا ہے یہ بلبلہ
خود آب صاف بن کے کھڑا آسمان ہے اب

ہوں ہر نفس جو ہستی موہوم میں فنا
دکھلاؤ پھر کہاں میرا نام و نشان ہے اب

ہوں عرش کے پرے جو تعرج سے ذات کے
قصرِ معلق اپنا سدا لامکاں ہے اب

جبرئیل کی زبانی یہ کہتے ہیں ہم سخن
کب وحی کے خلاف ہمارا بیاں ہے اب

حق سِرّہٗ کے نطق سے قمری بنا ہوں میں
بالائے سدّرہ خاص میرا آشیاں ہے اب

ہوں ہیں صنم فروش جو بازارِ عشق میں
آذر سے بھی دوچند یہ میری دکاں ہے اب

دیندار و بت پرست خریدار ہیں جو آج
ارزاں ہے اپنی جنس نہ مطلق گراں ہے اب

ترسا ہوں میں نہ گبر نہ ہندو ہوں میں نہ شیخ
سمجھے جو مجھ کو ان سے وہ خود بدگماں ہے اب

آدم کی ذات میں نہ مجھے کیجیئے شریک
انسان کے سوائے میرا خانماں ہے اب

ہوں ذات بحت خاص نہ بندہ نہ حق ہوں میں
ساتھ اپنے عرش و فرش نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے اب

میرے وجود غیب کو گم ہو کے دیکھ لو
پہلے کدھر تھا کیا تھا بھلا اور کہاں ہے اب

تنزیہ کے نزول میں تشبیہہ آگئی
دیکھو تو شخص عکس ہی کے درمیاں ہے اب

خورشید و ذرّہ قطرہ و دریا جدا ہے کب
ہر شئے میں بس محیط وہی جاوداں ہے اب

بیخ و درخت و غنچہ و گل باہم ایک ہیں
پوشیدہ صاف تخم ہی میں بوستاں ہے اب

سولی چڑھیں گے ہم بھی انا الحق پکار کر
منصور سی ہماری بھی گویا زباں ہے اب

۴۰	خواجہ معینِؒ دین کے جو عاشق بنے ہیں ہم دفتر ہی معرفت کا ہماری لساں ہے اب	۱۷

پیر کامل سے جو میں جا کے ملا آپ سے آپ
تین باتوں میں کھلا حال میرا آپ سے آپ

جب سے سیماب ہوا اللہ چڑھا ہے اس پر
ہو گیا آئینہ قلبِ صفا آپ سے آپ

نطق سے یار کی سنتے ہی اک آوازِ الست
نغمۂ دل نے کہا صاف بلیٰ آپ سے آپ

جال پھیلا کے عبث حرص و ہوا کا ایجان
دام میں عشق و محبت کے پھنسا آپ سے آپ

گنجِ مخفی سے عبث تجھ کو نکالا کس نے
آکر انسان کے دل میں جو بسا آپ سے آپ

نطق دلبر کا سدا یہاں بندھا رہتا ہے
آرہی ہے میرے کانوں میں صدا آپ سے آپ

ذاتِ مطلق میں سمائی ہے ہماری ہستی
دل سے آتی ہے انا الحق کی ندا آپ سے آپ

چھوڑ کر کعبہ سوئے دیر تو چل اے زاہد
بتکدہ میں نظر آتا ہے خدا آپ سے آپ

یار رہتا ہے شب و روز ترے پہلو میں
اُس سے ہر وقت تو ہوتا ہے جدا آپ سے آپ

باغِ سینہ میں شگفتہ ہے مرا غنچۂ دل
دہنِ میم سے آتی ہے ہوا آپ سے آپ

خواہش یار سے ہوتے ہیں گنہ سب صادر
ہم سے اک بھی نہیں ہوتی ہے خطا آپ سے آپ

روشنی شمع کی جاتی ہے کہاں کیجئے غور
اپنی محفل کا چراغ اب جو بجھا آپ سے آپ

شعلہ جس شکل سے بتّی میں عدم ہوتا ہے
اُس طرح جسم میں دم ہوگا فنا آپ سے آپ

کب ہے مقدور فرشتے کا مری کھینچ لے روح
ایک دن جاؤں گا میں کر کے قضا آپ سے آپ

عیدِ قربان میرے ہر دم میں نظر آتی ہے
عشق میں تیرے جو ہوتا ہوں فدا آپ سے آپ

مستئ عشق میں آئے ہیں عدم سے عُریاں
اپنی جاتی رہی یہاں شرم و حیا آپ سے آپ

۱۴	عاشقِ زار ترا تارکِ دنیا ہوکر اے شہ چشتؔ بنا دل سے گدا آپ سے آپ	۱۳

جس طرح ہے یم کو حاصل دُرِّ مکنوں کا ملاپ
اس طرح ہم سے ہے اے دل شریچوں کا ملاپ

آگئی تنزیہہ سے جب گلشن تشبیہہ میں
ہوگیا ہم سے تمہارے روئے گلگوں کا ملاپ

عشق سے آکر گھٹا ہر دم برستی ہے جو یہاں
ہے زمین کے ساتھ اچھا پیر گردوں کا ملاپ

کُل شئے یرجع اب پڑھ کے اٹھتی ہے جو موج
ہو رہا ہے بحر سے خود آب جیحوں کا ملاپ

ذاتِ مطلق کی ہوئیں ہیں جلوہ گر دو صورتیں
ہو گیا ہے اس طرح لیلیٰ سے مجنوں کا ملاپ

جادوئے لا سے خدائی کو فنا کرتے ہیں ہم
ساحروں سے کب ہوا ایسے سحر افسوں کا ملاپ

پلّہ میزان بنے ہیں گوش اپنے ان دنوں
ہے ہمارے سامعہ سے شعر موزوں کا ملاپ

ہر نفس آوازِ باطن پر تصور ہے میرا
ہے یہ کس پردہ نشین کے عشقِ افزوں کا ملاپ

نَحنُ اَقرَب کا ہوا ہے عقدۂ مشکل جو حل
ہو گیا ہے خوب ہم سے یارِ مقروں کا ملاپ

نور پاتے ہیں جو اپنے چہرۂ گلرنگ میں
ہے رگِ جاں سے ہماری گردشِ خوں کا ملاپ

یہہ کلامِ کفر ستکر رہ تو اے زاہد خموش
معنیٔ قرآن سے ہے اپنے مضموں کا ملاپ

ذات میں دلدار کی ہر وقت ہوتے ہیں فنا
یار سے ہر دم ہمارا ہے دگرگوں کا ملاپ

۴۲	خواجہ چشتی رح سے رکھتا تھا جو امید وصال اُن سے ہے اب عاشق مجنون و مفتوں کا ملاپ	۱۷

دیکھو تو لامکان سے آئے کدھر ہیں آپ
حرص و ہوا سے کس لئے اب در بدر ہیں آپ

احمدؐ جو بن کے آئے ہیں اے حضرتِ احد
ہم جانتے ہیں خوب کہ پیغامبر ہیں آپ

تشریف خود جو لائے ہیں دربارِ عشق میں
ملبوسِ پُر صفات کے بستہ کمر ہیں آپ

پیدا ہوئے جو برزخ کبریٰ کی شکل میں
ہجدہ ہزار خلق میں خیر البشر ہیں آپ

پردہ میں غیریت کے رکھی ہے جو علینت
صاف اپنی مردمک ہی کے نور البصر میں آپ

یوسف کے بھیس میں جو نظر آگئے ہمیں
اپنے جمال و حسن ہی کے عشوہ گر ہیں آپ

خورشید جو بنے ہیں تجلی سے ذات کی
توحید کے فلک سے مُنّور قمر ہیں آپ

پھُولے پھلے حدیقۂ بیچوں کے ہیں جو نخل
خود باعیان و صورتِ شاخ و ثمر ہیں آپ

دیدار کی ہوس میں جدا ہیں جو وصل سے
موسیٰ کی طرح اپنے سے بس بے خبر ہیں آپ

دِل کو دکھا رہے ہیں تجلی ہر اک نفس
اپنے ہی صاف سینہ کے طورِ جگر ہیں آپ

نابینا بن کے دیکھئے چشمانِ دل سے صاف
ظلمت کی مطلق آنکھ کے عینِ نظر ہیں آپ

نیساں کا قطرہ منہ میں لیئے کہتی ہے صدف
دریا کو جو سمیٹے ہیں آبِ گہر ہیں آپ

کب غیر کا وجود ہے بن جائے میری شکل
اپنی صِفت میں ذات ہی سے جلوہ گر ہیں آپ

سنگ سیہ میں کر کے ظہور اے میرے صنم
کعبے کے بت جو بن گئے شکلِ حجر ہیں آپ

ارض و سما کا ظلّ سے تمہارا جو ہے ظہور
ہر شکل میں معلق و زیر و زبر ہیں آپ

جلوہ ہے ایک ہی ذات کا ان دو کو صفات میں
ہادی میں ہیں جو خیر مُذّل میں شبھی شر ہیں آپ

۴۳	عاشق معین دین کے ہوئے ہیں جو ذات سے ارشادِ چشتیہ کے سدا راہبر ہیں آپ	۹

ہے پیشانی پہ قرآن کی جو بسم اللہ کی صورت
نہاں ہے میم کی گھونگھٹ میں وہ اللہ کی صورت

ہمارے دل کے آئینہ پہ ہے تحریرِ الا اللہ
نظر میں صاف آتی ہے رسول اللہ کی صورت

تماشا گنجِ مخفی کا جو در پردہ نظر میں ہے
نبی ہے مَردمک اپنی صفی اللہ کی صورت

ہمارے صاف سینہ میں ہے جب سے نورِ حق پیدا
عیاں طورِ جگر سے ہے کلیم اللہ کی صورت

طوافِ کعبۂ دل کے لیئے اے ہمدمو ہر دم
حرم سے باہر آتی ہے خلیل اللہ کی صورت

ہمارے جسم خاکی میں اب اعجازِ مسیحا سے
بسی ہے کس طرح سے آکے روح اللہ کی صورت

صدا اللہ اکبر کی جو میں سُنتا ہوں ہر لحظہ
حقیقت ہے جو طوفان کی میرے پیش نظر ہر دم

میری آنکھوں میں پھرتی ہے ذبیح اللہ کی صورت
دکھائی مجھ کو دیتی ہے نجی اللہ کی صورت

۴۴	نہ کر کچھ خوف اے عاشق تجھے خواجہ معین الدینؒ دکھادیں گے دم آخر ولی اللہ کی صورت	۹

کافرے بر کفر و در اسلام خود دیندار نیست
جانِ من عُشّاق را از ہیچ مذہب کار نیست

از شراب کُنتُ کنزاً ساقیا ساغر بیار
در خراباتِ محبت لطف بے دلدار نیست

بے صفات و ذات حق مطلق ندارم اصل خود
صاف میگویم انا الحق ہیچ خوف از دار نیست

عاشق و معشوق را صورت یکے در خلوت است
روئے خویش اے چشم وحدت لائقِ دیدار نیست

بیخود و سرمست تو ہوش و حواس عقل برد
کیست آں دیوانہ ات بر کارِ خود ہشیار نیست

ہیچکس اِمکان ندارد از عدم آر دفشان
لامکانم بر سرِ بام و در و دیوار نیست

در بقا دیدم تُرا گشتم فنا پیش از فنا
در صدائے زندگی جز تو کسے اے یار نیست

در حرم بہرِ پرستش دیدہ ام لات و منات
کافرِ عشقم مرا از بتکدہ انکار نیست

۴۵	اے معین الدین چشتی عاشق خود را نگر ہمچناں اکنون بدوران صاحب گفتار نیست	۱۱

شیخ از تسبیح مست و ہندو از زنار مست
من مدام از بادہ ہائے الفت دلدار مست

از تماشائی چمن شُد دیدۂ بیدار مست
شد ز دیدار مسیحا نرگسِ بیمار مست

عندلیبِ جان شدہ از نکہتِ گلزار مست
میشود از بوئے گل ہر برگ و نوکِ خار مست

حضرتِ موسیٰ شُدند از رویتِ انوار مست
من شدم از انکشافِ حالتِ اسرار مست

گشت از اعجازِ زلفت نافۂ مشکِ ختن
از شمیم گیسویت شُد طبلۂ عطار مست

من شرابِ عشق خوردم مستئ من دائمیست
ساقیا از بادہ ات تاکے شود میخوار مست

تیغ الفت رامدہ در قبضۂ پر اضطراب
بہر قتلِ عاشقان باشد دلِ خونخوار مست

نغمۂ سرمد شنید ستم ازین گفتارِ نے
من نہ مستم بلکہ ہر یک می شود ہشیار مست

در نمازت زاہدا حاصل شود کئے بیخودی
ہر زمان باشد دلم از کیف وصلِ یار مست

یارِ ما بانگ انا الحق زد ز جوشِ عشقِ خود
صورتِ منصور گشت و آمدہ بر دار مست

۴۶ — عاشق این اعجاز حضرت خواجۂ چشتی ماست
مے شود پیر طریقت خود ازین گفتارِ مست — ۱۴

بندے کو جو حاصل ہوئی مولا کی زیارت
قسمت میں تھی اجمیر کے خواجہ کی زیارت

اجمیر گئے جب تو گئے کعبہ کی جانب
اب ہم سے ہوئی یثرب و بطحا کی زیارت

ہم روضۂ خواجہ کے مطوف جو بنے ہیں
تقدیر میں تھی قبلہ و کعبہ کی زیارت

آئے ہیں تمنائے دلی سے جو ہم اجمیر
منظور تھی صرف اپنے ہی بابا کی زیارت

معراج سے کچھ کم نہیں اجمیر کا جانا
حاصل ہوئی وہاں رب تعالیٰ کی زیارت

ہاں قیصر و فغفور جبیں ملتے ہیں اس جا
ایسی ہے ہمارے شہِ والا کی زیارت

اس روضۂ اقدس کے نظر آئے جو اشجار
گویا کہ ہوئی سدرہ و طوبےٰ کی زیارت

اس گنبد خواجہ کے جو حامل ہیں فرشتے
کرتے ہیں ہمیشہ میرے آقا کی زیارت

جبریل جو یہاں اترے ہیں گنبد سے فلک کے
منظور ہے اس درگہۂ اعلیٰ کی زیارت

آئیگی نظر موت میں بھی زندگی تم کو
ہاں کر لو ذرا اپنے مسیحا کی زیارت

عقبیٰ کا ذخیرہ نہ ہو کیوں مرقدِ خواجہ
ہے اور ہی اس قبرِ معلّےٰ کی زیارت

ہم لے کے برات آئے چھٹی کو جو رجب کی
ہم کو شبِ صندل ہوئی دولا کی زیارت

ہیں پیر جو قطب اور نظام اور نصیر آج
دہلی میں ہوئی ہم سے ہر اک جا کی زیارت

۴۷

یوں روضۂ خواجہ سے صدا آتی ہے ہر دم
مقبول ہوئی عاشقِ شیدا کی زیارت

۱۷

کیا ہوئے ہیں ہم فقط اس بُت کو پا کر لوٹ پوٹ
دیکھ کر اپنے صنم کو ہوگا ہر ہر لوٹ پوٹ

سینۂ سوزاں میں جو بھڑکی ہے آتش عشق کی
جل رہا ہے رات دن دل ہو کے مضطر لوٹ پوٹ

کھل گیا تشدید کے دنداں سے عقدہ جزم کا
ہو گئی مد نظر اپنی جو ہم پر لوٹ پوٹ

دیکھ کر روئے صنم پر نکتۂ وحدت کا خال
برج سے توحید کے نکلا ہے اختر لوٹ پوٹ

سر جھکا آپ ہی جب اپنا یار کی تسلیم کو
گر پڑی قدموں پہ خود تیغِ ستمگر لوٹ پوٹ

دیر کی خواہش میں جب آزر نے اپنا نگار
کیوں نہ پھر ہوئے مورت اپنی پتھر لوٹ پوٹ

زنگ میں جو تھا ہوا صیقل سے وہ جوہر عیاں
کاٹ پر اپنی ہوا ہے آب خنجر لوٹ پوٹ

غنچۂ دل کھل کے سینے میں جو ہے ہُو کی مہک
ہوتی ہے ہر دم میری روح مُطہر لوٹ پوٹ

صورت واللیل بن جاتی ہے آپ ہی رات کو
احمد بے میم کی زلفِ معنبر لوٹ پوٹ

قطرہ و موج و حباب و آب بن جاتا ہے آپ
ذات میں اپنی خود ہی ہو کر سمندر لوٹ پوٹ

غیر کو معلوم ہو کیوں کر حقیقت وصل کی
اے صنم ہوتے ہیں ہم خلوت کے اندر لوٹ پوٹ

ہے شرابِ وحدت اپنی کہنہ دو آتشی
ہو گئے ہیں کیا ہمیں اک اس کو پی کر لوٹ پوٹ

مست ہے ساقی جو پھینکا جامِ شیشہ بزم میں
ٹوٹ کر ہونے لگے مینا و ساغر لوٹ پوٹ

قطرۂ نیساں میں جب دریا سمایا عشق سے
بن گیا درجِ صدف میں صاف گوہر لوٹ پوٹ

مادہ پایا ہے اپنا جب لہو میں یار کے
پی رہی ہے خون اپنا جونک ہو کر لوٹ پوٹ

ہم جو بیٹھے ہیں بچھا کر آج فرشِ بوریا
پیر پائی پر ہماری خود ہے بستر لوٹ پوٹ

۴۸	عاشق خواجہ معین الدینؒ کا ایسا ہے سخن سن کر اس کو ہوتے ہیں سارے سخنور لوٹ پوٹ	۲۱

ملکِ عدم سے جب ترا آنا ہوا عبث
دو دن کی زندگی پہ نہ دل کو لگا عبث

ملتا نہیں ہے جب کہیں نام و نشان میرا
اے یار اپنا پاتا ہوں نشو و نما عبث

حرص و ہوا کا دام بچھاتا نہ عشقِ یار
آدم کے ساتھ ہوتے نہ ہم مبتلا عبث

اچھا ہوں یا برا ہوں جو کچھ ہوں سو ہوں غرض
کرتے ہو ہمدمو میرا ہر دم گلا عبث

جب دیکھتا ہوں خود کو تو آتا ہے تو نظر
کیوں کر میں سمجھوں اپنے کو کہنا خدا عبث

بے پردگی ہے تجھ سے مجھے غیریت نہیں
آ شوخ روبرو تو میرے کیوں چھپا عبث

جو کچھ کہ ہیں سو آپ ہی سمجھ لیجئے آپ کو
ہرگز نہ جانو دوستو میرا کہا عبث

معنئ خدا کی صاحبِ عرفاں سے پوچھ لے
خود آ تو سیدھی رہ پہ نہ پھر جا بجا عبث

حاصل ہے دلربا سے تجھے وصلِ مطلق آج
تو ہو رہا ہے یار سے آپ ہی جدا عبث

بینائی دونوں آنکھوں کی رکھتی ہے اک نگاہ
ہے اک نظر تری تو دوئی میں پڑا عبث

تھا بتکدہ سے تجھ کو اگر شوق اے صنم
کعبے میں دل کے کس لئے پھر آ بسا عبث

جب دیکھتا ہوں خود کو تو پاتا ہوں اپنا عکس
کیوں روبرو دھرا ہے میرے آئینا عبث

شعلے نکل رہے ہیں جگر کو لگی ہے آگ
اے سوزِ عشق پھر نہ میرا دل جلا عبث

کس طرح سرنوشت کو میری پڑھے کوئی
خود آپ دیکھتا ہوں میں اپنا لکھا عبث

لے خونِ دل ہمارا اگر شوق ہے تجھے
کیوں مل رہا ہے ہاتھ پہ رنگِ حنا عبث

تو چاہتا جو یار کو دکھلاتا کوئی رند
اے شیخ دربدر تو بھلا کیوں پھرا عبث

بنیادِ لامکاں کو میں پاتا ہوں مستقل
پھر کس لئے کھڑے ہیں یہ ارض و سما عبث

خود کس چکا ہے کعبہ میں ملتا نہیں خدا
بطحا کو کس کے واسطے زاہد چلا عبث

جب تو ہی مدعا ہوا اور تو ہی مستجیب
زاہد اُٹھا نہ ہاتھ کو بہرِ دعا عبث

خود صورتِ بقا ہوں فنا ہو کے یار میں
آتی ہے میرے سامنے پھر کیوں قضا عبث

۴۹
عاشق معینؒ دین کا ہے خود معصیت سے پاک
اس پر لگا نہ یار تو جرمِ خطا عبث
۲۱

آیا احمدؐ جو نظر صورتِ رحمان میں آج
مل گیا یار میرا حضرتِ انسان میں آج

میم کا ٹپکا کمر پہ جو احد کے پایا
نکتہ اک ہاتھ لگا اپنے یہ عرفان میں آج

مہ رجب کا ہو نہ کیوں مصحفِ رخسار ترا
خط کے ہیں زیر و زبر صفحۂ قرآن میں آج

باغ میں بیٹھا تھا کل آ کے جو اپنا گل رو
بلبلو اس کی ہے بو سبزۂ و ریحان میں آج

وصلِ دلدار میں کل شب کو مزے جو لوٹے
باقی اب کچھ نہ رہا حسرت و ارمان میں آج

نالہ کرتی ہے بہت عشق میں گل کے بلبل
اس لئے شور ہے ہا ہو کا گلستان میں آج

صورتِ ماہ میں کل رات کو نکلا وہ صنم
آ گیا صبح نظر مہرِ درخشاں میں آج

رازِ خلوت کہوں کیا وصل سے میں بیخود ہوں
تابِ اظہار نہیں ہے دلِ نالاں میں آج

مرضِ عشق کو داروئے فنا ہے درکار
ذکر کر کچھ نہ مسیحا میرے درماں میں آج

ناخدا جان بچا ہے یمِ توحید کو جوش
آگیا آج جہاز اپنا ہے طوفان میں آج

جل گیا طورِ جگر کل جو تجلّی دیکھی
ہے طپش دل کو میرے سینۂ سوزاں میں آج

خیر و شر کل ہیں ترے کل پہ نہ رکھ ان کا حساب
تول کر دیکھ عمل اپنے تو میزان میں آج

جامۂ غُور کے وحشت سے ہیں ٹکڑے ٹکڑے
تکمہ اک دل کا ہے سینے کے گریباں میں آج

گوشت اپنا جو تیری فکر میں کھاتا ہوں میں یار
ذائقہ اس کا ہے کب نعمت الوان میں آج

لامکاں آپ ہوں میں کیوں رکھوں اسباب جہاں
تفرقہ پاتا ہوں خود زیست کے ساماں میں آج

دیر میں بت جو بنا ہے وہ ہے کعبہ میں صنم
برہمن میں تھا جو کل ہے وہ مسلماں میں آج

کل جو پوچھا تو دکھایا نہ مجھے زاہد نے
یار آتا ہے نظر مجلسِ رنداں میں آج

خونِ دل آنکھ میں آکر جو بنا آبِ حیات
موج زن بحر ہوا دیدۂ گریاں میں آج

عمر بھی ہو چکی اب قید بھی اتمام ہوئی
مجھ کو اے یار نہ رکھ ہستی کی زنداں میں آج

فقر کے تاج کو زیبا ہے سرِ پُر خاکی
اُس کی عظمت ہے کہاں تختِ سلیماں میں آج

| ۲۳ | خواجۂ چشت رح کا ادنیٰ جو گدا ہے عاشق
اس کا رتبہ ہے کہاں قیصر و سُلطاں میں آج | ۵۰ |

اے بے نشان تو اپنے عدم کو مدام سوچ
ہرگز نہیں وجود کو تیرے قیام سوچ

یہ جسم عشق کا ہے تو کیا پوچھتا ہے اسم
ہے کون اس کا اصل ذرا اس کا نام سوچ

ہے عبد و رب کی شکل میں خود یار جلوہ گر
صاحب ہے کون کس کو کہے گا غلام سوچ

مستی و بیخودی میں مزے کس طرح کے ہیں
پی کے شرابِ عشق کے اب اک دو جام سوچ

لا کی لگام تھام معلق ہے خود سوار
مرکب بنا ہے کس کا تو لے خوش خرام سوچ

اے بت پرست عشق وعقیدہ ترا ہے صاف
کس واسطے ہوا صنم اپنا ہے رام سوچ

کعبے میں گر خدا نہیں ملتا ہے تجھ کو شیخ
پھر قصد کیوں ہے جانب بیت الحرام سوچ

بیچون لم یزل کو تو مطلق نہیں زبان
پھر مصحفِ شریف ہے کس کا کلام سوچ

احمدؐ کے زلف ورخ کا اگر مبتلا ہے تو
واللیل ووالضحیٰ میں ہے کیا صبح وشام سوچ

خلد بریں کے قید سے اے مطلق اب نہ ڈر
خود لامکان کا نام ہے دار السلام سوچ

پیغامبر بنے ہیں جواب اپنے آپ ہم
کب اپنے درمیان ہیں سلام وپیام سوچ

رہنا ہی گر عروج پہ تجھ کو ضرور ہے
آواز باطنی پہ ہے لازم دوام سوچ

کر سکتے ہیں صفات کو اپنے میں خود فنا
کیا چاہیے وصال میں پھر انتظام سوچ

ہے یار سے جو آنکھ لڑانا تجھے ضرور
ہوکر سرامین بند نظر کر کے بام سوچ

کثرت کو پار رہا ہے جو وحدت میں آج تو
کیا خوب ہو گیا ہے ترا التزام سوچ

طے کر کے منزلیں جو وری الوری گیا
اے سالک اب کہاں ہے وہ تیرا مقام سوچ

خود پختگی میں علم کی مخفی ہے کُنہ ذات
پہنچے گی تیری وہاں پہ کہاں فکرِ خام سوچ

جاتا ہے اک جہاں سے تو آتا ہے دوسرا
کب ہوگا عشق یار کا یہاں اختتام سوچ

اے زاہد آج ہے جو تو پابند شرع کا
جھکجھک کے کر رہا ہے یہ کس کو سلام سوچ

ناکام ہوگا کام جہاں پر نہ رکھ خیال
جس کام کے لئے تو بنا ہے وہ کام سوچ

ساری خدائی کرتی علیؑ کی ہے اقتدا
عالم کا رہنما ہے ہمارا امام سوچ

اے حق طلب نہیں ہے یہ بیجا میرا سخن
تیرا ہے اس کلام میں مطلب تمام سوچ

۵۱	عاشق ہوئے ہیں خواجہ چشتی کے اب جو ہم طالب ہمارے اس لئے ہیں خاص وعام سوچ	19

میں ہو گیا ہوں عشق کا بیمار بے طرح
کیا ہو سکے علاج ہے آزار بے طرح

خود چل گیا مزاج میرے چارہ ساز کا
پائی جو میری نبض کی رفتار بے طرح

سینہ پہ کان رکھ کے مسیحا ذرا تو سن
جاناں سے آج دل کی ہے گفتار بے طرح

مرنے کا مجھ کو ڈر ہے نہ جینے کی کچھ خوشی
میں خود ہوا ہوں اپنے سے بیزار بے طرح

دم کھینچ لے شتاب مسیحا نہ دیر کر
اِک آبسا ہے پہلو میں خونخوار بے طرح

لاشے کو میرے جلد مِلا دیجئے خاک میں
لیکر پھریں نہ در بدر اغیار بے طرح

اتمام کر کے عِشق جو دلدار جا چکا
مضطر ہے اِس لیئے دِلِ غمخوار بے طرح

اے مُنکر و نکیر اُٹھیں گے نہ ہم کبھی
سونے کے وقت لائیں نہ تکرار بے طرح

دُرِ یتیم گرتے جو ہیں آنکھ سے میری
غلطاں ہے دیکھ کر دُرِ شہوار بے طرح

آیا یہاں عدم سے جو سودے کو یار کے
رسوا ہوا ہوں بر سرِ بازار بے طرح

دِل دے کے تجھ کو یار بہت منفعل ہوں میں
کس حال میں یہ مجھ سے ہوا کار بے طرح

شیشے میں دِل کے جوش پہ صہبائے وصل ہے
آنکھیں ہماری ہو گئیں سرشار بے طرح

تحقیر اپنی کیوں نہ کرے ہر کوئی یہاں
بدنام کر رہا ہے مجھے یار بے طرح

وحشت سے جب گذر میرا صحرا میں ہو گیا
تعظیم کو کھڑا ہوا ہر خار بے طرح

چشمِ صدف جو کھل گئی نیساں کے عشق سے
روتا ہے اُس پہ ابرِ گہربار بے طرح

ہم پوجتے ہیں ہستی کو اپنی جو ہر نفس
تکفیر میں ہیں زاہد و دیندار بے طرح

رحمت کا آب رکھتی ہے تر دامنی میری
شیخ اس کو تو نچوڑ نہ ہر بار بے طرح

دنیا سے پیر زال جب آزاد ہو چکی
پھر پاس کیوں وہ آتی ہے مردار بے طرح

۵۲	عاشق جو تجھ کو خواجہ چشتیؒ کا عشق ہے تیرے دکھائی دیتے ہیں آثار بے طرح	۱۷

آمد زِ ہر دمیکہ بگوشم صدائے شوخ
دیدم بذاتِ خویش فنا و بقائے شوخ

برصوتِ عالمے کہ محیط است سامعہ
آید بگوش صاف زہر شئے ندائے شوخ

شد چوں متاعِ عشق حصولم زِ گنج نیست
من آدمم بہ ہست بہ حرص و ہوائے شوخ

ناحق زجورِ عشق درین قید خانہ ام
این نیست جرمِ من کہ شدم مبتلائے شوخ

ہر شئے کہ دیدہٗ بوجود صنم نگر
موجود شد تمام بذات و بجائے شوخ

در صورتم رسید نگارم بخلوتے
کئے خوش بود بوحدتِ مطلق بقائے شوخ

گشتم فنا چو پیش فنا در وجودِ یار
شد در یگانگی دِل و جانم فدائے شوخ

اے جان بحالِ خونِ دلم تو بپائے خویش
این رنگ خوشتر است زِ رنگِ حنائے شوخ

در حال وجد نعرۂ ھا ھو کہ میزنم
بیخود شُدم زِ مستی نغمہ سرائے شوخ

دور است از رفو دِلِ صد چاگ اے مسیح
من بسملم زِ خنجرِ ناز و ادائے شوخ

شادان مشو بخندۂ معشوق اے دلم
ہست آن بسوئے گریۂ خود مدعائے شوخ

شرطِ وفائے خویش ادا میکنم بجان
گر رفت بازیم چہ بجور و جفائے شوخ

طوریکہ کردنیست بکن کارِ ما تمام
منظورِ ماست ہرچہ بود در رضائے شوخ

آزارِ عشق شُد بدم واپسین زیاد
ناید بکام مرگ مسیحا دوائے شوخ

آغازِ من زِ عشق بہ نہجیکہ گشتہ است
انجام من ہماں بود اندر ولائے شوخ

تا لامکان رسد چہ مجالِ فرشتہ است
من ہر نفس روم سوئے عظمت سرائے شوخ

۵۳	شُد چوں وصالِ یار زِ فیضِ معین دینؒ عاؔشق زباں کشو و بحمد و ثنائے شوخ	۱۰

جو عرش معلیٰ ہے وہ ہے کوے محمدؐ	چہرہ جو خدا کا ہے وہ ہے روئے محمدؐ
بے میم جو احمدؐ ہے بلا عین عرب ہے	ہے تارِ بصارت کی کشش سوئے محمدؐ
واللّیل پڑھوں سورۃ والشمس کروں ورد	ہیں یاد جو ہر دم رخ و گیسوئے محمدؐ
جب باغِ نبوت میں ولایت کا کِھلا گُلُ	آتی ہے علیؑ سے مجھے اب بوئے محمدؐ
عشاق نہ کیوں اپنے یہاں سر کو جھکا دیں	ہے طاقِ عبادت خمِ ابروئے محمدؐ
سایہ کے نہ ہونے کا جو باعث ہے کہوں کیا	خود ظلِ خدا ہے قدِ دلجوئے محمدؐ
تسکین نہیں درماں سے ترے دل کو مسیحا	ہے اس کو سدا خواہش داروئے محمدؐ
ہوتے ہیں فدا شربتِ دیدار کو پی کر	ہستی سے ہیں بیزار رضائے جوئے محمدؐ
سنتا ہوں سدا ہر بنِ مُو سے میں شبِ وصل	بیشک الف اللہ کا ہے ہر موئے محمدؐ

۵۴	توصیف یہی خواجۂ چشتیؒ کی ہے عاؔشق اخلاق حسن اُن کے ہیں سب خوئے محمدؐ	۱۵

دل گھر اور چشم در اور فرق ہے بامِ محمود	ہے جبیں پر میری موجود مقامِ محمود
جس طرح ذات میں احمدؐ کی احد ہے مخفی	اِسم اللہ میں پوشیدہ ہے نامِ محمود
بے زباں ذات ہے بیچوں کی یہ اثبات ہوا	صاف کہتا ہوں میں قرآں ہے کلامِ محمود
صلح کل اس کے ہے اخلاق حسن سے ظاہر	اس لیے خلق ہے سب تابع و رامِ محمود
نشہ وحدت کا چڑھے گا تو نہ اُترے گا کبھی	دیکھ لے پی کے تو اک قطرۂ جامِ محمود

ہم کو جبرئیل امین صاف خبر دیتے ہیں
وحی خالق کی ہے جو کچھ ہے پیامِ محمود

مرغِ دل چھوٹتے ہیں سب کے ہدایت پاکر
شش جہت میں جو بچھا رہتا ہے دامِ محمود

کہتے ہیں راہ قدم پیرِ طریقت جس کو
ہے نظر میں میری اک نقشِ گامِ محمود

لافتیٰ شان میں آیا ہے اسی کی الحق
ذوالفقارِ شہ صفدر ہے حسامِ محمود

دیکھتے ہی رخ و زلف آپ کے عقدہ یہ کھلا
صبح والشمس تو واللیل ہے شامِ محمود

اپنے ٹکراتے ہیں سر دیکھ کے کبکِ عرفان
آگیا اُن کی نظر میں جو خرامِ محمود

جلوہ فرما ہے جو وہ مہر جہاں تاب یہاں
خم ہے ہر وقت فلک بہر سلامِ محمود

اُن کے اجداد کا گجرات میں ہے شاہ پورہ
احمد آباد میں ہے خاص قیامِ محمود

پیر و مرشد ہے میرا آج وہ قطب دوراں
جس کے اوصاف میں آیا ہے مقامِ محمود

۵۵	خواجۂ چشتؒ کا ہے دستِ توجہ سر پر آج عاشق کو جو کہتا ہے غلامِ محمود	۱۴

بی زبانم چه کنم حمد نکوئے محمودؐ
شد عیاں احمدؐ بے میم بروئے محمودؐ

بندۂ او شدم و ہست خدایم ذاتش
سجدہ گاہِ من عاشق شدہ کوئے محمودؐ

شکلِ بیچوں کہ دراں نورِ مجسم دیدم
مردمِ چشمِ مثالست بسوئے محمودؐ

خلق آموختہ اخلاقِ حسن از فیضش
چشمۂ خلقِ محمدؐ شد خوئے محمودؐ

نغمۂ دلبری از پردہ بروں می آید
صوتِ مطلق کہ برآید زِ گلوئے محمودؐ

زلفِ واللیل کہ بر مصحفِ رویش پیداست
شکلِ اللہ نہاں است بموئے محمودؐ

میشوم طاہر و اطہر بہ صلوٰۃِ مطلق
میکنم در یم توحید وضوئے محمودؐ

در خرابات جهان بیخود و سرمست شدم — جرعهٔ یافتم از جام و سبوی محمود
احمد آباد که شد خطهٔ باغ گجرات — شد معطر همگی خلق ز بوی محمود
قطب اقطاب زمان خوب رشید عصر است — چشتی و مرشد ماجد و ابوی محمود
فخر دین و شه برهان و حسام الدین است — این و اخوان همه از شان نکوی محمود
دوستش عظمت و اعزاز نموده حاصل — در جهان خوار و ذلیل است عدوی محمود

۵۶	همدرین عصر ز فیضان توای خواجه چشت شده ام عاشق و دیوانهٔ روی محمود	۲۵

بشکل عبد خود مولیٰ برآمد — که بنده در رخ آقا برآمد
شده بی وضع خود با وضع ظاهر — ز باطن چهرهٔ اخفا برآمد
بحسن و خوبی خود حضرت عشق — نثار و واله و شیدا برآمد
کجا دو هست بین ای چشم وحدت — که عکس از قامت زیبا برآمد
درآمد ذات بحت اندر تعین — ز نقطه لفظ با معنی برآمد
جدا کی اسم از شان مسمی است — صفات و ذات خود یکجا برآمد
احد مخفی شده در برقع میم — بروی برزخ کبری برآمد
تلاطم گشت چون در بحر وحدت — برنگ موج خود دریا برآمد
جلالش شد بر جمالی — ز آدم صورت حوا برآمد
بچشم احمدی گر دیده دید — پس پرده احد بینا برآمد
نظر کن ساقیا چشم و دل خود — که همچون ساغر و مینا برآمد

زجام بیخودی خود جانِ عالم — بہ جسمِ انجمن آرا بر آمد

کجا شاہد بود بے یار پیدا — کہ مجنوں ہمرہ لیلیٰ بر آمد

برابر ذرّہ و مہر است روشن — نہ خورشید از فلک تنہا بر آمد

خدا اگر ہست بیچون و چگونہ — چگونہ وصف او گویا بر آمد

بگوائے شیخ قرآں را شنیدہ — چنان از لبِ زبان قل یا بر آمد

شبِ معراج از عرشِ بریں ہم — چنیں تا فرشِ یک غوغا بر آمد

رسیدہ صوت در گوشِ محمدؐ — صدا الیش چونکہ در افشا بر آمد

جوابِ لن ترانی خود صریحاً — چنان یا حضرتِ موسیٰ بر آمد

ابو الآدم فقط بے میم احمدؐ — کہ ہم بینا و خود دانا بر آمد

بوصلِ خوابِ غفلت محو گشتم — کہ فصل از عالمِ رویا بر آمد

سرودِ مطربِ مطلق شنیدم — ز بے لب صرف یک سیلی ہوا بر آمد

چو رخسارِ صنم شد ظاہر احمدؐ — بشانِ دیر خود بطحا بر آمد

شوم کافر بگویم پیشِ دیدار — کہ او در شکلِ بت حقا بر آمد

۵۷	بحکمِ خواجۂ اجمیرؒ عاشق زقیدِ خواہشِ دنیا بر آمد	۱۷

خود فنا ہو کر میں کرتا ہوں خدائی کا گھمنڈ — مجھ میں کچھ باقی نہیں ہے خود نمائی کا گھمنڈ

لاشریک اور وحدہٗ پاتا ہوں اپنی ہی صفت — ہے میری عظمت کے شایان کبریائی کا گھمنڈ

دیکھتا ہوں صورتِ معشوق اپنی ذات کو — شکل آئینہ میں رکھتا ہوں صفائی کا گھمنڈ

بحرِ وحدت میں دکھائی دیرہا ہوں جوں حباب
خود ہوں دریا مجھ میں ہے اپنی سمائی کا گھمنڈ

غیب مکنوں کی حقیقت آپ کہہ دیتے ہیں صاف
اس لیئے ہے ہم کو باطن کی رسائی کا گھمنڈ

پھنس گئے ہیں عشق کے پھندے میں ہم تو کیا ہوا
ہے ہمارے طائرِ جاں کو رہائی کا گھمنڈ

ہم ہیں مولا عجز سے بندہ بنے ہیں آپ کے
کب کیا کرتے ہیں عاقل خودستائی کا گھمنڈ

عشق کے ساقی نے بھر دی دفعتاً کیسی شراب
ہے خُمِ سر میں ہمارے پارسائی کا گھمنڈ

صلح کل اب ہم سے اے شیخ و برہمن سیکھ لو
ہرگز آپس میں نہ رکھو تم لڑائی کا گھمنڈ

میں جو کہتا ہوں انا الحق ثانیٔ منصور ہوں
جانتا ہوں یہ نہیں اپنی بھلائی کا گھمنڈ

ہستی و ذات وصفات وہست کی معنی ہے اک
عبد و رب کے درمیان کب ہے جدائی کا گھمنڈ

آ گئے دھوکے میں تیرے کیسے کیسے عشق باز
تجھ کو اے پیارے ہے زیبا دلربائی کا گھمنڈ

بڑھتی ہے جوں جوں محبت ہوتے ہیں برباد ہم
کیا کریں دنیا میں تیری آشنائی کا گھمنڈ

تجھ میں ہے جور و جفا تو ہم میں بھی کب ہے وفا
اے جہاں ہم سے نہ کر تو بیوفائی کا گھمنڈ

یا علیؑ دل سے کہا گر کوئی مشکل ہو سخت
ہے سزاوارِ علیؓ عقدہ کشائی کا گھمنڈ

کب زباں ہے ہم کو جو باتیں کریں ہم اس طرح
ہر کوئی کرتا ہے یہاں اپنی بن آئی کا گھمنڈ

۵۸ عاشقِ خواجہ معین الدینؒ کا سر جھکتا ہے کب
بڑھ کے ہے شاہی سے بھی اس کی گدائی کا گھمنڈ ۱۷

دھونڈ کر ہم نے جو پایا ہو کا نکالا تعویذ
ہاتھ آیا کسی عامل کے نہ ایسا تعویذ

عشق کی تپ سے سدا سینہ مرا جلتا ہے
آتشی گھر سے میرے واسطے بھرنا تعویذ

زرد ہے رنگ میرا عشق کے آسیب سے آج
زرگر و لاؤ سنہری کوئی اچھا تعویذ

نقش توحید جو دل پر ہے ہمارے کندہ / خون سے دھو کے پیا کرتے ہیں اپنا تعویذ
نقش ہے نامِ محمدؐ کا جو آدم میں نہاں / عارفو ذات میں اپنی ہے وہ اِخفا تعویذ
نقش ہے نادِ علیؑ کا جو زباں پہ میری / نطق مولا سے ہوا جاتا ہے گویا تعویذ
اِسمِ اعظم سے پہنچتا ہوں میں اوڑ کر تا عرش / عاملو مجھ کو بناتا ہے فرشتہ تعویذ
کُنتُ کنزاً کے عدد سے ہے یہ نقشِ الحُبّ کا / گنجِ مخفی سے میرے ہاتھ ہے آیا تعویذ
تھا سزاوار جبیں کے جو طلسمِ تقدیر / لے کر اُس یار سے خود آنکھوں پہ رکھا تعویذ
سورۂ جن میں نگار اپنا نظر آتا ہے / دیکھ قرآن کو لکھوا اُس کا پلیتا تعویذ
دل کا دھڑکا نہ کبھی جائے دمِ آخر تک / پاس آئے جو میرے بن کے مسیحا تعویذ
اپنے سایہ ہی سے ڈرتا ہے یہ دیوانہ سدا / اے سیانے تو ذرا سوچ کے لکھنا تعویذ
یار کے سحر نے اکدم میں کیا مجھ کو تمام / اے مسیحا ترا کام آئے نہ گنڈا تعویذ
لکھ دیا یار نے چھاتی پہ میری الا اللہ / بن گیا بعد فنا صفحۂ سینا تعویذ
یار میں ہو کے فنا میں نے مٹایا ہے نشان / گورکن تو نہ بنا میری لحد کا تعویذ
حاضرات آج ہوئی یار کو پایا ہم نے / کر کے تحریر ہتھیلی پہ جو دیکھا تعویذ

۵۹	دھو کے پیتا ہے قدم آپ کے اے خواجہ چشتؒ حق میں عاشق کے ہے وہ نقشِ کفِ پا تعویذ	۹

جس طرف دیکھا اُدھر دلدار آتا ہے نظر / چشمِ وحدت میں فقط اک یار آتا ہے نظر
آنکھ نرگس پھول رُخ غنچہ دہن شمشاد قد / آپ میں اے جانِ جاں گلزار آتا ہے نظر
ساقیا پردے سے دے اک ساغرِ الفت مجھے / آنکھ میں اس مست کی میخوار آتا ہے نظر

کفر کے نیچے سے چھوٹے کیونکر لے زاہد تیرے
روزنِ تسبیح سے زُنّار آتا ہے نظر

مطلبِ مجنوں سے بیخود ہی کو ہوتی ہے خبر
حالِ دیوانہ کب اے ہوشیار آتا ہے نظر

برہمن جو دیر میں ہے خود وہ کعبہ میں شیخ
کیا کہیں ہم یار کو مکّار آتا ہے نظر

کس طرح اس خواب کی تعبیر ہے فرمائیے
یار پہلو میں میرے بیدار آتا ہے نظر

ہے قضا اُس کی دوا مجھ سے مسیحا نے کہا
دل میں تیرے عشق کا آزار آتا ہے نظر

٦٠	حضرتِ خواجہ معین الدین چشتی گا ہے فیض عاشق اب تو جو قلندر وار آتا ہے نظر	٩

میری ہستی کی کشتی ہے رواں دریائے فانی پر
نہ دے اے ناخدا ٹیکا حبابِ زندگانی پر

ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
اُسی میں بھید ہے سارا نظر کر تو معانی پر

جو کچھ تھا بحرِ وحدت میں یہی اک آبِ رحمت تھا
خدائی دیکھ لے ساری نظر آتی ہے پانی پر

نظر کرتے ہیں ہم حق کو ہمیشہ کعبۂ دل میں
کہاں ہے رتبہ موسیٰ کو ہماری لن ترانی پر

تلاشِ یار میں نکلا تو خود گم ہو گیا میں بھی
کرو گے جستجو میری کہو تم کس نشانی پر

نکل جاتی ہے خود قالب سے کامل کر کے عشق اپنا
نہیں کچھ جان کو حسرت ضعیفی اور جوانی پر

عدم کے ہم مسافر ہیں کب اپنا مستقر ہے یہ
طبیعت رہتی ہے مائل ہمیشہ لامکانی پر

شہنشاہ زماں ہے جو وہی درویش صورت سے
کوئی ظاہر کوئی باطن ہے اپنے حکمرانی پر

٦١	جنابِ خواجۂ چشتی عطا ہو جامِ وحدت اور نظر ہے تیرے عاشق کی ہمیشہ قدردانی پر	١٥

خدا و بندہ سے تو جدا ہو تعین اپنا مٹا مٹا کر
نظارہ کر صاف تو ہے بیچوں صفت کے پردے اٹھا اٹھا کر

جو تو بنا ہے طلسم حیرت سمجھتے ہیں ہم تیری حقیقت
زباں تجھ کو نہیں ہے مطلق نہ اب تو ذکرِ انا انا کر

الٹ میں اپنی جو تو ہے زند پلٹ میں اپنی تو خود ہے مردہ
ہوا ہے یہاں جس طرح تو ظاہر کہاں اپنے کو وہاں چھپا چھپا کر

جو تو مصور بنا ہے اپنا عجب یہ نقشہ نظر میں آیا
کروڑوں شکلیں بگاڑیں اپنی جہاں میں تو نے بنا بنا کر

ہے تار دم میں ترے جو ہُو ہُو وہ زیر و بم میں ہے صوت مملو
صدا سناتا ہے اپنی خود تو ستار ڈھولک بجا بجا کر

ہیں سلب ہوش و حواس میرے بیان کر صاف مجھ سے ساقی
یہ کس نے بیخود بنایا مجھ کو شرابِ بحت اب پلا پلا کر

بری ہوا ہے عشق تیری حالت کی مخفی تو نے کچھ بھی مجھ سے
یہ کیسی کی تو نے بیوفائی تعشق اپنا دکھا دکھا کر

جو خوابِ غفلت سے آپ چونکا تلاش اپنی مجھے ہوئی خود
تھا میری خلوت میں کون ایسا اٹھایا مجھکو ہلا ہلا کر

جو بحرِ توحید کا ہے قلزم میں اسمیں ڈوبا ہوں کھینچکر دم
ملا ہے دُرِ یتیم مجھ کو ہزاروں غوطے کھلا کھلا کر

ہمیشہ محجذ ہزار عالم ہماری آنکھوں کے روبرو ہے
کھڑا ہے صاف آ کے مردمک میں مجھ ہی سے آنکھیں لڑا لڑا کر

دوئی یہ جبتک رہیگی تجھ میں عبث ہے زاہد تیری عبادت
نماز اپنی ہمیشہ پڑھ تو خودی کو اپنی بھلا بھلا کر

جو اسم ہے خود وہ ہے مسمیٰ بنا جو مجنوں وہ خود ہے لیلیٰ
سما گیا صاف دیکھ دھوکا دلِ بشر میں خدا خود آکر

تو چھپکے محفل میں چشتیوں کی تماشا صاف اپنا دیکھتا ہے
ہے آپ در پردۂ وحد میں خود مجھے بظاہر نچا نچا کر

عدم میں ہم کو زباں کہاں تھی کلام اپنا تری صفت ہے
تو بھید کرتا ہے ظاہر اپنا یہ مجھ کو باتیں سکھا سکھا کر

۶۲	جناب خواجہ معینِ دین کے یہ بھید عرفان کا ہے مخفی یہ کہدے عاشق چھپاؤ اس کو مریدوں کو سب جتا جتا کر	۱۵

مظہر ہُو کا خواجہ پیر	رب ہے اپنا خواجہ پیر

مطلق ذات بیچوں کا — خود ہے سایہ خواجہؒ پیر
شکلِ احمدؐ صاف بنا — برزخ کبریٰ خواجہؒ پیر
پڑھ کر یٰسین سمجھا ہوں — خود ہے طٰہٰ خواجہؒ پیر
پھیلے گنج مخفی سے — آپ ہی نکلا خواجہؒ پیر
ظلمتِ شام وحدت کا — خود ہے اُجالا خواجہؒ پیر
عشق سے اپنے عالم میں — آپ ہی پھنچا خواجہؒ پیر
طرفۂ باغِ وحدت کا — خوب ہے ثمرہ خواجہؒ پیر
دیکھ کر اپنی صورت کو — آپ کو سمجھا خواجہؒ پیر
پہچانو تم اُس کو کہ ہے — سب میں اخفا خواجہؒ پیر
مثل اُس کا عالم میں نہیں — پیر ہے یکتا خواجہؒ پیر
ہو کے مرید اک کامل کے — سمجھو ہے کیا خواجہؒ پیر
ہند و دکن کے پیروں کا — مرشد و آقا خواجہؒ پیر
ملکِ دکن میں ہے مشہور — ہند کا کعبہ خواجہؒ پیر

۶۳	عاشق دِل سے کہتا ہوں پیر ہمارا خواجہؒ پیر	۱۱

مرشد کامل خواجہؒ پیر — پیر واصل خواجہؒ پیر

اُس کو بزرگی کیا دیں ہم خود ہے فاضل خواجہؒ پیر
آج صفت میں اللہ کی کب ہے شامل خواجہؒ پیر
مطلقِ ذات بیچوں میں ہے اب داخل خواجہؒ پیر
اپنے سرِّ مخفی کا خود ہے ناقل خواجہؒ پیر
قطب جو ہیں غوث ان سب کا شمع محفل خواجہؒ پیر
اپنا دیوانہ جو ہوا خود ہے عاقل خواجہؒ پیر
حق کی نعمت دینے میں ہے خود باذل خواجہؒ پیر
پیرِ موحد جب ڈھونڈا ہو گیا حاصل خواجہؒ پیر
یاد کیا جب میں نے ہوا دل میں نازل خواجہ پیر

۶۴	میں جو عاشق اُس کا ہوں مجھ پہ ہے مائل خواجہؒ پیر	۱۷

جب باغبانِ لم یزل آیا چمن کو چھوڑ بلبل لگی بھٹکنے گلِ نسترن کو چھوڑ
ان پانچ سے ہے صورتِ اللہ کا ظہور عارف اگر ہے تو نہ کبھی پنجتن کو چھوڑ
سب رمز کھل گئے تری کیوں چھپ رہا ہے اب آ شوخ روبرو میرے تو مکر و فن کو چھوڑ
نکلے ہیں جو عدم سے غریب الدیار ہیں صدمے اٹھائے عشق میں کیا کیا وطن کو چھوڑ
سُن سن کے نغمہ دشت میں ہاہو کا مست ہوں پھرنے لگے ہیں چوکڑی آہو ختن کو چھوڑ

جوشِ جنون سے عقل میری ہوگئی ہے گم
ہُشیار کس طرح سے ہوں دیوانہ پن کو چھوڑ

وحشت نے چاک جیب وگریبان کو کردیا
مطلق برہنہ ہوگئے ہم پیرہن کو چھوڑ

رفتارِ دل کے ساتھ اٹھاتے ہیں ہم قدم
کیوں پاؤں لٹ پٹاتے ہیں اپنے چلن کو چھوڑ

درپردہ گفتگوئے نفس سن رہی ہے جب
خاموش ہوگئی ہے زبان خود سخن کو چھوڑ

ہستی مٹا کر اپنی فنا ہو تو یار میں
طالب اگر ہے وصل کا اب جسم و تن کو چھوڑ

ظاہر میں ہم تو بیٹھے ہیں محفل میں سب کے ساتھ
باطن میں ساتھ یار کے ہیں انجمن کو چھوڑ

باتیں کہاں گئیں وہ تری میٹھی میٹھی آج
تو کس لیئے ضعیف ہوا بالے پن کو چھوڑ

اسلام وکفر کیا ہے یہ پہلے سمجھ ذرا
زاہد ملا نہ دین میں اُس برہمن کو چھوڑ

دو روز رہنے کے لیئے آئے جہاں میں ہم
جائیں گے لامکان کو دارِ محن کو چھوڑ

گلزارِ عشق کا جو بنا ہوں میں عندلیب
دم بھر رہوں جدا نہ کہیں گلبدن کو چھوڑ

گر دو شہید جلد مجھے تیغِ عشق سے
جاؤں گا میں جہاں سے لحد میں کفن کو چھوڑ

۶۵ — عاشق معینِ دین کے تصور میں ہر نفس
اجمیر میں مقیم ہے ملکِ دکن کو چھوڑ — ۱۵

ترے پاس رہتا ہے مہ رو شب وروز
ہے بے چین دل کس لئے تو شب وروز

جنون کا قدم جب بڑھا اپنے حد سے
یہ دیوانہ پھرتا ہے ہر سو شب وروز

شگفتہ ہوا باغِ وحدت تو تیری
مہکتی ہے ہر گل سے خوشبو شب وروز

جو پاتا ہے بلبل کو نالاں چمن میں	ہے خود خندہ زن اپنا گل رو شب وروز
بنا ہوں میں آئینہ خود دیکھنے کو	ہے آگے میرے روئے نیکو شب وروز
یہ ہے شور وغل کس کا اب شش جہت میں	یہ کیسی ہے آواز یاہو شب وروز
سمجھتا ہوں والشمس واللیل مطلق	محمدؐ کا رخ اور گیسو شب وروز
میرے دل میں تو ہی ہے آنکھوں میں تو ہی	کروں پھر میں کس کی تکاپو شب وروز
سمایا ہے حب کے تو صورت میں میری	ہے دھیان اپنا اے یار خوشخو شب وروز
سر اپنا جو سجدہ کو جھکتا ہے جاناں	ہے پیش نظر طاق ابرو شب وروز
نمازِ فنا میں ہو مشغول زاہد	ریا کی نہ کر بندگی تو شب وروز
جو سنتی ہے خود نغمۂ صوتِ بلبل	زباں پر ہے قمری کی کوکو شب وروز
ظہورِ تجلی سے روشن ہے سینہ	ہے دل ہی میں خود اپنا مہ رو شب وروز
فنا ہوں میں سن سن کے خود موتو قبل آج	مجھے ورد ہے اَنْ تَمُوتُو شب وروز

۶۶	ترا عاشق زار اے خواجہ چشتؒ نظر تجھ کو کرتا ہے ہر سو شب وروز	۱۳

عرش سے آئے ہیں لیکر صندلِ بندہ نوازؒ	ہے فرشتوں کے سروں پر صندلِ بندہ نوازؒ
شان و شوکت سے ہیں سارے خواجگانِ چشت ساتھ	ہے یہہ مقبولِ پیمبرؐ صندلِ بندہ نوازؒ
نعرہائے حیدری سے ہے ہر طرف ہے شور وغل	دیکھ کر ہیں شاد صفدر صندلِ بندہ نوازؒ

ہاں نصیر الدین چراغِ دہلوی کے فیض سے
مشک اور عنبر سے بھی افزوں کہیں خوشبو میں ہے
جلوہ اس کا دیکھنے کو جمع ہے خلقت تمام
گنبدِ افلاک تک پہونچی ہے اس کی روشنی
مہر اور مہ کے پیالوں میں ہے بھر کر ارگجب
باادب سر کو جھکا کر لے چلو گل کے طبق
اس کو آنکھوں پر لگاتے ہیں دکن کے اولیاً
ٹھاٹ اس جلبہ کی پندرھویں کو ہے ذیقعدٰ کی

ہے دکن میں آج گھر گھر صندلِ بندہ نواز
ہے خدائی میں معطر صندلِ بندہ نواز
ہے یہہ شانِ حق کا مظہر صندلِ بندہ نواز
دیکھتے ہیں ماہ و اختر صندلِ بندہ نواز
کیوں نہ ہو پُر نور یکسر صندلِ بندہ نواز
دیکھتا ہے ربِ داوُر صندلِ بندہ نواز
سب تبرک سے ہے برتر صندلِ بندہ نواز
ساری خلقت میں ہے اشہر صندلِ بندہ نواز

۶۷	عاشقِ صادق کو تیرے اے معین الدین چشتیؒ ہر برس ہوئے میسر صندلِ بندہ نواز	۱۵

خلوت میں آکے دیکھ خدا ہے ہمارے پاس
آزارِ عشق کا ہو مسیحا سے کب علاج
واجب ہے آئینہ تو بنا ممکن اس کا عکس
گھونٹ جو منھ پہ ڈال کر آئے ہوا اے صنم
ہستی مٹا کر اپنی وجودِ نگار میں
ہر دم نصیب ہم کو ملاقاتِ یار ہے

حق کو نہ ڈھونڈھ تو وہ چھپا ہے ہمارے پاس
جلد آمریض اس کی دوا ہے ہمارے پاس
ہے آئینہ صفا تو جلا ہے ہمارے پاس
ثابت تمہارا ناز و ادا ہے ہمارے پاس
ہم ہو گئے فنا تو بقا ہے ہمارے پاس
خود وصل میں ہیں ماہِ لقا ہے ہمارے پاس

معبود میں مٹا دے تری عبدیت کو صاف
دکھلانا خود کو جرم و خطا ہے ہمارے پاس

آتش سے عشق کی جو جگر ہے جلا ہوا
دو دن کی زیست کی یہ غذا ہے ہمارے پاس

حبِ عشق میں صنم کے کیا کفر اختیار
ہم بت پرست ہیں یہ روا ہے ہمارے پاس

گر تجھ کو محویت کی شہادت کا ذوق ہے
حُر بن کر آ تو کرب و بلا ہے ہمارے پاس

ہم ہو گئے فنا تری الفت میں اے صنم
ہے تجھ میں گر جفا تو وفا ہے ہمارے پاس

ایوب کو نصیب تھا کب دردِ عشق کا
صابر ہیں ہم فقیرِ رضا ہے ہمارے پاس

آئے ہیں ہم عدم سے پہن کر لباسِ عور
عریانی اپنی عینِ حیا ہے ہمارے پاس

لاتا ہے التجا کوئی اور کوئی مُدعا
جب سے وہ مستجیبِ دعا ہے ہمارے پاس

۶۸
عاشق معینِ دینؒ کے ہم آزاد ہیں فقیر
کہتے ہیں جو کچھ آج بجا ہے ہمارے پاس
۱۷

تجھ کو اگر ہے احمدِ مختار کی تلاش
کرنی ہے پہلے حیدرِ کرارؓ کی تلاش

کافر کی جستجو ہے نہ دیندار کی تلاش
دیر و حرم میں مجھ کو ہے اک یار کی تلاش

فرقت میں ڈھونڈتے ہیں سبھی اپنے یار کو
دل کیوں ہے تجھ کو وصل میں دلدار کی تلاش

آیا عدم سے بھیس میں آدم کے جو یہاں
ہے مجھ کو اے صنم اُسی مکّار کی تلاش

بندہ کی ذات میں ہے خدا جب چھپا ہوا
در پردہ مجھ کو ہے اسی اسرار کی تلاش

پردہ تھا غیریت کا جو موسیٰؑ کی آنکھ پر
تھی کوہ طور پر اُسے دیدار کی تلاش

ہے دردِ عشق سے جو مسیحا کے دل کو جوش
ہے مجھ کو اس کے چارۂ آزاد کی تلاش

میں بیچتا ہوں دل کو جو بازارِ عشق میں
رہتی ہے مجھ کو اس کے خریدار کی تلاش

نطقِ نفس کو سن کے زبان ہو گئی ہے بند
پائی عبث جو مجھ کو ہے گفتار کی تلاش

بیخود جو میں ہوا ہوں شرابِ طہور سے
ہر دم ہے مجھ کو خانۂ خمّار کی تلاش

تسبیح کو جو رشتۂ الفت صنم سے ہے
کعبہ میں بھی ہے شیخ کو زنّار کی تلاش

سن کر انا الحق اب بھی ذرا حق رسی پر آ
کب قتل کو روا ہے میرے دلدار کی تلاش

دُرِّ یتیم بن کے گرا اشک آنکھ سے
ہے یار کو جو گوہرِ شہوار کی تلاش

ذکر زبان و دل سے ملے گا نہ وہ صنم
اے طالبو کرو نہ تم اذکار کی تلاش

مجبور ہے تجلیٔ جاناں کا خواستگار
اے واصلو نہیں مجھے انوار کی تلاش

اپنے عمل پہ کس لئے زائد کو ناز ہے
رحمت کو تیری جب ہے گنہگار کی تلاش

۶۹	خواجہ معینِ دین کا میں عاشق ہوں مزدلن رہتی ہے مجھ کو عشق کے اشعار کی تلاش	۹

جب سے ہے اپنی جان کو دلدار سے خلوص
ہے مجھ سے یار کو تو مجھے یار سے خلوص

آتی ہے صاف ہو کی صدا چھیڑتا ہوں جب
ہے مجھ کو اے نفس ترے ہر تار سے خلوص

گھونگھٹ اُٹھا کے میم کی چہرہ احد کا دیکھ
تجھ کو اگر ہے احمدِ مختار سے خلوص

رخ یار کا جو صورتِ اخلاص میں ملا
ہے لب کو میرے مصحفِ رخسار سے خلوص

آدم کو کب وجود ہے اللہ کی ہے ذات
پائے وہ بھید جس کو ہے اسرار سے خلوص

میں نے جو منیا گی ہے پی لی شراب آج
ہے بیخود و مجھے اسی خمار سے خلوص

سب ہیں خدا پرست تو میں ہوں صنم پرست
ہے دل کو میرے کفر کی رفتار سے خلوص

سائے کو میرے جب سے رسائی ہے عرش تک
ہے مہر مجھ کو عکس پُر انوار سے خلوص

٧٠ خواجہ معینؒ دین جو شہنشاہ ہند ہے
عاشق کو بس اسی کی ہے سرکار سے خلوص ١٥

کب صالحوں کے اس کو ہے کردار سے غرض
رحمت کو یار کی ہے گنہگار سے غرض

ہے کسب مَن عَرَف سے ہماری زبان جو بند
اس واسطے ہمیں نہیں اذکار سے غرض

پردے سے ہمکلام جو ہوتا ہے مجھ سے دوست
رکھتا ہوں اس کے دم میں ہزار سے غرض

اسلام و کفر عشق میں پائے گئے جو ایک
ہم کو کسی طرح نہیں تکرار سے غرض

صورت میں یار کی جو زلیخا چھپی تو کیا
یوسفؑ کے حسن کو تھی طلبگار سے غرض

ہے طور سے دوچند میرے دل میں روشنی
موسیٰؑ سے بڑھ کے ہے اسے انوار سے غرض

نکلے نہ کیوں حجاب سے دلدار بے حجاب
رکھتا ہے جب کہ وہ میرے دیدار سے غرض

دیکھا جو خود کو میں نے تو اللہ مل گیا
ہوتی ہے یوں کسی کو کب اسرار سے غرض

ہے علم باطن اپنا کتابوں کے برخلاف
ہرگز نہ ہم کو چاہیے گفتار سے غرض

آسان ہو وصال خدا طالبوں کے پاس
پائیں گے جب وہ یار کی دشوار سے غرض

بازارِ عشق گرم ہے لے نقدِ جاں چلو — سودے کو یار کے ہے خریدار سے غرض
منصور تھا کہ اور انا الحق جو کہہ دیا — کب اہلِ ظلم و جور رکھیں دار سے غرض
دل کی طپش کو دیکھ کے کہتا ہے یوں مسیح — کب ہے دوا کو عشق کے آزار سے غرض
اپنا لباس عور ہی آتا ہے خوش ہمیں — جبّے سے شیخ کے ہے نہ دستار سے غرض

۷۱

دل سے معینؒ دین کا جو عاشق رہے سدا
حاصل ہو اس کی حیدرؓ کرّار سے غرض

۱۵

عشقِ جاناں میں کب وفا ہے شرط — ظلم ہے جور ہے جفا ہے شرط
سر جو جھکتا ہے روبرو تیرے — اپنی تسلیم اور رضا ہے شرط
آ کے مل یار سے خلوص کے ساتھ — دوست کے وصل کو ولا ہے شرط
مرضِ عشق کا علاج ہے اور — اے مسیحا نہ کچھ دوا ہے شرط
نقد جاں تھا جو کچھ وہ ہار چکا — یہ سمجھ لے تری ادا ہے شرط
اس طرح کھیل خود فنا ہو جا — بازئ یار کی بقا ہے شرط
دل کے آئینہ میں ہے عکس نگار — پر اُسے دیکھنے صفا ہے شرط
میں جو ہوں تو ہے تو جو ہے میں ہوں — یار آپس میں کب روا ہے شرط
اپنے پہلو میں دیکھ دلبر کو — تجھ سے ہم نے جو کی بجا ہے شرط
چار عنصر کی کھیلے چوسر کون — بڑی اُس کی اے آشنا ہے شرط

مل گیا رب تو گم ہوا بندہ
یار تیری یہ حق نما ہے شرط

آپ اپنے سے مانگنے کے لئے
سوچیئے کچھ تو کب دعا ہے شرط

طاعت اپنی ہمیشہ ہے مخفی
یاد دل میں کہاں ریا ہے شرط

تیری رویت ہو ہم کو عقبیٰ میں
ہم سے کب ایسی منہ لقا ہے شرط

۷۲

تیرے عاشق کی اے معین الدینؒ
جان نثاری پہ انتہا ہے شرط

۱۷

اب وصل یار میں جو مجھے مل رہا ہے خط
مہجور کو نصیب کہاں وہ بھلا ہے خط

پیکر شرابِ عشق جو مستی میں چور ہوں
بیخود ہوں مجھ پہ اس لئے یہ سب روا ہے خط

خانہ خراب عشق نے کھینچا مجھے یہاں
آ دل میں کیا کروں کہ ترا خود برا ہے خط

عشقِ مجازی اپنا حقیقی پہ آچکا
پہلا کچھ اور خط تھا یہ اب دوسرا ہے خط

طفلی سے عشق یار کا رکھتا ہوں ذوق شوق
ضابط ہوں کیونکر آج کہ دل میں بھرا ہے خط

پہلو میں اپنے جب سے ہے دلدار جلوہ گر
عشرت کدہ میں قلب کے رونق فزا ہے خط

لب اور زباں کو ذائقہ ہے اکل و شرب کا
جو جانِ جان میرا ہے خود اسکی غذا ہے خط

توحید کی جو بو نکل آئی ہے دم کے ساتھ
غنچہ کھلا ہے دل کا یہ تازہ ہوا ہے خط

اسمائے یار کا ہی یہ سارا ظہور ہے
ظاہر ہوئیں صفات تو اس میں چھپا ہے خط

کس کو ہم دکھائیں مزہ سوزِ عشق کا
جو دل جلے ہیں اُن پہ خود اپنا کھلا ہے خط

سیماب میں جو عکس مجلّیٰ ہے یار کا
لاہوت تک جو ذہن ہمارا رسا ہوا
رہتا ہوں ہر نفس جو تصور میں یار کے
آواز یار کی جو سنی میں نے غیب سے
ہر دم جو ہو رہا ہوں فنا ذاتِ یار میں
جس طور پر ہے قال وہی اپنا حال ہے

صورت کو دیکھوں آئینہ میں آ نیا ہے خط
ہا ہُو کے شور و غل کا کہوں کیا اُٹھا ہے خط
جاناں کی شکل آپ ہی خود بن گیا ہے خط
دکھلاؤں کیا تجھے جو مجھے اب ملا ہے خط
سوئے بقا خود آپ ہی یہ بڑھتا چلا ہے خط
رہتی زباں مزے میں ہی دل لوٹتا ہے خط

۷۳	خواجہ معین الدین سے جو عاشق کو ہے سلوک اے یار ذات سے وہ تری پا چکا ہے خط	19

میں ہوں مطیعِ یار میرا یار ہے مطیع
پہنچا جو خود معارجِ وحدت یہ عشق سے
گھونگٹ میں میم کی جو خدائی نظر پڑی
طالب بنا جب آپ تو مطلوب خود ہوا
مکر و فریب لائے جو بازارِ عشق میں
بن کر دُرِ یتیم مقطّر ہوا ہے بحر
رکھتا ہے یار رشتۂ اُلفت جو سب کے ساتھ
در پردہ کھینچ لیتے ہیں پستی کو یار کی

خود دل کا میرے حضرتِ دلدار ہے مطیع
اپنا ہی آپ احمد مختار ہے مطیع
احمدؐ کا دل سے حیدرِ کرار رضؓ ہے مطیع
کیا اس میں بھید ہے جو طلبگار ہے مطیع
سودا بنا ہے آج خریدار ہے مطیع
عشقِ صدف کا ابر گہربار ہے مطیع
آپس میں شیخ و صاحبِ زُنّار ہے مطیع
اپنی نگاہِ چشم کا خود تار ہے مطیع

جو چاہتا ہے کر لے مسیحا علاج جلد
وحدت کی عرصہ گاہ جو پاتا ہوں ہر نفس
نکلے گی کس طرح سے دوئی کی زباں سے بات
صاحب بنے بندہ سے صاحب جو بن گیا
ملک قدم کی راہ جو کرتا ہوں دم میں طے
جور و جفائے یار سے ثابت ہوئی وفا
بادہ وہ ہم پلائیں کہ اترے کبھی نہ نشہ
اک جرعہ میں ہی اس کو جو بیہوش کر دیا
عصیاں و رحمت آتے ہیں یکساں نظر مجھے
دیر و حرم میں جلوہ دکھایا ہے یار نے

تشخیص کچھ نہ کر ترا بیمار ہے مطیع
جاناں میرے خیال کا رہوار ہے مطیع
توحید کے کلام کی گفتار ہے مطیع
طاعت میں ہے غلام تو سردار ہے مطیع
اپنا قدم ہے پیک تو رفتار ہے مطیع
کرنے میں ظلم اپنا ستمگار ہے مطیع
میکش ہیں اپنا خانۂ خمار ہے مطیع
دیکھو تو آج اپنا وہ میخوار ہے مطیع
غفار کیوں ترا یہ گنہگار ہے مطیع
ہندو ہیں سر جھکائے تو دیندار ہے مطیع

۴۷	خواجہ معین دینؒ کا وہ مطبوع خاص ہے دل سے جو آج عاشقِ غمخوار ہے مطیع	۲۵

سالک سے پوچھو یار کی رفتار کا سراغ
فصل خزاں گئی تو میں لایا ہوں خود بہار
لایا دُرِ یتیم جو دریائے عشق سے
رحمت کا اس کی نیک سے کیونکر ملے پتا

دلبر سے سُن لو قلب کی گفتار کا سراغ
بلبل سے لیجئے عشق کے گلزار کا سراغ
ہاتھ آگیا ہے قلزم زخّار کا سراغ
عاصی سے پوچھو حضرتِ غفّار کا سراغ

موجود کس طرح سے ہے خلق میں نگار — دیتا ہے عشق دل کا اس اسرار کا سراغ
اے آفتاب منہ پہ لے ابر کی نقاب — ذرہ سے مل گیا ترے انوار کا سراغ
دریا سے قطرہ قطرہ سے موتی جو بن گیا — یم ہے اُسی میں اور درِ شہوار کا سراغ
مضطر بنا دیا ہے مجھے اپنے قلب نے — پایا ہے جب سے پہلو میں دلدار کا سراغ
تو ہی ہے محیّ و قابض و حی و ممیت خود — ہو گا فنا تو پائے گا ان چار کا سراغ
اسم و صفات و فعل جو ہو جائیں محو ذات — اے دلرُبا ملیگا تجھے یار کا سراغ
موسیٰ ہوا جب آپ تجلی بھی خود بنا — پھر طور پر کہاں لگے دیدار کا سراغ
کعبہ میں شیخ دیر میں جو برہمن بنا — ہم کو لگا ہے آج اسی مکّار کا سراغ
زاہد ترا ہوا ہے گلوگیر کفر بھی — تسبیح سے ملا ہے جو زُنّار کا سراغ
پھرتے ہیں ہم جو مذہب و ملت کی کھوج میں — کافر کا کچھ پتا ہے نہ دیندار کا سراغ
لایا فرشتہ ایک نہ مٹی وجود کی — کیا خاک پائے گا تو تنِ زار کا سراغ
دل سے نہ پوچھ مرکب سر پر ہے کون کون — پیدل کہاں سے لائے گا اسوار کا سراغ
جتنی کہ تھی تلاش مجھے اپنے کام کی — جاتی رہی ملا جو تیرے کار کا سراغ
ہے خود مسیح دردِ محبت سے جاں بلب — پائے وہ کس طرح ترے بیمار کا سراغ
دل بیچنے جو آئے ہیں بازارِ عشق میں — پایا ہے آپ اپنے خریدار کا سراغ
ہاں لامکاں وہی ہے جو دارالسلام ہے — پائے گا تو نہ واں در و دیوار کا سراغ
جو غیر ہے میں خود ہوں جو خود ہوں وہی ہے غیر — تبلاؤں پھر میں کس طرح اغیار کا سراغ
ہنستا ہوں عشق میں کبھی روتا ہوں میں کبھی — کیوں کر ملے تجھے میرے اطوار کا سراغ

رہتا ہوں آپ فکر و تصور میں یار کے
اے دل شتاب لا میرے خونخوار کا سراغ

جور و جفا و ظلم و وفا میں ہے تو ہی تو
بس اے رضا نکال ستمگار کا سراغ

۷۵
عاشق معینِ دین کا جو رکھتا ہے میکدہ
پاتے ہیں رند خانۂ خمّار کا سراغ
۱۷

مائل ہمیشہ دل ہے جو دلدار کی طرف
ہر دم تصور اس لیئے ہے یار کی طرف

شکلِ احد کا آتا ہے جس دم مجھے خیال
میں دیکھتا ہوں احمدِ مختار کی طرف

کرکے وضو لہو سے فنا کی نماز کو
ہیں سر جھکائے حیدرِ کرار کی طرف

پہلی ہی موج سے نکل آیا درِ یتیم
تو دیکھ آ کے قلزمِ زخّار کی طرف

ہو کی صدا نفس سے جو آتی ہے دمبدم
ہیں کان اپنے حلق کے مزمار کی طرف

کرتا ہوں اپنے چشم و لب و گوش کو جو بند
جاتا ہے ذہن یار کے اسرار کی طرف

خود قید ہو چکی ہے دہن میں زبان میری
منہ پھر گیا ہے قلب کی گفتار کی طرف

پردہ میں آنکھ کے جو صنم ہے چھپا ہوا
پڑتی ہے کب نظر میری دیدار کی طرف

ہنس دینگے مجھ کو دیکھتے ہی غنچے باغ کے
لیجا نہ اے صبا مجھے گلزار کی طرف

کیوں کر نہ جھانکے رخنہ سے دل کے مرا صنم
ہے میری آنکھ روزنِ دیوار کی طرف

دیر و حرم میں عشق جو اپنا محیط ہے
ہم اس لیئے ہیں کافر و دیندار کی طرف

ساغر بھرے ہیں آنکھ کے صہبائے عشق سے
دیکھو تو چل کے خانۂ خمّار کی طرف

جانان تمہارے عشق میں سودائی بن کے آج
میں پھر رہا ہوں کوچہ وبازار کی طرف

تجھ کو جو شوقِ قتل ہے تلوار سے نہ مار
سر خم ہے تیغ ابروئے خمدار کی طرف

سب کام اپنے ہم کو جو سونپے ہے یار نے
اپنا نہیں خیال کسی کار کی طرف

خود ہے طبیب دردِ محبت میں مبتلا
کب دیکھتا ہے عشق کے بیمار کی طرف

۷۶

در سے معینِ دینؒ کے جو عاشق ہے فیض یاب
آتے ہیں یار چشتیہ دربار کی طرف

۱۷

جب اپنا بنا آپ گلفام عاشق
ہوا باغِ وحدت میں بدنام عاشق

بنے ہیں جو مولائے عشقِ حقیقی
ہوئے ہیں سبھی ہمہ خدام عاشق

ہے پہلو میں تیرے جو دلدار حاضر
ملیگا کہاں تجھ کو آرام عاشق

جو پاتے ہیں نقشِ کفِ پائے جانان
پیا کرتے ہیں ہو ہو کر اقدام عاشق

جو کرتے ہیں حج کعبۂ دل کا ہر دم
سدا رہتے ہیں باندھے احرام عاشق

مے عشق سے ہے جنھیں ذوق اُن کو
پلاتے ہیں بھر کر اُنہیں جام عاشق

جو کی سنگِ اسود کی ہم نے پرستش
خدائی کے ہیں ہم یہ اصنام عاشق

نہیں دلربا اپنا پابندِ مذہب
کہاں رہتے ہیں دین و اسلام عاشق

ہوئیں طے وہ خلوت میں جو کچھ تھیں باتیں
نہ بھیج اب تو قاصد سے پیغام عاشق

جو پاتے ہیں جاناں کو صورت میں اپنی
ہوا عشق اپنا اب اتمام عاشق

فنا ہو گئے تجھ میں ہستی مٹا کر
نہیں رکھتے اے جان اجسام عاشق

جھکائے سر اپنا ہمیشہ ہیں روتے
نظر کر کے اپنا بس انجام عاشق

جو رکھتے ہیں ہمسر و کو ہمراہ اپنے
نکلتے ہیں چھپ کر سرِ شام عاشق

شکر لب سے اپنے کھُلیگا یہ عقدہ
جو دیتے میں بے وجہ دُشنام عاشق

ہے ابروئے خمدارِ جاناں ہی کافی
نہیں لائق ضربِ صمصام عاشق

مذلت کو خواری کو دیوانگی کو
سمجھتے ہیں اعزاز و اِکرام عاشق

۷۷

جو ہم لکھتے ہیں فیضِ خواجہ سے اشعار
سدا ہم کو ہوتا ہے الہامِ عاشق

۱۹

کہلواتا ہے خود حضرتِ جبّار انا الحق
مجبور ہیں کہتے ہیں جو ہر بار انا الحق

سمجھو نجد احمدؐ بے میم کا مطلب
فرماتے تھے خود احمدؐ مختار انا الحق

اللہ کی ہستی سے جدا خود کو سمجھ کر
بے دین ہے جو کہتا نہیں دیندار انا الحق

منصور کی تخصیص خدائی میں ہو کیونکر
بعد اس کے کہا کرتی تھی خود دارِ انا الحق

سر ہم نے چڑھایا ہے جواب دارِ الفس پر
ہاں ہمکو ہی کہنا ہے سزاوار انا الحق

یا قابض جب خود ہی بنا مظہر آتش
کس طرح بھلا پھر کہے نہ نارِ انا الحق

ہم عالمِ غفلت ہی میں کہلاتے تھے بندے
اب ہُو کے کہا کرتے ہیں ہوشیار انا الحق

تسبیح میں زاہد کی سمایا ہے جو آکر
اے برہمنو کہتا ہے زُنّار انا الحق

ہم خانۂ توحید میں سنتے ہیں ہمیشہ / کہتے ہیں ستون و در و دیوار انا الحق
تشبیہہ کے عالم میں خدا کہتے ہیں خود کو / تنزیہہ میں کہتے نہیں زنہار انا الحق
صہبائے انا پیکے جو سرمست ہوئے ہیں / کہتے ہیں خرابات میں میخوار انا الحق
منہ بند کروں اپنا یہ مقدور کہاں ہے / کہتا ہے زبان سے میری خود یار انا الحق
در پردہ اسے چھیڑتا رہتا ہوں جو ہر دم / کہتا ہے نفس کا میرے ہر تار انا الحق
سر بیچنے آئے ہیں جو اس دار فنا میں / کہتے ہیں پکارے سرِ بازار انا الحق
سنتا ہے صدا بحت کی ہر وقت جو خود میں / پھر کیوں نہ کہے صاحبِ اَسرار انا الحق
آگاہ جو ہوں مطلبِ فی انفسکم سے / کہتا ہے مجھے لازم و درکار انا الحق
جو رمز ہو اللہ سے واقف نہیں مطلق / کہتا ہے اُسے مشکل و دشوار انا الحق
جو واصل مطلق ہے اس اَسرار کو سمجھے / کب کہتا ہے یہ بندۂ ناچار انا الحق

۷۸ ارشاد یہی خواجہ چشتیؒ کا ہے عاشق / ہے اپنا سدا کلمۂ اذکار انا الحق ۱۷

پہنچا نگار جب کہ گلستاں میں یکبیک / آئی بہارِ سنبل و ریحان میں یکبیک
دریا سے موج موج سے قطرہ جو بن گیا / آکر سما گیا دُرِ غلطان میں یکبیک
وحدت کی گیند ہاتھ جو آئی ہے یار سے / ہم کھیلنے کو نکلے ہیں میدان میں یکبیک
جب عشقِ دلبر با سے عدم میں ہوا اسیر / پہنچا اسی گناہ سے زندان میں یکبیک

نکلا جو لامکاں سے تو کب گھر ہوا نصیب
آکر پڑا ہوں خانۂ ویران میں یکبیک

ہم نے جو لا کو کلمہ سے متروک کر دیا
اک بات اور مل گئی ایماں میں یکبیک

ہے جس کے منہ پہ میم کا برقع پڑا ہوا
صورت نظر وہ آگئی قرآں میں یکبیک

مدت سے جستجو میں خدا کی رہا عبث
آیا نظر وہ صورتِ انساں میں یکبیک

پتلی نہیں ہے آنکھ میں دلبر کا عکس ہے
پایا یہ راز دیدۂ جاناں میں یکبیک

عاشق ہوں ایک پردہ نشین کا جو اندنوں
بدنام ہوں میں فرقۂ رنداں میں یکبیک

ہے سب کا اک خدا تو ہمارے ہیں سب خدا
عقدہ یہ وا ہوا ہمیں عرفاں میں یکبیک

ہوتا ہے ہر نفس جو مصفّا میرا لہو
پاتا ہوں نور کو دلِ سوزاں میں یکبیک

سمجھا ہے کیا وہ برہمنِ سادہ دل بھلا
جو مل گیا ہے دینِ مسلماں میں یکبیک

ہم نے الٹ پلٹ کا جو دیکھا ہے شعبدہ
وہ پھر رہا ہے دیدۂ حیراں میں یکبیک

جب ناخدا نے ذات کو اپنی مٹا دیا
کشتی ہماری آگئی طوفاں میں یکبیک

یہ کون سا علاج تھا دکھلا طبیب عشق
خود جاں نکل گئی ترے درماں میں یکبیک

۷۹	عاشقؔ معینِ دینؔ کے جو ہم ہو گئے ہیں رند شہرت ہماری ہو گئی دوراں میں یکبیک	۵۲

سمجھئے علم الیقین سے موج اور دریا ہے ایک
آئے گا تیری نظر میں صاف حق الیقین

دیکھئے عین الیقین سے آب اور قطرہ ہے ایک
ہے حباب اک کف ہے اک گرداب کا حلقہ ہے ایک

ابرِ نیسان قطرہ زن ہے جو صدف میں عشق سے
ہے گُہر اک دُر ہے اک اور لولوئے لالا ہے ایک

مکتبِ وحدت میں جاکر پڑھ چکے کثرت کے حرف
خود الف نقطہ بنا ہے یعنی یا اور تا ہے ایک

غیریت ہرگز نہیں ہے درمیانِ شخص و عکس
قامتِ زیبا ترا اے یار اور سایہ ہے ایک

آکے ظلمت سے دوئی کی روشنی میں دیکھ لو
قُرصِ خورشیدِ درخشان ایک اور ذرہ ہے ایک

پہلوئے آدم سے حوّا ہوگئی ہے جلوہ گر
یار و شاہد کب جدا مجنون ہے اک لیلیٰ ہے ایک

مختلف اشکال سے اس بزم میں گرچہ ہیں دو
اصل میں اے ساقی اپنے ساغر و مینا ہے ایک

تخم سے جو بیخ نکلی ہے وہی ہے نخلِ باغ
تازگی میں اپنی ہر ہر شاخ اور پتّا ہے ایک

کس طرح اجمال سے تفصیل ہوئے گی جدا
رنگ بو اور ثمرہ و خار و گل و غنچہ ہے ایک

دیکھ انا من نور کے اسرار کو ایمان سے
احمد بے میم در وئے عیسیٰ علیٰ اور موسیٰ علیٰ ہے ایک

ذاتِ مطلق اسکی الحق کل شئے پر ہے محیط
پاس اپنے زاہد و بتخانہ اور کعبہ سے ہے ایک

کب محمدؐ سے جدا ہے احمدؐ اور محمودؐ بھی
صورتِ یٰسین و طٰہٰ برزخِ کبریٰ ہے ایک

رشتۂ پینہ بنا ہے تانا اور بانا یہہ صاف
اپنی اب تارِ نظر میں سوت اور جا ہے ایک

بن گئی ہے آنکھ جس سے ہیں بہت اس میں حجاب
پر نظر میں صاف بین کے پتلی اور دیدہ ہے ایک

لن ترانی کی حقیقت مجھ سے اے موسیٰ تو سن
اس جوابِ صاف میں البتہ ہاں نکتہ ہے ایک

کب بلا تشبیہہ تنزیہہ آئے گی تجھ کو نظر
جان لے انوارِ ذات اور طور کا شعلہ ہے ایک

روشنی اور شمع میں مطلق نہیں ہے غیریت
آتشِ و سوز و گداز و تاب اور لمعہ ہے ایک

پائیہ بینادِ قصرِ تن کو پایا ہم نے صاف
جسم کی بار آوری کا سر بسر پایہ ہے ایک

ہیں صفات اُن کی جدا پر ذات میں اپنی تمام
عاقل و نادان و سرمست اور دیوانہ ہے ایک

آدم اور قمری مظاہر سر ہو کے ہیں تمام ۔۔۔ مرغ دم کا ان کے سن لو صوت اور نغمہ ہے ایک

ہے جدا ہر اک صفت میں خلق گو بحدہ ہزار ۔۔۔ لیک سبکی شکل میں ہاں ذات حق پیدا ہے ایک

جس کو پاتے ہیں بقا میں ہے فنا میں خود وہی ۔۔۔ سامنے ہر دم ہمارے مردہ اور زندہ ہے ایک

جانتا ہے وصل اس کو روبرو مجبور سے کے ۔۔۔ رمز کہنے کی نہیں یہ بھید ہاں اخفا ہے ایک

ہو کے میری ہم زبان جبرئل فرماتے ہیں صاف ۔۔۔ وحی اک الہام اک القا ہے اک خطرہ ہے ایک

ذاتِ مطلق سے تعلق رکھتی ہیں سارے صفات ۔۔۔ ہے نبی اک اور ولی اک رب ہے اک بندہ ہے ایک

ڈھونڈھتا ہے کس کے گھر کو بن کے ششدر چو طرف ۔۔۔ لامکان کا شش جہت ہی بن گیا نقشہ ہے ایک

مصحف رخ پر نظر کر اس کے پڑھ کر اینما ۔۔۔ گنبد گردوں کا مطلق صاحب خانہ ہے ایک

دوسرا ہوتا ازل میں تو وہ کرتا خود ظہور ۔۔۔ بن کے احمد خود احد مخلوق میں پہنچا ہے ایک

ہے نظر واحد جو دونوں آنکھ کی اے دور بین ۔۔۔ دیکھ دونوں مردمک سے سربسر بینا ہے ایک

قلب کی گفتار ہی بنتی ہے رفتارِ زبان ۔۔۔ کب ہیں خاموش دونوں لب کہ یہاں گویا ہے ایک

اول و آخر جو ہے ہاں ظاہر و باطن وہی ۔۔۔ دیکھ لے قرآن پڑھ کے صورتِ اسما ہے ایک

عالم ناداں سے کب تفسیر اس کی ہو سکے ۔۔۔ مختلف ناموں کا مطلق مطلب اور معنی ہے ایک

لاشریک وحدہٗ ہے خلق میں ہر ہر بشر ۔۔۔ دیکھ لے مخلوق میں کب ایک سے ملتا ہے ایک

وصل کو تیرے عدم سے دوسرا پیدا ہو کب ۔۔۔ گنجِ مخفی سے تو مطلق بن کے خود نکلا ہے ایک

نفی و اثبات و صفاتِ ذات میں ہے جو دوئی ۔۔۔ صاف کفر و شرک کا تہلیل میں دھوکا ہے ایک

نام سے اللہ کے کب ہے جدا اسم آلہ ۔۔۔ بات میں توحید کی ہاں لا ہے اک الّا ہے ایک

جس طرح ماہِ درخشاں ہو نقابِ ابر میں ۔۔۔ اس طرح ذات و صفت کے درمیاں شہ ہے ایک

کر دوئی دور اور نظر کو صاف کر کے دیکھ لے	مشتری اک زہرہ اک اور چاند کا ہالہ ہے ایک
کر نظر ہر مرتبہ میں شکل بنتی ہے جدا	گرچہ اصل شیر اک جغرات اک مسکہ ہے ایک
صورت آئیگی نظر تیری نہ ان چیزوں میں صاف	دیکھ لے روغن میں منہ ان سب کا منجلہ ہے ایک
محیی و حیّ و قابض وجو ہے وہی ہے یا ممیت	آب و خاک و باد و آتش کا بنا پتلا ہے ایک
حضرت انسان کا اس میں کب ہے اب نام و نشان	چار عنصر سے مجسّم ہو گیا چہرہ ہے ایک
ماسوا اللہ کون ہے اس ہستی مخلوق میں	شکل سب کی ہے وہی بہروپیا بنتا ہے ایک
ہاں جنین و طفل و شیخ و شاب میں کب ہے دوئی	نطفہ خون و علوق و ہیئت و مضغہ ہے ایک
سمجھئے دم سے کسی دم یہ جدا ہوتے نہیں	استخوان و گوشت اور چرم درگ و رلشیہ ہے ایک
ہیں بہت ایسے نظائر علم وحدۃ پڑھ تجھے	دور کرنیکو دوئی کافی میرا کہنا ہے ایک
نطقِ بے صوت و صدا اس کی سنیگا کسطرح	عالم امکان میں تو اے شیخ بے بہرہ ہے ایک
ہے اگر بانگِ جرس سے سامعہ کو تیرے شوق	کر سماعت حافظ و جامی کا قول اس جا ہے ایک
ہوئیں گے لب بند اس شیریں کلامی سے تیرے	گفتگو مجھے حق میں مخفی نعمتِ عظمیٰ ہے ایک
پیروی پیرانِ واصل سے تو کر اس رمز کی	ہاں سبھی صاحب دلونکا مطلبِ سینہ ہے ایک

۸۰	گر فنا فی الشیخ ہو تو دیکھ لو اے چشتیو عاشق محمود اور اجمیر کا خواجہ ہے ایک	۱۱

جو رنگ یار کا ہے وہ ہے سیم وزر کا رنگ	ہے رنگ شمس کا وہی جو ہے قمر کا رنگ

جو تخم میں نہاں تھا شجر سے ہوا عیاں
ہے تخم جو درخت میں لایا ثمر کا رنگ

مجھ میں سبھی کمال تھے پر میں تھا بے خبر
پایا جو خود کو لایا یہ خیر البشر کا رنگ

پہلے تھے جس طرح سے اسی طور اب ہیں ہم
اے عشق ہے تمام اسی عشوہ گر کا رنگ

جب لامکاں میں قصر کا نقشہ نظر پڑا
خود ہو گیا مکین تو لیا آپ گھر کا رنگ

جب بتکدہ میں اپنا صنم جلوہ گر ہوا
پتھر میں چھپکر آپ ہی لایا حجر کا رنگ

خاکستر آپ ہو گئے ہم سوزِ عشق سے
اے دل جلو یہ دیکھو ہمارے جگر کا رنگ

لائے ہیں اور رنگ فنا ہو کے یار میں
دکھلائیں کیا ہم آج ہے اپنا کدھر کا رنگ

دریا سے قطرہ بن کے جو نیساں میں آگیا
عشقِ صدف میں اپنا بنایا گہر کا رنگ

ہم جس کو دیکھتے ہیں اسی میں ہے اپنا یار
اپنے صنم کا رنگ ہے سب بحر و بر کا رنگ

۸۱	خواجہ معینِ دینؒ ترے عاشق کو دیکھ لے ہے چہرہ زرد سرخ ہر اک چشمِ تر کا رنگ	۱۵

ہے بیچگوں کا نشو و نما خواجۂ بزرگؒ
ہے صورتِ رسولؐ خدا خواجۂ بزرگؒ

روئے معینِؒ دین ہے خود اللہ کی شبیہہ
مطلق نہیں خدا سے جدا خواجۂ بزرگؒ

سر پر ہے اس کے تاج ہو اللہ کا سدا
ہے بادشاہ ہر دو سرا خواجۂ بزرگؒ

ہم پر یہ راز سب شب معراج کھل گیا
ہے روشنی بدر دجیٰ خواجۂ بزرگؒ

ہذہ حبیب اس کی جبین کی ہے سرنوشت
ہے خطِ کلکِ عشق و ولا خواجۂ بزرگؒ

فرشِ زمین پر اس کی تو ہے بارگاہ لیگ
ہے جلوہ ریز عرشِ عُلا خواجۂ بزرگ

تشبیہہ اس کی محو جو تنزیہہ میں ہوی
ہے رمزدانِ سرِ انا خواجۂ بزرگ

تم درجۂ وجود پہ اس کے نظر کرو
ہے رتبہ شہود میں کیا خواجۂ بزرگ

نسبت ہے اسکی ذاتِ مقدس کو راگ سے
ہے رازدارِ صوت و صدا خواجۂ بزرگ

حاصل یہ کب ہے نعمتِ عظمیٰ ہر ایک کو
خود وجد و حال کی ہے بنا خواجۂ بزرگ

عظمت ہے اُسکی اور ہی سمجھا نہیں کوئی
ہے شانِ اولیا سے سوا خواجۂ بزرگ

حاصل ہے کب مسیح کو حب شفا کہ خاص
ہے عشق کے مرض کی دوا خواجۂ بزرگ

شامل ہے جسم اس کا جو حیدرؓ کے خون میں
ہے پاک ذات صل علیٰ خواجۂ بزرگ

حضرت کی پیروی میں ہمیشہ ہیں خاص و عام
ہے رہ نمائے شاہ و گدا خواجۂ بزرگ

۸۲	محمود کے طفیل سے اے عاشقِ گدا ہے پیرِ دستگیر میرا خواجۂ بزرگ	۱۷

نئے آدم کا سنو لیسے خوش الحان ہے راگ
سچ حقیقت ہے یہی اصل ہر انسان ہے راگ

مطربو گاؤ سمجھ کر کہیں لگجائے نہ آگ
آتشِ عشق کا اک شعلۂ سوزان ہے راگ

ذات میں حق کی فنا ہو کے سنو نغمۂ عشق
نطقِ توحید سے خود مظہرِ سبحان ہے راگ

غیب کی صوت مزامیر کے آواز میں ہے
محفلِ وجد میں اے عارفو عرفان ہے راگ

راگ سُننے کے لیے گوشِ سماعت ہیں ضرور
پائے مطلب کو ہر اک یوں نہیں آسان ہے راگ

پلۂ ذوق میں تل جاتے ہیں اوزانِ سماع
قال موزوں کیلئے خوب ہی میزان ہے راگ

راگ کے سُننے سے ہو جاتی ہے طاقت دلکو
سُن رکھو عارفو کیا قوتِ رگِ جان ہے راگ

جلوہ گر ہوتے ہیں اسرارِ خفی سب اس سے
اہلِ باطن کیلئے کشفِ نمایاں ہے راگ

ہے وہ گانے سے تیرے خوب یہ گانا اے شیخ
دفعِ خطراتِ عبادات کا ساماں ہے راگ

حالتِ وجد میں کہتا ہے مسیحا مجھ سے
مرضِ دل کا تیرے چارہ و درماں ہے راگ

حِلّتِ نغمہ کہاں جانتے ہیں زاہدِ خشک
ذوقِ طاعت کو عجب نعمتِ الواں ہے راگ

لامکاں تک جو گزرتا ہے یہ شاہینِ رواں
دل کے پرواز کا اے صوفیو خواہاں ہے راگ

چشمِ عشاق سے بہتا ہے جو دریائے سرشک
ہر دم اُن کے لیئے اک قلزمِ طوفاں ہے راگ

شیخ صاحب کو جو انکار ہے ہم کو ہے پسند
مجلسِ حال میں خود طالبِ رنداں ہے راگ

پھول رکھنے کے عوض قبر پہ گائے مطرب
میری مرقد کا گل و سبزہ و ریحان ہے راگ

۸۳	ساتھ آداب کے عاشقؔ تو سنا کر دل سے قیصرِ چشتیؒ کے دربار کا فرماں ہے راگ	۱۴

صنم کی زلف کا ہے مبتلا دل
کمندِ عشق میں ناحق پھنسا دل

میرے پہلو میں جو رہتے ہو ہر دم
تمہارا کس لئے مجھ سے ملا دل

بڑا دھوکا دیا نقدِ وفا کا
میرا کیوں مفت میں تو نے لیا دل

عطا کر مرغِ جاں کو تاجِ الفت
بنا ہے آپ ہی شکلِ ہما دل

ہوا جنکو جو پہونچی روح تن میں
صفت غنچہ کی خود اپنا کھلا دل

لہو کا عاشقوں کے ہو کے پیاسا
سدا خونِ جگر پیتا رہا دل

تری منطق عبث ہے چپ ہو واعظ
کتابی گفتگو سے پھر گیا دل

تو ہم سے سیکھ لے کچھ علم سینہ
ہُوا ہے آج اپنا رہنما دل

بھڑک اُوٹھے گا دم میں شعلۂ آہ
نہ ہر دم عاشقوں کا تو جلا دل

کہاں رفتار پر زاہد کی ٹھہرے
چلن پر رند کی جب آچکا دل

اگر ہے صاحب دل تو سمجھ لے
یہ کس کے دل میں اپنا جا بسا دل

ہوا ہے جُرم سے الفت کے نادم
جھکائے سر کو رہتا ہے مرا دل

۸۴	تصور رکھ معینِ دینؒ کا ہر دم یہ ہے عاشق کا تجھ سے مُدعا دل	۱۳

جو تو سنتا ہے باطن کی صدا دل
وہی ہے یار کی اپنے ندا دل

عدم سے عشق دھوکا دیکے لایا
عبث اک بات پر ہم نے دیا دل

نہیں آرام اب مجھ کو کسی وقت
یہ کس بیدرد کے پالے پڑا دل

نظر آتی ہے ہر دم اپنی صورت
بنا ہے صاف شکل آئینہ دل

نہیں اک آن ہم طاعت سے خالی
کچھ ایسا کاسب و شاغل ہوا دل

نہیں کعبے سے کچھ بھی ہم کو مطلب
مکانِ حق ہمارا خود بنا دل

عبث ہر وقت ہے چلنا زبان کا
نفس کی گفتگو میں جب پڑا دل

جو بھڑکی آتشِ الفت جگر میں
یکایک اے صنم گھبرا اُٹھا دل

ہوا جب اضطرابِ عشق دونا
میرے قابو سے جاتا ہی رہا دل

جفا پر جب کمر باندھی قضا نے
کیا خود تو نے بھی وعدہ وفا دل

مجھے ناحق کیا بدنام تو نے
کیا ہے میں نے کیا تیرا بُرا دل

ہمارا قلب سب کا سا نہیں ہے
جو میں کہتا ہوں ہے وہ دوسرا دل

۸۵	جنابِ خواجہ چشتیؒ سے عاشق یہ کہہ دے کس لیئے تیرا لگا دل	19

کعبے کے سب بتوں کی پرستش کرائیں چل
لات و منات کو بھی گلے سے لگائیں چل

کب خانہ خدا میں نماز اپنی ہوادا
معبد میں کافروں کے مصلّا بچھائیں چل

خوش صورتیں ہیں جمع جو مکتب میں عشق کے
پڑھ کر قصائد یار کا اُن کو سنائیں چل

چھپ چھپ کے میکدہ میں جو آتے ہیں محتسب
پہلے شراب شوق کی اُن کو پلائیں چل

دل گتھ گیا ہے ہاتھ میں اس بیوفا کے آج
روٹھے وہ لاکھ بار تو اس کو منائیں چل

صورت صنم کی بنتی ہے جب مردمک ہی خود
در پردہ اپنے شوخ سے آنکھیں لڑائیں چل

پیدا ہوا ہے حُسن پرستی کا اب خیال
اے دل کسی پری کا تصور جمائیں چل

دیوانگی سے ان دنوں ہے جوش پُر جنون
یاہُو کی لامکان میں شورش مچائیں چل

بیچوں کی صوت سے ہے تعشق تو دشت میں / طائر سا آشیانے کو اپنے بنائیں چل
شاہی تو ملک واحدیت کی نہیں پسند / درویش کشور احدیت کو جائیں چل
لاکھوں کروڑوں صورتیں بن کر جو مٹ گئیں / ہے کیا حقیقت اسکی مصور سے پائیں چل
آواز ہے یہہ کس کی وری الوریٰ میں آج / عالم سے غیب ہو کے ابھی اس کو لائیں چل
روشن ہے شمع جان جو سر یار پر میرے / پروانہ کر کے دل کو اب اس پر جلائیں چل
رونے سے عندلیب کے غنچہ جو بند ہے / واکر کے عقدہ عشق کا اس کو ہنسائیں چل
پیدا ہوا ہے شوق تماشا جو یار کو / لاکھوں بدل کے صورتیں اپنی دکھائیں چل
عاقل بھی دیکھ کر ہمیں کہتے ہیں آدمی / اے جان ہے لطف کیا یہ تعین اٹھائیں چل
سینے میں اپنے آج سماتا نہیں ہے گنج / صاحبدلوں کے بزم میں اس کو لٹائیں چل
ہے بارگاہ پیر کی قبلہ بنی ہوئی / اجمیر ہی کے سمت سر اپنا جھکائیں چل

۸۶	عاشق کی لیکر آج عقیدت سے یہ غزل خواجہ معین دینؒ کی گنبد میں گائیں چل	۱۳

کافر عشق ہیں رکھتے ہیں جو ہم رام سے کام / ایسے دیندار کہاں رکھتے ہیں اسلام سے کام
زلف مشکیں کو تری دیکھ کے اک دم میں پھنسا / مرغ جان اپنا یہ رکھتا ہے اسی دام سے کام
رات دن کس کے تصور کی ملی ہے خدمت / دل کو رہنا نہیں عاشق کے جو آرام سے کام
نہہ سے مینائے تصوف ہی لگا رہتا ہے / ساقیا تجھ سے غرض ہے نہ مجھے جام سے کام

دیر میں دیکھتے ہیں جا کے خدا کی صورت / برہمن خوب ہیں رکھتے ہیں جو اصنام سے کام
لامکاں میں جو رہا کرتے ہیں ہر دم عاشق / در و دیوار سے مطلب نہ انھیں بام سے کام
خلوتِ یار میں طے ہو گئیں ساری باتیں / مجھ کو پیغام ہے اب کچھ نہیں پیغام سے کام
کعبۂ دل کا طواف اپنے کو حاصل ہے سدا / مدتوں میں پڑے حُجّاج کو اِحرام سے کام
رات دن جلتے ہیں عُشّاق تپِ ہستی سے / تجھ کو لے شمع سحر تک ہے سرِ شام سے کام
بیخودی میں کبھی مجھے اُس نے نچھوڑا دم بھر / کون ایسا ہے بھلا رکھے جو ناکام سے کام
قتل کرنے کو میرے ابروئے خمدار ہے بس / اے ستمگار نہ رکھ تو کبھی صمصام سے کام
وصلِ جاناں میں مجھے صاحبو چاہو سو کرو / جان میری نہیں رکھتی ہے کچھ اندام سے کام

٨٧ — طالبِ فیض ترا جب سے ہے اے خواجۂ چشتؒ / دل کو عاشق کے سدا رہتا ہے الہام سے کام — ١٥

آب رحمت کے ابتدا ہیں ہم / بحر وحدت کے انتہا ہیں ہم
یم الفت کے آشنا ہیں ہم / اپنی کشتی کے ناخدا ہیں ہم
نکل آئے ہیں باغِ جنت سے / سخت مُجرم ہیں پُرخطا ہیں ہم
پڑھ چکے جب فثم وجہ اللہ / رمز دانِ فنائنما ہیں ہم
جس طرف دیکھو اپنی صورت ہے / خوب سمجھیں تو جابجا ہیں ہم
آؤ خلوت میں گر رسائی ہو / طالبِ حق کے رہنما ہیں ہم

اپنی ہستی کو کر کے تجھ میں فنا
بن گئے صورتِ بقا ہیں ہم

دل لگاؤ نہ ہم سے دنیا میں
کوچ کرتے ہیں بیوفا ہیں ہم

عشق نے جو عدم سے کھینچا ہے
خود اسیرِ غم و بلا ہیں ہم

مُبتدا و خبر ہیں اپنے آپ
خطِ تقدیر کے بنا ہیں ہم

ماتمی بن گئی ہے شکلِ جگر
خود عزا وار کربلا ہیں ہم

کس سے مانگیں دعا اٹھا کر ہاتھ
آپ ایجابِ مدعا ہیں ہم

آج بستر ہے بوریا اپنا
خاص دُرویش بے ریا ہیں ہم

کب گزر ہو یہاں مسیحا کا
دردِ الفت کی خود دوا ہیں ہم

۸۸ خواجہ چشتؒ کی ہدایت سے
عاشقِ روئے مرتضیٰ ہیں ہم ۱۵

موجود ہو گئے ہیں جو شکلِ خدا میں ہم
ہاں ذاتِ مصطفیٰ کے ہیں نشو و نما میں ہم

جلوہ دکھا رہے ہیں جو اللہ بن کے خود
بیچونگی سے آئے ہیں چون و چران میں ہم

ہے مظہر اتم کی حقیقت سے اپنی بود
آدم کا تھا ظہور کہاں تھے بنا میں ہم

ملکِ عدم سے نکلے جو دھوکے میں عشق کے
کیا پھنس گئے ہیں آن کے حرص و ہوا میں ہم

پوچھو نہ ہم سے الفتِ حوّا کی سرگذشت
ذِلّاتِ منفعل ہیں خود اپنی خطا میں ہم

نکلا زبان سے کس کی اَلَستُ بِرَبِّکُم
سمجھے ہیں اُس کی رمز کو قالو بلیٰ میں ہم

مربوط ہے یہ سمجھو عروج و نزول کو
تحت الثریٰ میں تم ہو تو عرش علیٰ میں ہم

آئینۂ شش جہت کا ہے موجود روبرو
صورت کو اپنی دیکھتے ہیں انتما میں ہم

ہر لحظہ عشق اپنا بدلتا ہے رنگ ڈھنگ
جو ابتدا میں تھے ہیں وہی انتہا میں ہم

تنزیہہ اپنی اور ہے تشبیہہ دھیان میں
ذرات اب ہیں سیر بقا و فنا میں ہم

اثباتِ حق میں ہو گیا میں تو کا سب شمار
موجود کب ہیں دیکھئے معنیٰ لا میں ہم

ہے دوسرا کہاں نظر آئے جو غیر کو
موجود ایک آپ ہی ہیں ہر دوسرا میں ہم

صوت و صدائے یار جو سنتے ہیں ہر نفس
پہونچے ہیں ایک دم میں وری الوریٰ میں ہم

سر میں سما گیا ہے ازل ہی سے خود غرور
کس طرح سر اٹھائیں نہ سر آما میں ہم

۸۹	خواجۂ معین دین کے جو عاشق ہیں دل سے اب اعزاز و قدر رکھتے ہیں شاہ و گدا میں ہم	۴۲

ہُو ہیں ہم اور ہم احد اور احمد مختار ہم
ہم کریم اور ہم رحیم اور ایزد ستار ہم

ہم ہیں اوّل ہم ہیں آخر ہم ہیں مخفی ہم عیاں
راز ہم ہمراز ہم اور بھید ہم اسرار ہم

صفر ہم ہیں ہم ہیں نقطہ ہم الف اور ہم ہیں خط
ہم ہیں وحدت ہم ہیں کثرت ہیں دو ہم اور چار ہم

قطرہ و دریا ہیں ہم اور ہیں ہمیں موج و حباب
ہم صداف اور ہم ہیں نیسان اور دُرِ شہوار ہم

زرد ہم اور سبز ہم اور سُرخ ہم اور ہم سیاہ
خاک ہم اور باد ہم اور آب ہم اور نار ہم

پنبہ و رشتہ ہیں ہم اور ہیں ہمیں تا سوت و سوت
ہم ہیں بانا ہم ہیں تانا اور روان ہم تار ہم

شان ہم بے شان ہم اور ہم مکان ولامکان — ہم ستون و بام ہیں اور در ہیں ہم دیوار ہم
ہم شکست و ریخت ہیں اور ہم ہیں سنگ و ریگ و خشت — ہم ہیں تعمیر اور ترمیم اور ہیں معمار ہم
صید ہم صیّاد ہم اور ہم ہیں آہو ہم ہیں شیر — دشت ہم میدان ہیں ہم اور ارض ہم کہسار ہم
آسمان و برج ہیں ہم اور برق و قوس و ابر — ہم قمر خورشید ہم اور ثاقب و سیار ہم
شرق ہم اور غرب ہم ہیں ہم شمال اور ہم جنوب — روز ہم اور شب ہیں ہم اور خفتہ و بیدار ہم
ہم مقیّد ہم ہیں مطلق ہم ہیں بیروں ہم دروں — جسم ہم اور جان ہم اور شکل ہم رخسار ہم
مردمک ہم چشم ہم اور قلب ہم اور ہم زبان — نطق ہم خاموش ہم اور لب ہیں ہم گفتار ہم
عاشق و معشوق ہیں ہم شاہد و مشہود ہیں — طالب و مطلوب ہم اور دلبر و دلدار ہم
شاخ ہم اور خار ہم اور گل ہمیں ہم رنگ و بو — ہم خزان اور ہم بہار اور بلبل و گلزار ہم
طور ہم موسیٰ ہیں ہم اور ہم تجلی ہم ہیں نور — ہمکلام اور دید ہم اور طالبِ دیدار ہم
ہم ہیں کعبہ ہم مدینہ ہم نجف ہم کربلا — حج بھی ہم حجّاج ہم اور طایف و زوّار ہم
مسجد و منبر ہیں ہم اور ساجد و مسجود بھی — شیخ ہم زاہد ہیں ہم اور عابد و دیندار ہم
بت ہیں ہم بتخانہ ہیں ہم رام و لچھمن ہیں ہمیں — کفر ہم کافر بھی ہم ہندو بھی ہم زنّار ہم
سایہ و ہمسایہ ہم ہیں اور ہم نزدیک و دور — دوست ہم دشمن بھی ہم اور یار ہم اغیار ہم
ہم ہیں مینا ہم ہیں ساغر ہم ہیں ساقی ہم گزک — ہم کباب اور ہم شراب اور مست ہم میخوار ہم
ہم خریدار اور تاجر ہم ہیں جنس اور ہم ہیں مال — ہم ہیں دوکان ہم سودا اور سرِ بازار ہم
ذابح و مذبوح ہم ہیں ہم حلال اور ہم حرام — ہم ہیں طاہر ہم ہیں مکروہ اور ہیں مردار ہم
ہم صلاح اور جنگ ہم اور ہم ظفر اور ہم شکست — ہم جواں مرد و سپاہی ہم سپر تلوار ہم

ہم جنون اور ہم ہیں مجنوں اور ہم دیوانے ہیں
عاقل و دانا ہیں ہم اور زیرک و ہشیار ہم

ہم مرض درمان ہیں ہم آزار ہم اور ہم شفا
ہم مسیحا ہم ہیں صحت اور ہیں بیمار ہم

گنج ہم قارون ہیں ہم اور ہم بخیل اور ہم غنی
فقر ہم فاقہ ہیں ہم اور زر ہیں ہم زردار ہم

ہم ہیں شہ نواب ہم ہیں ہم امیر و ہم وزیر
تاج ہم اور تخت ہم اور صاحبِ دربار ہم

خال ہم اور خط ہیں ہم اور ہیں ہمیں زلفِ نگار
ہم جبین ہیں فرق ہم اور ابروے خمدار ہم

خرّم و شادان ہیں ہم اور ہیں ہمیں عیش و سرور
رنج ہم بے رنج ہم اور غم ہیں ہم غمخوار ہم

نیک ہیں ہم بد ہیں ہم اور ہیں ثواب اور ہیں عذاب
ہم ہیں زحمت ہم ہیں رحمت اور ہیں غفار ہم

ہم ہیں طبقاتی فقیر بے نوا اور با نوا
رند ہم ملحد ہیں ہم اور ہیں قلندر وار ہم

ستر ہم بے ستر ہم ہیں اور لنگوٹا ہیں ہمیں
لنگ ہم ہیں دلق ہم اور جبّہ و دستار ہم

ہم ہیں سجہ ہم ہیں سمرن ہم وظیفہ ہم ہیں ورد
شاغل و کاسب ہمیں ہیں اور ہے اذکار ہم

زیر ہم بالا ہیں ہم اور راکب و مرکب ہمیں
ہم سوار اور ہم ہیں پیادہ رہ بھی ہم راہوار ہم

مرد ہم عورت ہیں ہم اور ہیں ہمیں پیر و جوان
طفل ہم معصوم ہیں ہم اور برخوردار ہم

ہم ہیں مولی ہم ہیں قنبر ہم کنیز اور ہم غلام
ہم ہیں نوکر ہم ہیں خادم اور ہیں سالار ہم

علم ہم بے علم ہم ہیں ہم سیاق اور ہم سباق
جمع ہم تقسیم ہم اور منطق و تکرار ہم

ساز ہم سازندے ہم اور ہم ہیں مطرب ہمسرود
ہم ہیں سارنگ اور ستار اور طبل ہم مزمار ہم

ہم ہیں مُلّا ہم مشائخ ہیں ہمیں تعویذ و فال
ہم دغا ہم ہیں فریب اور کید ہم مکّار ہم

ہیں ہمیں منصور ہو کر مست اناالحق کہتے ہیں
ہم ہیں مظلوم اور ظالم دار ہم سردار ہم

۹۰	اے معین الدین تیرا عاشق صادق جو ہے اس کے ہم محبوب ہیں اور دوست ہیں ہم یا ہم	۹

بہ عشق صوت بیچونی بہ صحرا خوار میگردم	زبربادی بقا جستم پئے دلدار میگردم
ز قطرہ موج و از موج حباب و صوتِ گرداب	وجود از آب دارم دریم زخار میگردم
خزان رفت و بہار آمد بباغ عشق بیچونی	ہمانا صورت بلبل درین گلزار میگردم
حقیقت نیست آدم را بجز ذات و صفات حق	انا الحق گر نہ گویم من جدا از یار میگردم
بنا بتخانہا کردم ندارم شوق از مسجد	بباطن کافر عشقم ولے دیندار میگردم
نخواہم خانۂ گل را کہ دارم کعبۂ دل را	طوافے میکنم ہر دم بجان ہر بار میگردم
شنیدم یار می آید برون از پردہ چون انسان	بچشمے مردمک گشتم پے دیدار میگردم
تجلیہا ہمی بینم کہ ہست ادنیٰ صفاتِ تو	مئے وصلت کہ من خوردم ازان سرشار میگردم

۹۱	شدم چون عاشق مولیٰ کنم بس گریہ و زاری غلامِ خواجۂ چشتیم قلندر وار مے گردم	۱۱

نور دلدار کہ در شکلِ بشر می بینم	ہمچنان عکسِ جہان را بقمر می بینم
شعلۂ عشق کہ از آتشِ دل برخیزد	سوزشِ الفتِ حق خود بجگر می بینم
رازِ مخفی کہ عیان گشت بکشفِ باطن	سر بسر مدہمہ در حلقۂ سر می بینم

بُت پرستی کنم آئے برہمن از دل سوزی
آتشِ عشق کہ در جانِ حجر می بینم

ذاتِ حق مطلق وتے دخل دوئی را در روے
در وجودش ہمگی جن و بشر می بینم

رفت غارت دلِ عشاق براہِ الفت
منزلِ عاشقِش پر زخطر می بینم

ہست زاہد بہ نمازِ تو مقرر اوقات
شغلِ دل روز شب و شام و سحر می بینم

نیست بر سطح عدم تام ونشانِ دوزخ
این کہ دنیاست ہمیں جائے سقر می بینم

زاہد از چشمِ بدی بر منِ عاشق منگر
گوہرِ اشک درین دامنِ تر می بینم

خلوتے گشت چو در انجمنِ ہستیٔ من
در وطن باشم و خود را بہ سفر می بینم

۹۲	حضرتِ خواجہ چشتی من عاشق الحق روئے تو صبح ومسا پیشِ نظر می بینم	۱۳

خدائے لامکان ہستم ہمیشہ خانہ ویرانم
چہ امکانِ عرش و کرسی را کہ باشد قصرِ ایوانم

شرابِ وصل او خوردم کہ من سرشارم و مستم
بگویم رازِ خلوت را چہ باشد یارا امکانم

چو گردیدم خود آئینہ نمایاں شد از ان صورت
بگوید نامِ خود جانان مگر آن کیست حیرانم

رسیدند آدم و حوا بجوشِ عشق در دنیا
عیاں گردید بر عالم تمامی سرِّ پنہانم

شدم من بندۂ الفت محبت شد خدائی من
کہ دارم عشق و دلدارم ہمیں شد دین و ایمانم

کنونم ملحد وحدت شدم آزاد از ملت
ندارم مذہبِ کافر نہ بر دینِ مسلمانم

وجود و ذات من اینک بحالِ اصلی خود شیت
دوئی را ہیچ دخلے نے بظاہر جن و انسانم

به بینم صورتِ رحمن که در آئینهٔ قرآن — نمایان می شود حُسنش بعکسِ روئے خوبانم
بیا در باغ بیچونی نگر گلہائے گوناگون — شنو در نغمۂ بلبُل صدائے شور و افغانم
مرا بعد از فنا باقی ہمیں حسرت بود جاوید — چسان تنہا بذاتِ خویش خواہد ماند جانانم
بذاتِ لم یزل معدوم کردم ہستئ خود را — شُدم مطلق وجودِ او بقائے خویش میدانم
سرانجامِ عدم دیدم بہ ہستی اندرین عالم — ندارم در جہاں غیر از فنا ہر لحظہ سامانم

۹۳

جنابِ خواجۂ چشتیؒ نظر سویم کن از رحمت
کہ بر تو عاشقِ زارم بدرگاہ تو دربانم

۱۷

مصحفِ رخ چہ کنم صورتِ رحمان دارم — شکلِ اللہ منم ہستئ سبحان دارم
ہست از برزخِ من روئے محمدؐ ظاہر — نہ منم آدم و نے چہرۂ انسان دارم
قُل ہُو اللہ احد نقطۂ تعلیم منست — درسِ توحید خودم آیۂ قرآن دارم
اوّل و آخر و ہم ظاہر و باطن کہ توئی — کنم این رازِ خفی فاش چہ امکان دارم
جامع ذات و صفا تست طلسمات جہاں — در تماشائے خودم دیدۂ حیران دارم
غیر من ہیچ صنم نیست درین دیر جہاں — خود پرستی کنم و کفر در ایمان دارم
ہر نفس میرسد از روحِ تجلّی بہ جگر — قلب را سوختم و سینۂ سوزان دارم
ہست بر فرشِ زمین شاہیم ابد حاصل — بسترِ خاک چو اورنگِ سلیمان دارم
من بہ میخانۂ توحید کہ پیمانہ کشم — از خودی دورم و خود صحبتِ رندان دارم

بہر آسایشِ من دار بعدم ہم کافیست
قصرِ جنت چہ کنم خانۂ ویران دارم

مرضِ عشق زدار وے مسیحانہ رود
بہر خود حبِّ فنا چارہ و درمان دارم

ہر نفس نغمۂ معشوق کہ گوشم شنود
زین سبب من بزبان شورش و افغان دارم

لذتِ رمزِ خفی یافتم از سرِّ جلی
اندرین کاسۂ سر نعمتِ الوان دارم

اندرین ہستئ موہوم و وذاتست نہان
عبد و رب خود شدم و شکل نمایان دارم

الحق ایدل بزبانم کہ انا الحق درد است
بر سرِ دار روم حسرت و ارمان دارم

دلق و تسبیحِ من اے زاہدِ حق بین منگر
اہلِ تزویر منم روئے مسلمان دارم

۹۴	ائے شۂ خواجہ چشتی من عاشق بہ جہان از گدائی درت حشمتِ سلطان دارم	19

منم آن نقطۂ ذاتم کہ در اسرار بودستم
ہمان از وحدتِ خویش احمد مختار بودستم

من آن صدیق و فاروقم کہ خود در صورتِ عثمان
در اصحابِ محمدؐ حیدرِ کرار بودستم

بشانِ اہلبیتِ پاک کردم جلوہ در دنیا
من آن مردم کہ خود در زمرۂ انصار بودستم

من آن سجادم و باقر منم آن موسیٔ کاظم
تقی و ہم نقی و جعفرِ طیار بودستم

رسیدم از رضائے خویش در شانِ امامِ دین
ہمانا عسکری و سرورِ سالار بودستم

خلیل اللہ من آنم کہ از اعجاز توحیدی
درونِ آتشِ نمرود خود گلزار بودستم

زِ کنعان آمدم بیرون برائے سودائے عشقِ خود
منم آن یوسفِ حسنم کہ در بازار بودستم

سوار کوہِ طور آنم و دئی در وحدت آوردہ
منم آن موسیم خود طالبِ دیدار بودستم

جوابِ لن ترانی خود مُشنیہ کرد ذاتم را
منم آن بے زبان ہستم کہ با گفتار بودستم

نہ ابراہیم و آدم بود در تعمیرِ بیت اللہ
مکینِ لامکان آنم کہ خود معمار بودستم

بود ابلیس کئے غالب بر اندام لطیفِ منِ
من آن با صبر ایوبم کہ بس بیمار بودستم

نکو در چہرۂ مولائے خود من گشتہ ام پیدا
من آنم صورتِ قنبر کہ خدمتگار بودستم

بہ شکل غوثِ اعظم شد جمالِ ذاتِ من ظاہر
من آن محبوبِ سبحانم کہ خود دلدار بودستم

مکرر آمدم در شانِ محبوب الٰہی خود
نظام الدین سلطانم کہ خوش رخسار بودستم

بود لا از من جدا کئے بو علی صوفیِ صافی
کہ در رخسار شرف الدین قلندر وار بودستم

منم مجنون منم لیلیٰ منم وامق منم عذرا
من آن شیرین و فرہادم کہ بر کہسار بودستم

منم در صورتِ منصور پیدا گشت از وحدت
انا الحق گفتم از مستی کہ خود بر دار بودستم

صدائے مطلقم بشنو کہ غالب ہست بر ہر ساز
من آن یک اصل آوازم کہ بے مزمار بودستم

۹۵	جلال و عظمتم آورد چون شانِ حبیب اللہ معین الدینؒ شدم گو عاشقِ غمخوار بودستم	۱۳

بندہ را چون ز خود جدا دیدم
خویش را صورتِ خدا دیدم

حیؑ و محیؑ و ممیت و قابض را
عنصرِ خویش بر ملا دیدم

ہر چہار اعتبارِ وحدت را
کثرتِ ذاتِ خود نما دیدم

در شهود وجود و علم و نور	جلوه گر ذاتِ خویش را دیدم
چون عرض گشته ام ز جوهرِ خویش	ذاتِ خود عینِ ما سوا دیدم
حالِ معراج خود کنم ظاهر	ابتدا را در انتها دیدم
یکسرا ے جهان ندیدم صرف	خود تماشائے دوسرا دیدم
چون حیاتم نمود روئے ممات	صورتِ خویش را فنا دیدم
گم شدم چون بذات الا الله	موئے خود را به شکل لا دیدم
جانِ من چهرۂ بقا چو نمود	قالبِ خویش را فنا دیدم
سلب چون شد صفات من خود را	ذاتِ بیچون و بیچرا دیدم
شنیدم صوتِ بیزبان چو ز دل	روح را محوِ هوے دها دیدم

۹۶	در مریدانِ خواجۂ اجمیر عاشقِ خویش را گدا دیدم	۱۳

ذاتِ خود را چو بے نشان دیدم	عظمتِ خویش لابیان دیدم
مسکنم عرش و فرش کے باشد	ارض دیدم نه آسمان دیدم
طائرِ باغِ قُدس ذاتِ منست	جائے خود غیر آشیان دیدم
در ورای الوریٰ مراست مقام	منزلم صرف لامکان دیدم
عینِ ذاتم بلا صفات اینک	غیرِ خود را نه درمیان دیدم

ذاتِ بحت منست در حیرت — ششدرم حالتم چنان دیدم

کیستم من عیان نشد بر من — سرّ ذاتم ہمہ نہاں دیدم

ایکہ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیءٌ — ذات خود را درین جہاں دیدم

از کلام نَفَختُ مِن رُوحِي — خویش را صرف جان جان دیدم

وصف اَلآنَ ہم کَمَا کَان — صفتِ خویشِ جاوداں دیدم

چون شنیدم کلامِ صُمٌّ بُکمٌ — خویش را بے لب وزباں دیدم

ہست آواز باطنم مطلق — سخنم سرّے بے دہاں دیدم

۹۷	عاشقِ خواجہؒ معینم را مست در بزم چشتیاں دیدم	۱۷

جو اپنے تعین کو ہم دیکھتے ہیں — یہ بیچوں کا فضل وکرم دیکھتے ہیں

صنم کے جو ابرو کا خم دیکھتے ہیں — مہ نو کو اس سے بہم دیکھتے ہیں

جو صوفی کہ ہستی کا غم دیکھتے ہیں — ہم ان کا فنا میں قدم دیکھتے ہیں

نہیں مثل موسیٰ جو بیہوش ہوں ہم — خدا کو خدا کی قسم دیکھتے ہیں

جو عاشق کہ آئے ہیں دارِ عدم سے — وہ ہستی کی کب یہاں نعم دیکھتے ہیں

تنفس جو اپنا ہے جاری اسی میں — ہم اللہ کو دم بدم دیکھتے ہیں

نہیں گنجِ مخفی سے کم بطنِ مادر — جو آتے ہیں طاقِ حرم دیکھتے ہیں

جنھیں سیر حاصل ہے باغِ فنا کی
وہ کب بوستانِ ارم دیکھتے ہیں

جو چاہو تو قدموں پہ سر گو اوڑا دو
کہ عاشق ہیں ملکِ قدم دیکھتے ہیں

چڑھا دو ہمیں مثلِ منصور سولی
فنا کے لئے ہم ستم دیکھتے ہیں

منقشِ جو ہے لوحِ دل عشق حق سے
وریدا پنے تن کی قلم دیکھتے ہیں

ہوا ہجر میں وصلِ حق ہم کو تو کیا
کہ اپنے کو وہاں کالعدم دیکھتے ہیں

جو عشق تباں میں دل اپنا ہے پُرخون
پسِ پردہ ہم یہ الم دیکھتے ہیں

جو آتا ہے عشرہ غمِ پنجتن میں
یہ ہاتھ اپنے شکلِ علم دیکھتے ہیں

ملی نعمت حق جو اکدام میں ہم کو
یہ مرشد کا فیضِ اتم دیکھتے ہیں

ہر اک کو عطا کرتے ہیں گنجِ مخفی
دل اپنا کریمِ الشم دیکھتے ہیں

۹۸	گیا دیر میں عاشقِ خواجۂ چشتؒ ہم اس کو مثالِ صنم دیکھتے ہیں	۱۱

ظاہر میں شکل انسان باطن میں خدا ہوں
اللہ کی ذات سے میں مطلق نہیں جدا ہوں

خود ذاتِ لم یزل کی بیچون و بیچگون ہے
ہر جا وہی ہے آگہ خواب سے کس میں ہوا ہوں

گھونگھٹ میں میم کی سب اسرارِ حق نہاں ہیں
احمد ہوا احد سے سمجھا یہ میں بجا ہوں

رب کو زبان نہ تھی تو موسیٰؑ سے کس نے کی بات
کہدے یہ مجھ سے زاہد میں تجھ سے پوچھتا ہوں

جبتک تھا گنجِ مخفی پردے میں خود رہا میں
لایا جو عشق باہر تب سے میں پُرخطا ہوں

ڈھونڈھا جو حق کو میں نے دیر و حرم میں پایا
ہندو ہوں یا مسلمان جو کچھ کہو بھلا ہوں

اس جسمِ ظاہری پر ہے مضطرب میرا دل
خواہاں ہے وہ فنا کا میں طالبِ بقا ہوں

مدت سے آرزو جو تھی وصلِ رب کی دل میں
خلوت ہوئی تو دیکھا وہ ہے نہ میں رہا ہوں

ہے لامکاں جو اپنا بہتر ہے اس مکان سے
آدم نے کی خرابی اس جا جو میں بسا ہوں

جو عشق کا ہو رنگریز جانے وہ رنگ میرا
بدلا ہے رنگ اپنا جس رنگ میں چھپا ہوں

۹۹	مٹی کو میرے سر در کی کرتے ہیں سرمہ عاشق خواجہ معینِ دیںؒ کا ادنیٰ جو خاکِ پا ہوں	۱۳

جو روح اپنے تن میں رواں دیکھتا ہوں
تو بیچوں کو اس میں عیاں دیکھتا ہوں

جو ہر شئے کو پاتا ہوں مظہر ترا میں
اسی میں تری عزّ و شان دیکھتا ہوں

خودی کو جو اپنی کیا دور میں نے
سوا حق کے خود کو کہاں دیکھتا ہوں

نہیں آج موسیٰؑ تو کس کو دکھاؤں
جو اللہ کو ہر زمان دیکھتا ہوں

احد اور احمدؐ میں جو کچھ ہے نقطہ
خدائی کو اس میں نہاں دیکھتا ہوں

فنا جب کیا میں نے اپنے کو خود میں
تو ہستی کو بس بے نشان دیکھتا ہوں

چھپا بھی تو کیا شکلِ انساں میں آ جاں
تجھ ہی کو میں جلوہ کناں دیکھتا ہوں

محیط اب جو پاتا ہوں ہر شئے میں تجھ کو
تو مجھ میں ہے تجھ میں جہاں دیکھتا ہوں

جو پاتا ہوں میں کعبۂ دل میں اس کو
طوافِ حرم رائیگاں دیکھتا ہوں

تمنا نہیں قصرِ جنت کی مجھ کو
کہ اپنا مکان لا مکان دیکھتا ہوں

تری تیغِ ابرو یہ کیسی ہے جاناں
کہ اُس کا ہی کشتہ جہاں دیکھتا ہوں

کھلے کیوں نہ پھر عقدۂ میم مجھ پر
تجھے جب میں غنچہ وہاں دیکھتا ہوں

۱۰۰ ہوا جب سے عاشق ترا خواجہ چشتؒ
میں آپ اپنے کو جان جان دیکھتا ہوں ۱۵

دیکھو گے مجھ کو کیونکر بے شکل و بے نشان ہوں
ہے ذات میری مطلق میں آپ لا مکان ہوں

اللہ اور خدا سے اعلیٰ ہے میرا درجہ
لاہوت میں ہمیشہ تنہا میں اک نہاں ہوں

موسیٰ سے جو سخن تھا کب میری گفتگو تھی
سمجھو میری حقیقت بیکام و بیزبان ہوں

تنزیہہ سے نکلکر تشبیہہ میں جو پہونچا
ہجدہ ہزار خلق و عالم کے درمیاں ہوں

بیچوں و بیچگونہ کہتے ہیں مجھ کو سب لوگ
یہ جانتے نہیں ہیں میں کیا ہوں اور کہاں ہوں

سِرِّ انا کا عقدہ حل ہوگا عاشقوں سے
ہر اک کے جسم و تن کا مطلق میں جانِ جاں ہوں

ہے صوتِ ذات ہی کی دائم میرا ترانہ
وحدت کے باغ کا میں اک مرغِ نغمہ خواں ہوں

ہے مطلق اور مقید سب اک وجود میرا
بن کر میں اصل شئے خود ہر چیز سے عیاں ہوں

بعد فنا رہے گا پھر السینی کس کو قدرت ہے
موجودِ مطلق آپ ہی ہر وقت و ہر زمان ہوں

دیرینہ سب ہیں ناقل قصہ سے میرے واقف
ہے ذات عشق میری خود کہنہ داستاں ہوں

سب شش جہت کا نقشہ ہے دائرے میں میرے
آپ ہی وجود[1] و علم[2] و نور[3] و شہود[4] دیاں ہوں

پڑ رہتی ہے آنکھ جس پر آتا ہوں وہاں نظر خود	ہے سب خدائی مجھ میں ہیں صورتیں جہاں ہوں
تجھ پر محیط ہو کر ہوں اندر اور باہر	کیوں ڈھونڈھتا ہے مجھ کو جس جا ہے تو میں وہاں ہوں
خود بیخ و تخم و برگ و نخل و ثمر ہوں تازہ	میں آپ رنگ و بوئے گلزار و باغبان ہوں

۱۰۱	عاشق جو دل سے ہوں ہیں خواجہ معین دینؒ کا منظور عارفِ حق مقبولِ خواجگان ہوں	۹

ساقیا پی کر شرابِ عشق خود مخمور ہوں	اس خرابات جہاں میں کیوں نہ میں مشہور ہوں
جب سے ہے سر پر میرے تاج هُوَ اللّٰه خوشنما	یار میں تختِ زمیں پر کس قدر مسرور ہوں
نحن اقرب ہے تو کیوں قربت دکھاتا ہے مجھے	یار تو نزدیک ہے تو کب میں تجھ سے دور ہوں
ہے میری ذات اور صفات اک دوسرا پیدا ہو کب	میری صورتیں ہیں سب تجھ اور میں مستور ہوں
چشمِ وحدت ہے کھلی پردے لیے دیکھو کھیل سب	تار پر دوڑا کے پتلی ناظر و منظور ہوں
میں جو کہتا ہوں انا الحق ہے میرا کہنا بجا	دار کے لائق ہوں میں بھی دوسرا منصور ہوں
ہے ہیبازادرہ عزمِ بقا مطلق ہے آب	ہستیٔ پیکِ اجل سے ہمد ہو مجبور ہوں
عالمِ دنیا سے کھینچا ہاتھ تو دولت ملی	کیوں نہ ہو مجھ کو غرور اسکندر و فغفور ہوں

۱۰۲	حضرت خواجہ معین الدینؒ تمہارے فیض سے کہتے ہیں مجھ کو جو عاشق شاکر و مشکور ہوں	۹

انساں ہے حق تو حق سے کچھ انسان جدا نہیں
بندہ کہوں میں کس کو الگ جب خدا نہیں

اپنے ہی یار کو ہے حیات ہمیشگی
اللہ کو فنا ہے خدا کو بقا نہیں

کعبے سے آکے کس نے کہا ہے خدا ملا
حسرت یہی ہے شیخ کا ارمان مٹا نہیں

جاتا ہوں لامکاں پہ میں طے کر کے منزلیں
راہ عدم پہ کوئی مسافر رکا نہیں

دیر وحرم جدا ہیں کب اے شیخ و برہمن
دلدار سب کا ایک ہے کچھ دوسرا نہیں

کب تھی مجال ارض وسما میں سنبھالے بوجھ
ہم نے لیا وہ بار کسی سے اٹھا نہیں

تو نور ہے نگاہ کا میری ادھر بھی دیکھ
خلوت ہے اب حجاب کا پردہ رہا نہیں

اے زاہدو ہے کس لئے تم کو عمل پہ ناز
رندوں کا مثل آج کوئی پارسا نہیں

۱۰۳	خواجہ معین الدین کی ہے عاشق کو اقتدار ان سا جہاں میں آج کوئی مقتدا نہیں	۹

کون پہنچا ہے یہ آبادی سے ویرانے میں
کس لئے آیا تھا اور کیا ہے سبب جانے میں

کنت کنزاً کا سبق پڑھنے جو مکتب میں گیا
بڑھ گیا عشق خود استاد کے سمجھانے میں

صفتیں مجھ میں شہ جبتک تھیں صورت یہ تھی کہاں
آئینہ بن گیا خود رخ کے نظر آنے میں

زاہد و کعبہ میں کچھ اپنا صنم قید نہیں
جس کو پاتے ہیں وہاں ہے وہی بت خانے میں

صاحب ہوش اگر ہے تو سمجھ لے یہ بات
عقل وہ ہم میں کہاں جیسی ہے دیوانے میں

شمع کیوں ہوتی ہے خاموش تو بیتابی سے
تو جس آتش سے جلی ہے وہ ہے پروانے میں

آئینہ خانہ میں خلوت کے جو چاہو دیدار
غیر کی نقل سنین ہم میں ہے وہ تاب کہاں

عار کچھ ہم کو نہیں چہرے کے دکھلانے میں
روز و شب محو ہیں ہم اپنے ہی افسانے میں

۱۰۴

عاؔشق خواجۂ چشتی کے جو دل میں ہیں بھید
کس طرح آئین وہ ہر ایک کے دکھلانے میں

۱۳

خود بخود اپنا کسی کو گلبدن ملت نہیں
بے تلاش اے بلبلو رشک چمن ملتا نہیں

ہر گھڑی تیری زباں سے جھڑتے ہیں گلہائے نطق
اس لیئے آرام تجھ کو اے دہن ملتا نہیں

نکہت زلف صنم سے مست ہوں میں جسطرح
آج اس بو کا تجھے مشک ختن ملتا نہیں

مل گئی ہے ذات اپنی خود وجود یار میں
وصل میں ایجان تجھ کو جسم و تن ملتا نہیں

لامکاں ہی کا ہے نقشہ جس طرف دیکھا اُدھر
شش جہت معدوم ہیں اپنا وطن ملتا نہیں

تابع اس بت کے جو ہوں میں چھوڑ کر اسلام کو
عشق میں مجھ سا کوئی اب برہمن ملتا نہیں

جانب بطحا عبث ہے اب ارادہ شیخ کا
اس کو کچھ کعبہ میں رب ذوالمنن ملتا نہیں

میں نے پائی ہے شہادت تیغ ابرو سے تری
اے صنم کیوں لاش کو میری کفن ملتا نہیں

اے عدم کے رہرو پہیکو لباس مستعار
ہے وہاں ملبوس عور اک پیرہن ملتا نہیں

کہتے ہیں اہل شریعت ہے ہماری بد روش
پر کوئی ہمسا جہاں میں خوش چلن ملتا نہیں

جو کہ یہاں کم فہم ہیں وہ کسب اپنے ہیں خوش
ہم کو ان میں ایک بھی ممتاز فن ملتا نہیں

ہے پسند رند اپنی ملحدانہ گفتگو
بات سے زاہد تیری اپنا سخن ملتا نہیں

۱۰۵	اے معین الدین سے عاشق شاہی اقلیم فقر پھر تجھے ایسا شہنشاہ زمن ملتا نہیں	۱۱

چاند سا میں جو تصور سے گھٹا جاتا ہوں
یار میں ہو کے فنا آپ مٹا جاتا ہوں

لاابالی ہوں مجھے رغبت تنہائی ہے
عشق لیجائے جہاں آپ چلا جاتا ہوں

نقل توحید کا اک غنچہ نیا کھلتا ہے
باغ میں یار کے جب بن کے ہوا جاتا ہوں

منہ سے ہر دم میرے آتی ہے انا الحق کی صدا
ذات میں حق کی میں اسوقت سما جاتا ہوں

ہر جگہ ایک ہوں پر جس طرف آئے خواہش
کہیں عاشق کہیں معشوق بنا جاتا ہوں

دھیان آتا ہے مجھے جب کہ نفس کی جانب
کون ہوں کیا ہوں یہ خود آپ ہی پا جاتا ہوں

محرم راز میرا جب سے ہے تو ایجانان
بے تکلّف میں ترے سامنے آجاتا ہوں

گنبد سر میں تمہارے ہے اک آواز صنم
ہمہ مو یا درکھو تم کو سنا جاتا ہوں

دل دیا میں نے تجھے ہو کے اسیر الفت
ہوں وفادار ترا ظلم اٹھا جاتا ہوں

جلد پہنچا دو مجھے کنج لحد تک یارو
دار فانی سے سوئے ملک بقا جاتا ہوں

۱۰۶	خواجۂ چشت ترا جب سے ہوا ہوں عاشق تو جو فرمائے وہی کام کیا جاتا ہوں	۱۷

آتا ہے دل میں بت کی پرستش کیا کروں
رکھ کر صنم کو سامنے سجدہ ادا کروں

لچھمن ہوں رام ہوں کہ کشن جو ہوں خود ہوں میں
زنّار ڈالے اپنے گلے میں پھرا کرون

پڑھ کر فانّما جو نصارا کرے کلام
کیا تاب ہے کہ اس سے میں چون وچرا کرون

محراب کعبہ میں مجھے جانے دے شیخ اگر
منبر پر چڑھ کے خطبہ صنم کا پڑھا کرون

پہونچی ہے جان لبو نپہ میرا ناک میں ہے دم
اے عشق کب تلک ترے صدمے سہا کرون

بے نام وبے نشان کے تصوّر میں رکھ مجھے
ایدل تری قسم کہ نہ یاد خدا کرون

چھپ کر دہن میں میم کے گویا ہے بیزبان
یارا اپنا اس کی کون سے منہ سے ثنا کرون

لاہوت کے مقام میں آجائے گر نفس
ایک دم میں لاکھ بار میں سیر بقا کرون

صوت وصدا کے باغ کا خود ہوں میں عندلیب
کبتک قفس میں تن کے مقید رہا کرون

حاصل ہوئی ہیں سب صفتیں ہنڈ کی مجھے
پھر کیوں نہ گھر میں رب کو بلا کر ملا کرون

منصور سا مجھے کبھی ابھی دیکھئے دار پر
کہہ کر انا الحق اپنی خودی کو فنا کرون

مرشد ہے مے فروش تو کیا ڈر ہے پھر مجھے
لیکر شراب شوق کو ہر دم پیا کرون

بیگانے جو بنے ہیں وہ ہمسایہ دار ہیں
غیبت کرون میں اونکی نہ ہرگز گلا کرون

حبل الورید کا نہ ہو عقدہ جو تجھ سے حل
اُلجھی گرہ کو تار نفس کی میں وا کرون

بدلا ہے روح نے جو مقام اے طبیب عشق
تسکین ہوگی دل کو خود اب کیا دوا کرون

ہے ذات لا یموت کی یہ سب اُلٹ پلٹ
کچھ خوف کر نہ یار اگر میں قضا کرون

۱۰۷	خواجۂ معین دین کی جو عاشق کو ہے مدد ہر اک کو کیوں نہ آپ کا پھر مبتلا کرون	۱۱

لامکاں میں جسطرح ہوں اس نمط آدم میں ہوں
مجھ سے عالم ہے عیاں اور نہاں عالم میں ہوں

بندگیا ہے جب سے محراب عبادت کا خیال
سر جھکائے تیرے طاق ابروئے پر خم میں ہوں

مصحف روئے صنم کا ہو گیا ناظر جو دل
سورۃ اخلاص کے لیے حافظو خود ضم میں ہوں

خود ہوں قطرہ خود ہوں موج اور خود ہی بحر حباب
گردش اک گرداب میں اور آب ہو کر یم میں ہوں

ایک ہی پرتو ہے میرا ذرہ و خورشید میں
جس طرح زاہد میں ہوں نہیں اُس طرح خود کم میں ہوں

عبد و رب دو ہوں تو اس میں ہو حلول و اتحاد
آپ ہی موجود ہو کر خود معلّق دم میں ہوں

دید مطلق کی کہاں ہو چشم وحدت کو نصیب
گنج مخفی ہی کے راز اور نکتہ مبہم میں ہوں

مرد و زن سمجھو نہ مجھ کو بھید کی یہ بات ہے
میں جو کہتا ہوں کہ شکل عیسیٰ و مریم میں ہوں

نطق سے حق کی زبان اپنی جو گویا ہے سدا
کہتے ہیں عارف کہ اب میں بھی دل ملہم میں ہوں

رنگ زرد اور چشم تر میں سر ہے لب پر آہ سرد
خمس او تقا اب میں نالاں پنجتن کے غم میں ہوں

۱۰۸	فیض مولانا معین الدین چشتیؒ کا ہے یہ میں جو عاشق خاندان حضرت اوہم میں ہوں	۱۳

دلبر کو سر پر اپنے لئے پھر رہا ہوں میں
راکب مرا وہ یار ہے مرکب بنا ہوں میں

بیچون بنیں گے آپ تو بیچوں کو پائیں گے
مخفی جو کچھ تھا راز وہ اب کھولتا ہوں میں

ماں ہے نہ مجھ کو باپ نہ میں مرد ہوں نہ زن
تنہا وہاں میم سے پیدا ہوا ہوں میں

تنزیہہ کے مقام پہ میں شخص ہوں نہ عکس
تشبیہہ میں جو عبد بنا ہوں خدا ہوں میں

رکھو نظر نہ ہستی موہوم پر میری
شکل حباب بحر میں مِلکر فنا ہوں میں

ہے لامکاں میں کون یہ کیا شور و غل ہے وہاں
آوازہ ھاؤ وا میں کچھ پا چکا ہوں ۔۔ میں

رکھو نہ سامنے میرے تم لاکر آئینہ
اس روئے عشوہ گر سے ہمیشہ جدا ہوں میں

گم کر کے سب صفات کو اپنے ہی درمیان
حیران ہوں کسکی شکل یہ اب بن گیا ہوں میں

اللہ کو ہے عرش سے نسبت علی الخصوص
پوچھو نہ کچھ مقیم ورائے الوریٰ ہوں میں

مطلق ہوں آپ ہجر ہے مجھ کو نہ وصل ہے
آوازِ ذات بن کے صدا گونجتا ہوں میں

کعبے میں دیر میں نہ کلیسا میں ہوں فقط
دیکھو تو شش جہت میں مجھے جا بجا ہوں میں

چھوٹا جو قیدِ عشق سے آزاد ہو کر اب
مطلق جو بن گیا ہوں تو ششدر کھڑا ہوں میں

۱۰۹

ہے خاندانِ چشت پہ عاشق ہمیشہ دل
خواجہ معینِ دینؒ پہ نثار اور فدا ہوں میں

۱۷

مظہر کبریا معین الدین
شان ربّ العلیٰ معین الدین

صورتِ مصطفےٰ معین الدین
چہرہ مرتضیٰؓ معین الدین

ہمسر انبیا معین الدین
سرورِ اصفیا معین الدین

زبدۃ الاتقیا معین الدین
قدوۃ الاولیا معین الدین

خواجہ دوسرا معین الدین
صاحبِ اتقا معین الدین

زاہدِ بے ریا معین الدین
عابد و پارسا معین الدین

سالک و رہنما معین الدین — ہادی و پیشوا معین الدین
مستجیب الدعا معین الدین — پیر حاجت روا معین الدین
کعبۂ پر ضیا معین الدین — قبلہ و مقتدا معین الدین
عارف حق نما معین الدین — کاشف رمز لا معین الدین
مرض عشق ما معین الدین — چارہ ساز و دوا معین الدین
نور شمس الضحیٰ معین الدین — حسن بدر الدجیٰ معین الدین
لعل درج فنا معین الدین — دُرِّ بحر بقا معین الدین
اہل صدق و صفا معین الدین — کان علم و حیا معین الدین
تخت و تاج ولا معین الدین — فخر شاہ و گدا معین الدین
سرو باغ رضا معین الدین — رمز دان قضا معین الدین

۱۱۰
دلبر و دل ربا معین الدین
عاشق و مبتلا معین الدین
۱۹

ذات رب ذو المنن خواجہ معین الدین حسن
بولتا ہے بصرہ کا ہر شیخ اس کو دیکھ کر
کہتے ہیں قطب و فرید و شہ نظام و شہ نصیر
ہو گئے خوے حسینی ذات سے اس کی عیاں

ہے صفات پنجتن خواجہ معین الدین حسن
ہے یہی خواجہ حسن خواجہ معین الدین حسن
ہے چراغ انجمن خواجہ معین الدین حسن
کیوں نہ ہو خلق حسن خواجہ معین الدین حسن

دیکھ لے حق کا سراپا خواجگان چشت میں
ہے خدا کا جسم و تن خواجہ معین الدین حسن

بن کے ظل اللہ نکلا ہے جہاں میں آج وہ
سب پہ ہے سایہ فگن خواجہ معین الدین حسن

تاج و خلعت کر کے حاصل کہتے ہیں شاہ و گدا
ہے شہنشاہ زمن خواجہ معین الدین حسن

کہتی ہے بلبل سے گل توحید کے گلزار میں
ہے میرا غنچہ دہن خواجہ معین الدین حسن

صاف گاتی ہے بجا کر بلبل اب دم کا ستار
ہے میرے دل کا چمن خواجہ معین الدین حسن

مصریوں سے کہہ رہی ہے سن کے بات اسکی نبات
خوب ہے شیریں سخن خواجہ معین الدین حسن

فیض بخشی کیلئے پہنچا ہے خود اجمیر میں
چھوڑ کر اپنا وطن خواجہ معین الدین حسن

ہو گیا پرتو سے اس کے ہند سب روشن کہ ہے
نور خورشید دکن خواجہ معین الدین حسن

جلوہ نجم فلک ہے نور سے اس کے کہ ہے
رونق چرخ کہن خواجہ معین الدین حسن

ہے مرید اسکی ہی ہر اک رابعہ اس عصر کی
خود ہے پیر مرد و زن خواجہ معین الدین حسن

قلب سب عالم کا اسکی یاد میں خوش ہے کہ ہے
دافع رنج و محن خواجہ معین الدین حسن

باغ سے لاہوت کے نکلا ہے بنکر زرد پھول
ہے برنگ یاسمن خواجہ معین الدین حسن

دل کے کیسہ میں رکھی ہے میں نے اسکی خاک پا
بو میں ہے مشک ختن خواجہ معین الدین حسن

کرلیا ہے رام اپنا اس نے دیر اور کعبہ کو
خود ہے شیخ و برہمن خواجہ معین الدین حسن

۱۱۱	ہو گیا ہوں دل سے عاشق رنگ تیرا دیکھکر ہے تو میرا گلبدن خواجہ معین الدین حسن	۱۷

وجود حضرت سبحان میرا خواجہ معین الدین
بنا ہے برزخ انسان میرا خواجہ معین الدین

ہیں اس کے مصحف رخ پر عجب زیر و زبر پیدا
ہے مطلق صورت قرآن مرا خواجہ معین الدین

خودی سے اپنی گم ہوکر سمجھ لو سرّ باطن کو
خدا کے جسم کی ہے جان مرا خواجہ معین الدین

سبق توحید کا پڑھ کر سمجھ لو اس کی معنی تم
موحد کا ہے خود ایمان مرا خواجہ معین الدین

نکلکر گنج مخفی سے خدا کی ذات کہتی ہے
ظہور حق کا ہے سامان مرا خواجہ معین الدین

یہ مصرع گاتی ہے بلبل چمن میں مست ہو ہو کر
ہے باغ عشق کا ریحان مرا خواجہ معین الدین

حقایق اور معارف میں نہیں اس کا کوئی ہمسر
ہے خود گنجینۂ عرفان مرا خواجہ معین الدین

دکن اور ہند کی اس کو ہوئی ہے سلطنت حاصل
کہ ہے اک خسرو دیوان مرا خواجہ معین الدین

ہیں نائب اولیا سارے اس کی اک ولایت کے
ہے ملک سنجر کا سلطان مرا خواجہ معین الدین

حبیب اللہ کی صورت اس کی اک نظر آتی
ولی اللہ ہے عالیشان مرا خواجہ معین الدین

خدا کی ذات سے واصل بیاں کرتے ہیں پردے سے
ہے حق کی ذات کا مہمان مرا خواجہ معین الدین

صدا معشوق کی اس کو جو خوش آتی ہے اے مطرب
فقط ہے راگ کا خواہان مرا خواجہ معین الدین

مریض طالب حق کا معالج ہو مسیحا کب
ہے درد عشق کا درمان مرا خواجہ معین الدین

اگر فرقت میں حق کی ہو پکارو واصل رب کو
کریگا مشکلیں آسان مرا خواجہ معین الدین

کرو بیعت اس کی ہند کی ہے سلطنت جسکی
ہے پیر ملک ہندوستان مرا خواجہ معین الدین

منادی پھیر دو جا کر یہی اب ملک ہر دن میں
ہے مثل حضرت عثمان مرا خواجہ معین الدین

۱۱۲	ہوا ہوں تارک الدنیا اسی کی خاص الفت میں بنا ہے عاشق اب جانان مرا خواجہ معین الدین	۴۵

یوں شاخ سے ہنس کر گل نے کہا میں اور نہیں تو اور نہیں
تو تخم و ثمر میں برگ حنا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو رنگ بنا ہے میں ہوں بو اور جھاڑ بنا میں تو ہے جڑ
میں خار بنا ہوں تو غنچہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں باغ جناں ہوں تو رضواں اور میں ہوں چمن ہے تو گلچیں
میں داغ بنا ہوں تو لالا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں فصلِ خزاں ہوں تو ہے بہار اور عشق بنا میں تو بلبل
میں گریہ کناں تو نغمہ سرا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں موج بنا ہوں تو ہے کف اور میں ہوں حباب اور تو گرداب
میں قطرہ بنا ہوں تو دریا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں چشم بنا ہوں تو پتلی اور گوشہ بنا میں تو پردہ
میں نور نظر ہوں تو بینا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں حلق بنا ہوں تو ہے دہن اور لب میں بنا ہوں تو ہے صدا
میں حرف زباں ہوں تو گویا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں تاریکی اور تو ہے نور اور تاب بنا میں تو ہے چمک
میں شمع بنا ہوں تو شعلہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو چرخ بنا ہے میں ہوں سحاب اور برج بنا تو میں زہرہ
خورشید بنا تو میں ذرّہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو ذات بنا ہے میں ہوں صفات اور تو تنزیہہ میں اور تشبیہ
بیچوں تو بنا اور میں ہوں خدا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو شخص بنا اور عکس ہوں میں اور جاں تو بنا جسم ہوں میں
تو قامت ہے میں ہوں سایہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو رنگ بنا جب پانی کا میں خاک بنا ہوں تجھ سے صنم
تو آگ بنا ہے میں ہوں ہوا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں طاق بنا ہوں تو مسجد میں زینہ بنا ہوں تو منبر
میں کعبہ بنا ہوں تو قبلہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو شکل بنا ہے میں صورت اور تو ہے مرقع میں تصویر
تو خود ہے نمونہ میں نقشہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو ذات بنا ہے میں ہوں صفات اور تو ہے بقا تو میں ہوں فنا
تو زندہ سدا میں ہوں مردہ میں اور نہیں تو اور نہیں

لاہوت بنا تو میں ناسوت اور تو ہے عروج اور میں ہوں نزول
تو رب ہے اور میں ہوں بندہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں نیستی اور تو ہستی ہے اور میں ہوں عدم اور تو ہے وجود
میں ناپیدا تو ہے پیدا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو زلف بنا ہے میں نافہ اور مشک بنا تو میں عنبر
تو ملک ختن میں شہر خطا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں ذہن بنا تو فہم ہوا میں عقل بنا تو ہوش مرا
میں طبع بنا تو فکر رسا میں اور نہیں تو اور نہیں

سیماب بنا تو میں ہوں جلا اور تو ہے صفا اور میں قلعی
تو عکس نما میں آئینہ ہیں اور نہیں تو اور نہیں

تو پینہ بنا ہے میں رشتہ تو تانا بنا اور میں بانا
تو سوت بنا ہے میں جامہ ہیں اور نہیں تو اور نہیں

تو مست بنا ہے میں مدہوش اور تو ہے قلندر میں آزاد
زیرک تو بنا میں دیوانہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں ہوں ساقی اور تو صہبا میں ہوں میخوار اور تو ہے خمار
میں جام بنا ہوں تو شیشہ ہیں اور نہیں تو اور نہیں

فولاد بنا تو میں آہن اور تو ہے مس اور میں ہوں جست
تو سیم بنا ہے میں ہوں طلا میں اور نہیں تو اور نہیں

میں خود ہوں زمرد تو الماس اور میں نیلم تو ہے یاقوت
میں ہوں خاتم تو فیروزہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو تیغ بنا ہے میں خنجر تو تیر بنا اور میں ہوں کمان
تو بانک بنا ہے میں دشنہ میں اور نہیں تو اور نہیں

تو تولہ بنا ہے میں ماشہ اور گمچی بنا تو میں رتی
میزان بنا تو میں پلہ میں اور نہیں تو اور نہیں

شہباز بنا میں تو عنقا میں ہُدہُد ہوں اور تو قمری
طاؤس بنا میں تو ہے ہما میں اور نہیں تو اور نہیں

میں قصر بنا ہوں تو ہے ستون اور میں حجرہ اور تو ہے چھت
میں صحن بنا تو دروازہ میں اور نہیں تو اور نہیں

زحمت میں بنا ہوں تو رحمت میں جرم بنا ہوں تو بخشش
میں صاحب خطا ہوں تو ہے عطا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو طور بنا میں نور ہوا تو حال بنا میں قال ہوا
تو ید بنا اور میں موسیٰ میں اور نہیں تو اور نہیں

احمد میں بنا ہوں تو ہے احد اور میں ہوں محمد تو محمود
میں ہوں یسین اور تو طٰہٰ میں اور نہیں تو اور نہیں

آزار بنا تو میں بیمار اور تو ہے مسیحا میں ہوں علاج
تو قرص شفا اور میں ہوں دوا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو عشق بنا ہے میں الفت اور یار بنا تو میں محبوب
تو خاص محبت میں ہوں ولا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو خود ہے کرشمہ میں غمزہ تو ناز بنا ہے میں ہوں نیاز
تو عشوہ بنا ہے میں ہوں ادا میں اور نہیں تو اور نہیں

قرآن میں بنا ہوں تو ہے کلام اور زیر بنا میں تو ہے زبر
میں آیت ہوں اور تو سورہ میں اور نہیں تو اور نہیں

میں ذات بنا ستائش حمد ہے تو میں نعت بنا ہوں تو ہے صفت
مدحت میں ہوا ہوں تو ہے ثنا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو ماہ بنا ہے میں ہوں سال اور روز بنا تو میں شب ہوں
تو صبح بنا اور میں ہوں مسا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو صاف قضا اور میں ہوں قدر تو قسمت ہے اور بخت ہوں میں
تو ہے تسلیم اور میں ہوں رضا میں اور نہیں تو اور نہیں

تو رام بنا ہے میں لچھمن تو وشنو ہے اور میں ہوں کشن
تو میرا صنم اور میں پوجا میں اور نہیں تو اور نہیں

ایجان تو جو ہے میں خود ہوں اور میں جو ہوں وہ تو خود ہے
تو میرا ہے میں ہوں تیرا میں اور نہیں تو اور نہیں

اے یار اوٹھا دے دل سے دوئی اور ملکر مجھ میں اک جا ہو
تو بھر خدا یہ مان کہا میں اور نہیں تو اور نہیں

کل وصل میں تجھ میں گم ہوکر سمجھا میں تیری سب رمز خفی
اے سر جلی تو کیا چھپتا میں اور نہیں تو اور نہیں

وحدت تو ہے کثرت تو ہے بیگانہ تو تو یگانہ ہے
جھگڑا یہ غلط ہے میں تو کا میں اور نہیں تو اور نہیں

۱۱۳
میں عاشق صادق ہوں تیرا تو خواجہ چشتیؒ ہے مرا
تو شاہنشہ اور میں ہوں گدا میں اور نہیں تو اور نہیں
۱۷

وہ کونسی ہے جا کہ تو اے جان جان نہیں
آواز سے جدا ترے ہر دو جہان نہیں

سبعہ صفات حق سے خدائی کا ہے ظہور
بیچوں گی میں چون و چرا کا نشان نہیں

اسمائے بے نشان سے ہی کثرت ہوئی نمود
وحدت میں کچھ شریک خدا و بتان نہیں

جو آنکھ سے نہاں ہے وہ ہے کان پر عیاں
کس طرح سمجھے رمز یہ جو غیب دان نہیں

ہر دم نشان روح سے سنتے ہیں نطق ھوٗ
ذکر خدا میں اس لیئے گویا زبان نہیں

کب واجب الوجود کا تکیہ ہے عرش و فرش
ہے قصر غیب اُس کا جہاں لامکان نہیں

ہے حسن کا حجاب جو خاموش ہے صنم
عاشق وہ کب ہے جس کے لبوں پر فغان نہیں

جی جس کو جانتا ہوں رہے گا وہی سدا
رب کی جو زندگی ہے وہ کچھ جاوداں نہیں

آب وہوا و آتش و خاک اس کے ہیں وجود
باہر خدا کی ذات سے انس اور جان نہیں

وہ لاشریک سب میں ہوا ہے شریک آپ
حقاکہ اس کی ذات کے ہم درمیان نہیں

باغ فنا میں اپنے ہمیشہ بہار ہے
گلزار میں عدم کے تو ہرگز خزاں نہیں

اشکال مختلف کو دوئی سے نہ دیکھ تو
تجھ سے جدا کسی کی بھی روح رواں نہیں

سب میں وجود حق ہے یہ کہتے ہیں سن کے لوگ
باریک تر یہ بھید ہے سب پر عیاں نہیں

دیر و حرم کا شیخ و برہمن کو ہے عزم
کیا جلوہ گاہ لم یزل ان کا مکان نہیں

ظاہر کا علم پڑھ کے یہ گمراہ ہیں تمام
طالب خدا کی راہ کے پیر و جوان نہیں

بازار عشق گرم ہے سودا خرید لو
عرفان میں آج ہم سے کسی کی دکان نہیں

۲۵	عاشق معین دین کا رگڑتا ہے وہاں جبین اجمیر سا جہاں میں کہیں آستان نہیں	۱۱۴

کہتے ہیں ذات بحت جسے وہ خدا نہیں
رب ساری خلق کا جو ہے وہ کبریا نہیں

بیچوں و بیچگوں ہے وہ کہتے ہیں سن کے لوگ
باریک ہے یہ عقدہ ہر اک پر کھلا نہیں

دیر و حرم میں شیخ و برہمن کو ہے تلاش
اب تک تو اے صنم تو کسی کو ملا نہیں

کانوں کو اس کے بہرا ہی کردے تو یا سمیع
جس نے ترا ترنم مطلق سنا نہیں

کس کو دکھاؤں ذوق سے اللہ کا جمال
موسیٰ نبی سا کوئی جہاں میں رہا نہیں

اے بندہ حق کے پوچھ نہ تو ہم سے حال وصل　　اپنا تو گیا خدا کا ترے وہاں پتا نہیں

اندر سے کہہ رہا ہے انا الحق وہ شوخ خود　　سولی دو اس کو میری کچھ اس میں خطا نہیں

ایسا ہے کیا طلسم و تماشا عجیب وہاں　　سیر عدم کو جو کہ گیا وہ پھرا نہیں

زیر زمین جو لوگ گئے خاک ہو گئے　　اسم ان کا مٹ گیا پہ مسمیٰ مٹا نہیں

مسجد کی راہ لی نہ وہ کعبہ گیا کبھی　　در پر جو تیرے بیٹھ گیا پھر اٹھا نہیں

کرتے ہیں کس کو سجدہ وہ ہم جانتے ہیں خود　　سر اپنا حق کے سامنے مطلق جھکا نہیں

اندھا تو ہو کے ڈھونڈھ رہا ہے کسے یہاں　　یار اپنا برملا ہے کسی جا چھپا نہیں

اپنے میں روئے یار کو ہم دیکھتے ہیں صاف　　مثل اپنا دو جہاں میں کہیں آئینا نہیں

نیچے بھوؤں کے آنکھ کی پتلی میں ہے جو تو　　محراب سے حرم کے جدا بتکدہ نہیں

سجادہ و مشایخ و درویش و پارسا　　ان میں کوئی بھی طالب مولیٰ ہوا نہیں

حرص جہاں میں جال بچھاتے ہیں لکھ کے نقش　　عشاق پر کسی کا پلیتا چلا نہیں

مستی شراب عشق کی ہر اک کو کب چڑھے　　ہمسا کسی نے ایک بھی جرعہ پیا نہیں

کرتا ہے کس کی نفی اور اثبات پڑھ کے لا　　ہیں سب کے سب الا کوئی ما سوا نہیں

موسیٰ کے تاب عشق سے گر طور بھی جلا　　ہرگز ہوا نہ سرمہ وہ جبتک پسا نہیں

دستے سے دل کے سنگ جگر کوٹ کر بنا　　چشم یقین کا ایسا کہیں توتیا نہیں

نقش زبان مرشد و طالب ہوا ہے ذکر　　وصل صنم کا اپنے کہیں تذکرہ نہیں

کس کو سناؤں نکتہ عرفان و معرفت　　علم خفی میں ذہن کسی کا رسا نہیں

لاعلمی سے کوئی سمجھتا نہیں یہ علم　　والست یہ قدیم ہے مضمون نیا نہیں

سیراب دل سے اٹھتے ہیں فوارے خون کے	خالی وہ دل ہے جس میں بھرا ولولا نہیں

۱۱۵	خواجہ معین دین کے فقیروں میں مرزدان عاشق کا ہمسر آج کوئی بھی گدا نہیں	۱۱

کیا بھید کہوں تم سے کہ میں کون ہوں کیا ہوں	اس ہستی موہوم میں خود صوت و صدا ہوں
گنجینۂ مخفی میں مرا نام کہاں تھا	آدم میں سما کر صفی اللہ بنا ہوں
معنی کو انا الحق کی اگر جانتی مخلوق	ہر اک کی زبان پر یہی ہوتا کہ خدا ہوں
اے شیخ ہو الظاہر پڑھ کر تو ذرا دیکھ	خود مصحف عارض سے ترے جلوہ نما ہوں
ہے سر میں معلق مرے اسرار حقیقت	بالائے زمیں عرش بریں بنکے کھڑا ہوں
ہے زندگی و موت مرے ہاتھ میں ہر دم	خود زیست کا حاکم ہوں میں مختار قضا ہوں
فانی جو ہوا بن کے حباب آپ ہی تو کیا	اپنی ہی سدا ذات میں دریائے بقا ہوں
سمجھو نہ مجھے عالم دنیا میں ہوں دو دن	ہر ایک زمانے کے میں ہمراہ سدا ہوں
آزار جدائی کا جو رکھتا ہے وہ آئے	فرقت کا مرض جس کو ہے میں اسکی دوا ہوں
ہے زردئ جامہ سے مرے مہر کو بھی رشک	عاشق ہوں میں جس وقت سے ہم رنگ طلا ہوں

۱۱۶	خود عاشق صادق ہوں ہمیشہ ہے مجھے وصل میں خواجۂ چشتی سے نہ اک دم بھی جدا ہوں	۱۳

روئے احمد میں احد جلوہ نما ہے میں نہیں
میری صورت میں خدا ظاہر ہوا ہے میں نہیں

عرصۂ وحدت میں آتا ہوں نظر مثلِ سراب
دوربین کو صاف دھوکا ہو رہا ہے میں نہیں

کھل گئی قلعی نظر آنے لگا جب اس کا عکس
یہہ میرا جسم مصفا آئینہ ہے میں نہیں

جسم آدم کب ہے اپنا غور سے دیکھو ذرا
چار عنصر کا میرا قالب بنا ہے میں نہیں

سامعہ خالص ہے جس کا وہ سنیگا یہ کلام
شش جہت میں صرف اک ہو کی صدا ہے میں نہیں

مصحفِ روئے صنم کی ہے جو پہچانت تمہیں
ناظرو دیکھو یہ وجہ اُنما ہے میں نہیں

دوسرا میں چشم حق بین سے نظر کرکے تو دیکھ
اسم کا میرے مسمیٰ دوسرا ہے میں نہیں

گر نہیں چشم بصیرت صوت سے پہچان لو
ہمکلام اک آپ کا یہاں آشنا ہے میں نہیں

سامنے آئینہ رکھ کر تکتے ہیں اپنا جو منہ
روبرو ان کے سدا شکل فنا ہے میں نہیں

اے شناور صورت خطرہ مجھے ہرگز نہ جان
آگے تیری آنکھ کے دریا کھڑا ہے میں نہیں

ہیں شباہت میں صنم کی صاف دونو پتلیاں
شکل میری دیکھ عین بتکدہ ہے میں نہیں

اے تماشا بین سراپا دیکھ لے میرا کہ یہہ
عشق کی بازی گری کا شعبدہ ہے میں نہیں

۱۱۷

عاشق صادق کی آنکھوں سے ذرا تم دیکھ لو
خود معین الدین چشتی بینوا ہے میں نہیں

۱۵

تو جو ہے جلوہ نما پردۂ چشم تر میں
سب خدائی نظر آتی ہے میرے ہی گھر میں

سامعہ گم ہے میرا جب سے بنا ہوں بہرہ
صوت معشوق سمائی ہے میرے ہی سر میں

حالتِ وصل سے ایسا میں ہوا ہوں بے خود
تاب و طاقت نہیں کچھ اپنے دل مضطر میں

برج وحدت کے مراتب ہیں حقیقت میں وہی
ہے عروج اور تنزل جو مہ انور میں

خود صدف کہتی ہے منہ کھول کے نیساں سے بھی
دیکھ لے جلوہ نما بحر ہے خود گوہر میں

سر پٹکتی ہے سدا موج سمندر ہر سو
کس لئے بحر میں گرداب ہے خود چکر میں

برہمن جس کے لئے آج گیا کاسی کو
وہ دلارام ہے موجود یہاں ہر ہر میں

غیب مکنون کی خبر لائے جو دم میں جاکر
ایسی طاقت نہیں جبریل کے بال و پر میں

اے مسیحا تو ہمیں زندہ کرے گا کیونکر
وصل کے مردے کب آتے ہیں تری ٹھوکر میں

صاحبِ دل کے در پر جو فقیر آتے ہیں
کیا میرا قاضیٔ حاجات ہے سیم و زر میں

طاق ابرو میں میرے سجدہ ادا کر زاہد
جلوہ گر ہے ترا مسجود اسی منظر میں

کہدے ایمان سے اے واعظ حق گو سب کو
ہادیٔ خیر ہے جو خود وہ مذل ہے شر میں

کھلگیا احمد بے میم کا عقدہ ہم پہ
نظر آیا جو احد صورت پیغمبر میں

نقطۂ ذات کا جو علم ہے مجھ کو حاصل
وہ سماتا ہی نہیں دل کے میرے دفتر میں

۱۱۸	خواجۂ چشت کا ہر اک کو کرے دیوانہ ایسی قدرت نہیں عاشق کے کسی ہمسر میں	۱۷

جو خدا خود کو نہ سمجھا اس کو ایمان ہی نہیں
من عرف جس کو نہیں ہے وہ مسلمان ہی نہیں

ہے اگر چشم بصیرت دیکھ سب کے سب ہیں حق
صورتِ اللہ میں کچھ ایک انسان ہی نہیں

نکتۂ تہلیل سے آگاہ ہو کر غور کر
ما سوا اللہ کا ظہور حق میں سامان ہی نہیں

ہستی حق سے جدا جو جانتا ہے آپ کو
حق یہی ہے اس طرح کا کوئی نادان ہی نہیں

ایک تو ہی جابجا ہے اور ہر اک شئے تجھ میں ہے
کس طرح یہ بھید سمجھے تجھ میں عرفان ہی نہیں

پڑھ کے آیت تبصروں اور انّما کی دیکھ لے
کیا کہوں اے شیخ تجھ کو یاد قرآن ہی نہیں

طالبِ دنیا بنے ہیں منشی اور عالم سب ہی
اس زمانہ میں کوئی یہاں حق کا خواہاں ہی نہیں

کس طرح ہو گی عیاں تجھ پر حقیقت جان کی
تجھ کو حاصل یار وصل جسم جاناں ہی نہیں

دل کے دروازے سے آتی ہے جو دستک کی صدا
ہر کوئی بہرہ سنے وہ صوت امکان ہی نہیں

صاف کہتا ہے طبیبِ عشق ہو کر لا علاج
جس کو ہے درد دوئی کچھ اس کا درماں ہی نہیں

آپ رب ہیں عرش پر بجتا ہے ڈنکا آپ کا
پھر کہاں عبد تم ہرگز یہ شایاں ہی نہیں

گنجِ مخفی کی حقیقت ہے عیاں ہم پر تمام
راز اپنے یار کا کچھ ہم سے پنہاں ہی نہیں

تکتے تکتے مُندھ گئیں آنکھیں ترے ہی وصل میں
حشر میں پھر تجھ کو دیکھوں دل میں ارماں ہی نہیں

ہو گئے گوشہ نشین پہلو میں لے کر یار کو
کیوں پھریں ہم دربدر کچھ دردِ ہجراں ہی نہیں

ہم جو کہتے ہیں انا الحق کیا کریگا محتسب
دار کا اپنے کچھ اس کے پاس سامان ہی نہیں

غرق دریائے ہُویت میں تو ہو اے ناخدا
لاتعین میں کوئی پھر ایسا طوفان ہی نہیں

۱۱۹	اے شہ اجمیر عاشق پر کھلا رتبہ ترا اولیاء میں کوئی تجھ سا دین کا سلطان ہی نہیں	۲۱

صنم کے جسم میں آ کر نفس کا تار کہتے ہیں
برہمن بن کے خود گردن میں ہم زنار رکھتے ہیں

جو مورت بنکے پہونچے ہیں جہاں تک دیں ہم
سراسر خود وجود احمد مختار رکھتے ہیں

حرم میں جا کے کرتے ہیں جو حرمت سنگ اسود کی
مسلمان ہیں مگر ہم مذہب کفار رکھتے ہیں

ہمارا عشق ہے مذہب ہے صلح کل ہی دین اپنا
ہیں سارے ایک آپس میں نہ ہم تکرار رکھتے ہیں

جو ہم جلوت میں بیٹھے ہیں ہے خلوت ساتھ ہی اپنے
بغل میں ظاہر و پوشیدہ ہم دلدار رکھتے ہیں

سر مشرق سے مغرب تک جو ناظر آپ ہیں اپنے
منور آئینہ سے مصحف رخسار رکھتے ہیں

ہماری چشم کی پتلی کے نقطہ میں ہے خود لیلیٰ
نظر کی بن کے مجنون ہم نگاہ یار رکھتے ہیں

نظر کس کو کریں اب ہم ہیں آپ ہی وامق و عذرا
کہ وحدت میں نہ مطلق خواہش دیدار رکھتے ہیں

جدا خود شش جہت سے ہے سدا حیرت کدہ اپنا
پرے ہے ہم لامکاں کے ہیں کہاں دیوار رکھتے ہیں

بنا کر شکل یوسف کی خدا کو جب سے بیچا ہے
تب ہی سے عشق کا سودا سر بازار رکھتے ہیں

نظر میں اپنی ہر اک شب تصور ان کا رہتا ہے
جو بند آنکھ اپنی کرتے ہیں دل بیدار رکھتے ہیں

وہی منصور ہیں ہم بھی انا الحق کہتے جائینگے
چڑھیں گے پھر بھی سولی پر خوف دار رکھتے ہیں

جو بہرے بن کے سنتے ہیں بغیر از تار صوت ہو
بنا کر روزن دل سے نے دمزمار رکھتے ہیں

دکھا دیتے ہیں گم کر کے اسی قالب میں آدم کو
ہم الانسان سری ہیں بڑا اسرار رکھتے ہیں

بنا ہے جبہ ہستی کا تعشق سے جو عالم میں
سراسر آلۂ ناسوت پر دستار رکھتے ہیں

چھپایا ہے جو پنبہ کو بنا کر تانا اور بانا
نفس کے تار میں چرخے کی ہم رفتار رکھتے ہیں

نہ ہو کیوں برزخ کبریٰ کا ہم کو خاص عزت یہاں
سراپا میم کے نقطہ سے ہم انوار رکھتے ہیں

زمین کے فرش پر ہم گرچہ بیٹھے ہیں تنزل سے
تعرج سے ہر اک دم عرش کی اخبار رکھتے ہیں

ملا ہے وصل کا جرعہ جو ہم کو ساغر دل سے
مئے وحدت سے آنکھیں ہم سدا سرشار رکھتے ہیں

کلام اپنی صفت ہے جو زبان چلتی ہے خود اس سے
رہیں خاموش کیونکر ہم لب گفتار رکھتے ہیں

۱۲۰	معین الدین چشتی کے جو کہلاتے ہیں ہم عاشق جہاں میں خاص عشق حیدر کرار رکھتے ہیں	۱۷

احمد جو بن گیا ہوں احد نام کا ہوں میں
چہرہ میں مصطفٰے کے سراسر چھپا ہوں میں

تنزیہہ میں تو دیکھ نہ ہرگز خدا ہوں میں
تشبیہہ کے خیال سے مطلق جدا ہوں میں

ہستی بیچگوں کو جو اثبات کردیا
صورت میں جو الا کی ہوں خود ہی لا ہوں میں

ہوں صورت خدا ہیں تو بندہ کہئے اب
اللہ میری شکل میں ہے خود فنا ہوں میں

آیا ہوں بیخودی سے خودی کے جو درمیان
خواب عدم سے یکبیک اب چونک اٹھا ہوں میں

بجتی ہے خود بخود جو میرے تن کی بانسری
گم ہو کے اپنی صوت میں بیخود بنا ہوں میں

پوچھو نہ مجھ سے حال میری سرنوشت کا
ششدر بنا ہوں آپ ہی جو کچھ لکھ چکا ہوں میں

ہے عرش سے دوچند جو میرا عروج آج
فرش زمین پہ صاف معلق کھڑا ہوں میں

آئینہ تجلّی اول ہے میرا عکس
صورت کو میری دیکھئے نور صفا ہوں میں

پاتا ہوں ہر نفس جو ہویت ہی اپنی شان
خود قید سے تعین حق کے رہا ہوں میں

عنصر مبنی ہیں چار صفات اپنی ذات کی
ہاں خاک و باد و آتش و مطلق ہوا ہوں میں

تحقیق کرلو کس کو ہے ہستی میرے سوا
ہجدہ ہزار خلق کا نشو و نما ہوں میں

مخفی میرا وجود ہے گھونگھٹ میں میم کی
کرلو نظر کہ حلقہ ارض و سما ہوں میں

چہرہ میرا ہے مشرق و مغرب سے جلوہ گر
پڑھ کر قسم دیکھئے خود اُنما ہوں میں

خود کور بن کے ڈھونڈتے ہو کس لئے مجھے
انسان کے وجود میں خود برملا ہوں میں

پہنچا جلال سے جو مقام جمال میں
ناحق کمند عشق میں آکر پھنسا ہوں میں

۱۲۱

عاشق جو ہو گیا ہوں نظامی گروہ کا
خواجہ معین دین کا فقیر و گدا ہوں میں

۱۷

کب فرش و عرش پر ہوں سد الامکاں ہوں میں
گم ہو کے ہو کی ذات میں خود بے نشاں ہوں میں

مظہر ہے میری ذات کا اللہ کا وجود
اپنے تن صفات کا خود جان جاں ہوں میں

ہے ساری کائنات میرے بود کی نمود
ہستی سے اپنی آپ ظہور جہاں ہوں میں

ہے شعبدہ گری ہیں میری خود الٹ پلٹ
ہوں اک جگہ نہاں تو کسی جا عیاں ہوں میں

کہتا ہے جبرئیل میرے منہ میں آن کر
حق سے جو ہمکلام ہوں خود بے زباں ہوں میں

آواز میں جرس کی میری صوت ہے سُنو
زنبور کے سرود کا شور و فغاں ہوں میں

ذات و صفات ہیں میری اب کب ہے اتحاد
ہاں بہلول خود ہی میرے درمیاں ہوں میں

حبل الورید کے تو ہوں نزدیک تر مگر
سمجھا نہ کوئی رمز کو میری کہاں ہوں میں

حسن و جمال ہے میرا حلقہ ہیں میم کے
منہ آرسی میں دیکھئے غنچہ وہاں ہوں میں

پہنچا برات عشق کے ہمراہ جو اس جگہ
خود تخت پر عروس کے جلوہ کناں ہوں میں

بے صورتی سے میری ہر اک شکل ہے عیاں
واجب سے ممکن اب جو بنا چیستاں ہوں میں

هر اک نفس مے ذات کو معراج میری آج
اوج براق نفس کی خود نردباں ہوں میں

میرا مقام غیب وری الورا ہیں ہے
پایہ جو ہوں زمین کا سر آسماں ہوں میں

استاد عشق سے تو سبق من عرف کا لے
تو ہی خدا ہے تجھ میں خود آ بیگماں ہوں میں

دیرینہ ملحدوں میں مرا گرچہ ہے شمار
اے پیر عشق متقی و نوجواں ہوں میں

ٹکتی ہے کب قیام پہ نقطے کے میری ذات
خامہ کے دائرہ میں کب اپنے نکتہ داں ہوں میں

۱۲۲	خواجہ معین دین کا ہی **عاشق** ہوں جان نثار دل سے غلام بادشہ خواجگاں ہوں میں	۲۵

ہستی ذات خدا ہیں ملحد دیرینہ ہوں
خود وجود کبریا میں ملحد دیرینہ ہوں

کر دیا اثبات الا اللہ ہُو کا منکر آپ
محویت کا اپنی لا ہیں ملحد دیرینہ ہوں

مظہر بیچوں مطلق یہہ تعین ہے مرا
صاحب چون و چرا ہیں ملحد دیرینہ ہوں

ہے تجلّی ہی میں میری جلوہ گر خود شخص و عکس
صاف نور آئینہ ہیں ملحد دیرینہ ہوں

برزخ کبریٰ میری ہی عبدیت کا ہے لقب
بندۂ مولیٰ نما ہیں ملحد دیرینہ ہوں

ہے صفی اللہ کی تصویر نورانی میری
خاص شکل مصطفیٰ ہیں ملحد دیرینہ ہوں

اپنی قدرت ہی سے پیدا ہو گیا ہوں خلق میں
ہے مرا نشو و نما ہیں ملحد دیرینہ ہوں

پردۂ ظلمت سے نکلا ہوں جو بنکر بدر حسن
پرتو شمس الضحیٰ ہیں ملحد دیرینہ ہوں

ہو کے بیخود میں نے دیکھی خود میں دلبر کی جو شکل
آپ اپنا مبتلا ہیں ملحد دیرینہ ہوں

بندہ و رب کچھ کیا ہے گم خود اپنی ذات میں — سربسر واصل مرا میں ملحد دیرینہ ہوں
مشرق و مغرب سے پیدا مصحف رخ ہے مرا — شرح وجہ ائمنا میں ملحد دیرینہ ہوں
بھیس میں شیخ و برہمن کے حرم اور دیر میں — آپ ہی بہروپیا میں ملحد دیرینہ ہوں
کب ہوالظاہر سے چھپ سکتا ہے ہاں میرا وجود — خلق میں اک برملا میں ملحد دیرینہ ہوں
عین میری ذات کے ہیں سارے اسماء و صفات — شانِ ہر اک مرتبہ میں ملحد دیرینہ ہوں
غیر ہے کب ماسوا اس شش جہت کے تحت و فوق — ہر طرف اور جابجا میں ملحد دیرینہ ہوں
جانتے ہرگز نہیں پر دیکھتے ہیں سب مجھے — صرف اپنا آشنا میں ملحد دیرینہ ہوں
غیب ہو جاتا ہوں خود ہی میں حضور قلب سے — جان جان کا شعبدہ میں ملحد دیرینہ ہوں
دیکھ لو میرا تماشا آ کے خلوت گاہ میں — اپنا بازی گر بنا میں ملحد دیرینہ ہوں
اول اور آخر بھی میں اک طور پر آیا نظر — ابتدا کی انتہا میں ملحد دیرینہ ہوں
کیا کہوں اپنی حقیقت ششدر و حیراں ہوں خود — من عرف سے پتا میں ملحد دیرینہ ہوں
ارغنوں دل کا خود اپنے بج رہا ہے ہر نفس — سامع بانگ و صدا میں ملحد دیرینہ ہوں
بیخود و سرشار ہوں جو میکدہ میں عشق کے — متقی اور پارسا میں ملحد دیرینہ ہوں
لاموتون آپ بشکر انتمو تو پڑھ چکا — خود فنا و خود بقا میں ملحد دیرینہ ہوں
مجھ کو سرداری ملی ہے حضرت منصور کی — کاشفِ سرِ انا میں ملحد دیرینہ ہوں

۱۲۳	عاشق صادق بنا ہوں خواجۂ اجمیر کا چشتیوں میں بینوا میں ملحد دیرینہ ہوں	۱۷

شوخ اپنا جابجا ہے دکھاؤں کہاں کہاں
شور اس کا ہر طرف ہے سناؤں کہاں کہاں

جو اپنی ذات میں ہے وہی ہے صفات ہیں
اس کو جدا میں کر کے بتاؤں کہاں کہاں

ہے اک کمند عشق تو ہے ایک دام زلف
دل کو مرے عبث میں پھنساؤں کہاں کہاں

معبود ہے جو دیر کا کعبہ میں ہے وہ بت
اک سر مرا ہے اس کو جھکاؤں کہاں کہاں

خود حسن و عشق کا ہے غنیم اپنا جسم و جان
ہر دم خزانہ دل کا لٹاؤں کہاں کہاں

گھر دل کا بن گیا تو کھلا چشم کا ہے در
ایجان جان تجھے میں بٹھاؤں کہاں کہاں

بار امانت اس کا میری چشم و سر پہ ہے
میں ناتوان ہوں صدمہ اٹھاؤں کہاں کہاں

مجمر بنا ہے دل تو جگر بھی ہے شعلہ زن
اے نار عشق جان جلاؤں کہاں کہاں

لیجا نہ مجھ کو کوچہ و بازار کی طرف
خود کو بگولہ سان میں پھراؤں کہاں کہاں

اے عشق خاکسار ترے آستان کا ہوں
برباد ہو کے خاک اڑاؤں کہاں کہاں

موجود بارہ در ہیں میرے قصر جسم میں
میں اک مکین دل ہوں سماؤں کہاں کہاں

مجھ کو بہشت و خلد بریں کی نہیں ہوس
خود لامکاں ہوں گھر میں بناؤں کہاں کہاں

ہیں پیر میں رسول ہیں اللہ کی ہوں شکل
خود کو ہٹا کے غیر چھپاؤں کہاں کہاں

رتبہ یہ خاص تینوں ہیں اپنے ظہور کے
مطلق وجود کو میں مٹاؤں کہاں کہاں

جو فرش کے درے ہے وہ ہے عرش کے پرے
کھوج اس کا غیب ہو کے لگاؤں کہاں کہاں

سوتے رہو لحد میں سب اے خفتگان وصل
تکلیف دیجے تم کو جگاؤں کہاں کہاں

۱۲۴	خواجہ معین دین کا ہر اک جا ہے راگ رنگ عاشق تری غزل کو میں گاؤں کہاں کہاں	۱۷

انسان کیا ہے شئے یہ ہمیں کچھ خبر نہیں
ہم صورت خدا ہیں وجود بشر نہیں

ہاں عرش کے پرے ہے معلق ہمارا قصر
خاص اپنے لامکان میں دیوار در نہیں

اپنے مشاہدہ میں ہیں آنکھوں کی پتلیاں
اکدم کبھی غیر بین میرا نور بصر نہیں

یہ اپنے دونو پرہ بینی ہیں ماہ و مہر
ہم سے جدا اک آن بھی شمس و قمر نہیں

اپنی جو ہے جلال و جمالی صفات ذات
تفصیلی وار علم یہ ہے مختصر نہیں

سینہ تجلیات سے پر نور ہے مدام
کچھ کوہ طور سے مرا کمتر جگر نہیں

موسیٰ کی طرح خواہش دیدار کیوں کریں
اللہ اپنی شکل میں کیا جلوہ گر نہیں

آواز اپنے یار کی سنتے ہیں ہر نفس
بہرہ کے شکل گوش دلی اپنے کر نہیں

رخسار و زلف اپنے ہیں واللیل و الضحیٰ
خود دیکھ لو کب اپنے میں شام و سحر نہیں

کرتے ہیں ہم جو مصحف روئے صنم کی یاد
قرآں پر اس کے جہر سے زیر و زبر نہیں

جاتے ہیں اکدم میں وری الوریٰ میں ہم
اپنے سوا کسی کا کبھی وہاں گذر نہیں

کعبہ میں دل کے جا کے جو کرتے ہیں ہم تلاش
حجاج کا شمار و نشان کچھ اُدھر نہیں

اپنے طواف کا ہے ہو الباطنُ گواہ
شاہد ہمارا اے بُت کافر حجر نہیں

موج و حباب و خطرہ و کف کی ہے ایک ذات
سب جانتے ہیں بحر سے خارج ہنوز نہیں

میں واجب الوجود ہیں ہو جاؤں گا فنا
ممکن کو ہو بقا یہ سخن معتبر نہیں

اے شیخ آپ کو ہو مبارک جناں کا قصر
رضواں کی ہے قسم میرا جنت میں گھر نہیں

۱۲۵	عاشق نہ چھوڑ دامن خواجہ معین دینؒ اُن سا جہاں میں کوئی ترا راہ بر نہیں	۱۷

جان بیچوں کی جان رکھتے ہیں — جسم اللہ کی شان رکھتے ہیں

بن کے نقش محمد و احمد — اِسم حق کا نشان رکھتے ہیں

ہُو میں باقی فنا ہیں اللہ میں — عیش و غم درمیان رکھتے ہیں

اپنی گردن پہ عرش اعظم ہے — سر پہ ہم لامکان رکھتے ہیں

قاب قوسین کے پرے ہو کر — ہم درے دو کمان رکھتے ہیں

خط وحدۃ جو درمیان ہے عیاں — یہہ نہاں ہم بیان رکھتے ہیں

یہاں وجود اور علم و نور و شہود — عشق ہی کا گمان رکھتے ہیں

دیکھہ اُٹھا کر تو میم کی گھونگھٹ — اس میں ہم سب جہاں رکھتے ہیں

عین ہستی ہے نیستی اپنی — محویّت میں یہ دھیان رکھتے ہیں

جو خلا کی ملا میں ہے آواز — اس کے سُننے کے کان رکھتے ہیں

مٹ کے بندہ میں بن گئے مولیٰ — عِشق میں آن بان رکھتے ہیں

ہے صِفت جو کلیم کی ہم میں — بے زبان کی زبان رکھتے ہیں

ہم وری الوریٰ پہ چڑھنے کو — غیب کی نردبان رکھتے ہیں

خود انا الحق زبان پر اپنی ہے — بات میں چیستان رکھتے ہیں

بن کے منصور آپ کو ہر دم — برسرِ امتحان رکھتے ہیں

عین تنزیہہ اپنی ہے تشبیہہ — بے نشان کا نشان رکھتے ہیں

۱۲۶	آپ کے عاشق اے معین الدین معرفت کی دکان رکھتے ہیں	۲۵

مکان ہے میرا لامکان جانتا ہوں ‌ ‌ نشان ہے میرا بے نشان جانتا ہوں

جو اپنی نظر میں ہے تنزیہہ و تشبیہہ ‌ ‌ ہوں آپ ہی نہاں اور عیاں جانتا ہوں

ہے عالم کا سایہ میری مردمک میں ‌ ‌ ہے اپنے میں عکس جہان جانتا ہوں

جو کثرت میں وحدت ہے ظاہر ہر اک جا ‌ ‌ ہوں آپ ہی میں جلوہ کناں جانتا ہوں

سخن کی میری ہے جو بے صوت آواز ‌ ‌ میں صرف اپنے کو بے زبان جانتا ہوں

خودی عبد و رب کی جو اپنے سے گم ہے ‌ ‌ میں اپنی خودی کو کہاں جانتا ہوں

نہ پوچھو حقیقت میری بے خودی کی ‌ ‌ سند باصاف اپنا دہان جانتا ہوں

ہو اللہ کا دم جو بھرتا ہوں ہر دم ‌ ‌ میرا دل ہے خود جان جان جانتا ہوں

دوئی جب نہیں میری ذات و صفت میں ‌ ‌ کہاں غیر ہے درمیان جانتا ہوں

جدا ہوں میں دنیا و عقبیٰ سے مطلق ‌ ‌ ہے مسکن میرا یہاں نہ وہاں جانتا ہوں

ادھر کار ہا نے ادھر کا کہوں کیا ‌ ‌ خود اپنا بیان لابیان جانتا ہوں

جو ہوں بلبل گلشن قدس اپنا ‌ ‌ وریٰ الوریٰ آشیان جانتا ہوں

بہار و خزاں کا سنو مجھ سے قصہ ‌ ‌ ہزار اپنی اک داستان جانتا ہوں

وجود و عدم کی الٹ اور پلٹ میں ‌ ‌ میری اصل ہے ایک ہاں جانتا ہوں

فنا کا نہیں خوف مجھ کو بقا میں ‌ ‌ ہوں موجود خود ہر زمان جانتا ہوں

جلال اپنا آتا ہے کس کی نظر میں ‌ ‌ میری آپ میں عز و شان جانتا ہوں

جو اسرار مخفی کو کرتا ہوں ظاہر ‌ ‌ ہوں خود سر بسر غیب دان جانتا ہوں

ہوا سود سودے میں حاصل تو اصلی ‌ ‌ میں اک حیثیتوں کی دکان جانتا ہوں

جرس کی صدا سن کے ڈھونڈھوں میں کس کو — ہے غائب یہاں کارواں جانتا ہوں
نفس کی براق اب جو ہے زیر اپنے — سر عرش کو آسماں جانتا ہوں
زمین پر جو معراج حاصل ہے مجھ کو — ہوں خود صورت نردبان جانتا ہوں
نکاتِ حقائق جو ہیں اس سخن میں — کلام اپنا میں چیستان جانتا ہوں
ہوں میں صورتِ عشقِ مطلق یہ نکتہ — بلا وہم و شک و گمان جانتا ہوں
احد کا سراپا جو برزخ ہے میرا — میں احمد کا ہوں جسم و جان جانتا ہوں

۱۲۷ جو سجدہ میں ہوں بن کے اک خواجہ عاشق ۱۳
میں کعبہ ترا آستان جانتا ہوں

جو میں حق کی صورت بنا چاہتا ہوں — جدا عبدیت سے ہوا چاہتا ہوں
انا الحق کا دعویٰ مرا کب ہے ناحق — میں حق پر ہی سولی چڑھا چاہتا ہوں
جو اپنی خودی کو مٹایا ہے میں نے — خدا کی خودی میں مِلا چاہتا ہوں
تماشیکو اپنے میں آیا ہوں اہنِ جہاں — محبت سے دو دن رہا چاہتا ہوں
جو سپنے میں شکل اپنی دیکھی ہے تم سے — میں تعبیر اس کی سنا چاہتا ہوں
ہوا ہوں جو اب خواب غفلت سے بیدار — تصور میں اپنے اٹھا چاہتا ہوں
ہوا عشق میں مجھ کو جو درد و غم ہے — کچھ افسانہ اُس کا لکھا چاہتا ہوں
جلالی جمالی صفات اپنے ہیں دو — میں اب ان کو اکجا کیا چاہتا ہوں

میں اب آپ بنتا ہوں مجنوں سے لیلیٰ — خود الفت میں اپنی پھنسا چاہتا ہوں
احاطہ میں رکھتا ہوں دیر و حرم پر — نہیں اک جگہ پر ٹکا چاہتا ہوں
میری ذات ہی کفر و اسلام خود ہے — رہا جلوہ گر جا بجا چاہتا ہوں
نہیں دین و مذہب سے مجھ کو غرض کچھ — ہر اک سے میں عشق و ولا چاہتا ہوں

۱۲۸	ہوں خواجہ معینؒ میں ترا عاشق زار ولایت کی تجھ سے عطا چاہتا ہوں	۱۱

جو میں ذات بحت اب بنا چاہتا ہوں — مقام وریٰ الوریٰ چاہتا ہوں
مجھے لاتعین کا ہے عشق حاصل — خدا سے جدا میں ہوا چاہتا ہوں
صفات اور اسماء افعال اپنے — مٹا کر ہمیشہ رہا چاہتا ہوں
پرے عرش و کرسی کے رہنے کا ہے عزم — مکان لامکاں میں لیا چاہتا ہوں
جو ہے گنج مخفی میری خاص خلوت — میں پردے میں اپنے چھپا چاہتا ہوں
رہوں غیب ہو کر ارادہ ہے میرا — ملا سے میں اپنا خلا چاہتا ہوں
میرا خاص گھر دایرے کے ہے اوپر — میں کب شش جہت کی سرا چاہتا ہوں
ہے لاہوت و ہاہوت کی اپنی چادر — میں ناسوت کی کب روا چاہتا ہوں
جو آواز باطن نکلتی ہے مجھ سے — میں صوت اپنی آپ ہی سنا چاہتا ہوں
جدا ہوں اضافات والفاظ سے میں — جو معنی سر انا چاہتا ہوں

۱۲۹	ہو خواجہ معین اپنے عاشق کو بخشش میں اپنی غـزل کا صلا چاہتا ہوں	۱۵

دریا ہوں میں نہ گردش گرداب و آب ہوں
نقطہ کی شکل ہوں نہ خط انتخاب ہوں
ذرہ ہوں میں نہ روشنی آفتاب ہوں
ہوں میں احد نہ احمد وحدت مآب ہوں
ہوں میں حرم نہ دیر نہ کعبہ کا باب ہوں
ہوں مضغہ و جنین نہ میں شیخ و شاب ہوں
میں طور ہوں نہ روشنی التہاب ہوں
شیشہ ہوں جام ہوں نہ شراب و کباب ہوں
ہوں خیر میں نہ شر نہ ثواب و عذاب ہوں
مانند روز و شب کے نہ میں انقلاب ہوں
نام حیات و موت نہ رحم و عتاب ہوں
سرما نہ برشکال نہ میں فصل تاب ہوں
ہوں برگ گل نہ تخم نہ میں بیخ و شاخ سبز
بے کام و بے زبان ہوں ذرا ہو کے گم سنو

قطرہ ہوں موج ہوں نہ میں چشم حباب ہوں
معنی ہوں لفظ ہوں نہ میں اُم الکتاب ہوں
اختر نہ ماہتاب نہ چرخ و سحاب ہوں
برقع ہوں میم کا نہ میں شکل نقاب ہوں
اللہ کا ہوں نام نہ بت کا خطاب ہوں
آتش ہوں باد ہوں نہ میں آب و تراب ہوں
میں موسیٰ و خدا نہ سوال و جواب ہوں
میخوار ہوں نہ ساقیٔ بزم خراب ہوں
ہوں جنت و سقر نہ خطا و صواب ہوں
غافل نہ ہوشیار نہ میں شکل خواب ہوں
دنیا و آخرت ہوں نہ روز حساب ہوں
حدت ہوں میں نہ صورت آب و سراب ہوں
غنچہ ہوں خار ہوں نہ میں مطلق گلاب ہوں
صوت و صدائے باطن چنگ و رباب ہوں

۱۳۰	خواجہ معین دین ہوں نہ چشتی نہ قادری محبوب ہوں نہ عاشق پر اضطراب ہوں	۱۴

طوبیٰ ہی بنگیا ہے لوائے معینؒ دین ۔ سدرہ سے بھی سوا ہے لوائے معینؒ دین
سایہ میں اس کے آکے یہی کہہ رہا ہے شاہ ۔ یہ ظل کبریا ہے لوائے معینؒ دین
جھنڈا ہی بنگیا ہے سراسر سر احد ۔ قامت ہے خود الف کا لوائے معینؒ دین
دکھلا رہا ہے سب کو یہ کعبہ کا جو منار ۔ قبلہ نما بنا ہے لوائے معینؒ دین
خود کہکشاں بنی ہے نشان آن کر یہاں ۔ ہم پایہ سما ہے لوائے معینؒ دین
اے خاص و عام اس کا تم اعجاز دیکھ لو ۔ موسیٰ ہی کا عصا ہے لوائے معینؒ دین
زردی طلا کی صاف جو بیرق میں ہے عیاں ۔ خورشید کی ضیا ہے لوائے معینؒ دین
عشاق کے لہو سے رقم اس پہ حرف ہیں ۔ اک خامہ حنا ہے لوائے معینؒ دین
گجرات کا ہے حضرت محمود کا نشان ۔ مشہور جو ہوا ہے لوائے معینؒ دین
عالم میں نام سنتے تھے جس کا لوائے حمد ۔ ہم کو وہی ملا ہے لوائے معینؒ دین
سب خواجگان چشت کا ملجا ہے یہ نشان ۔ ماوائے اولیاء ہے لوائے معینؒ دین
عرش بریں کا قبہ اسی کا ہے خود کلس ۔ کس درجہ ہاں رسا ہے لوائے معینؒ دین
اس کا نشان جو مشرق و مغرب میں ہے عیاں ۔ کیا خط استوا ہے لوائے معینؒ دین

۱۳۱	محمود کے کرم سے خلافت جو ہے نصیب عاشق کے گھر کھڑا ہے لوائے معینؒ دین	۱۶

بسم اللہ آ رہا ہے نشان معینؒ دین — یہہ مدِّ دلکشا ہے نشان معینؒ دین
الحمد کی بنا ہے نشان معینؒ دین — قرآن کی ابتدا ہے نشان معینؒ دین
والشمس کی ضیا ہے کہ برق کی ہے صفا — تنویر والضحیٰ ہے نشان معینؒ دین
اللہ کی جو وجہہ قسم سے ہے عیاں — شکل فاینما ہے نشان معینؒ دین
اللہ ما سواہ سے آتی ہے یہ ندا — لا کا الف بنا ہے نشان معینؒ دین
تفسیر میں شہود کی تفصیل ہے یہی — آثارِ کبریا ہے نشان معینؒ دین
اے وحدت الوجود تری ذات کی قسم — عشاق کا خدا ہے نشان معینؒ دین
عشاق کے لہو کے جلی حرف اس میں ہیں — مرجان کا لوا ہے نشان معینؒ دین
پہنچا ہوا ہے اس کا کلس لامکان تک — کب تا سما کھڑا ہے نشان معینؒ دین
تھا عاشقوں کا ذہن نشین جو لوا احمد — خود بن کے آگیا ہے نشان معینؒ دین
دعویٰ جو اپنے رتبہ کا کرتے ہیں اس لئے — برہان خود ہوا ہے نشان معینؒ دین
کیوں کر نہ ہم کو فخر ہو ہند و دکن میں آج — محمود سے ملا ہے نشان معینؒ دین
ہوتی ہے اس سے رمز ہو اللہ منکشف — اسرارِ اولیا ہے نشان معینؒ دین
سایہ میں اس کے آکے سعادت کرو حصول — یہ صورت ہما ہے نشان معینؒ دین
آپ اے نظامؒ دین ہیں جو محبوب آلہ کے — یہ خاص آپ کا ہے نشان معینؒ دین

۱۳۲	عین مشاہدہ کا جو تار نظر بنا عاشق کا دل رُبا ہے نشان معینؒ دین	۱۹

من آنم در جهاں یک نالهٔ پر شور هستم من
صدا هائے جرس هم نغمهٔ زنبور هستم من

شدم از نقطهٔ خط باز ازاں حرف رقم گشته
عیاں آن شکل هر نقطم که خود مستور هستم من

خودم اوّل خودم آخر خودم ظاهر خودم باطن
منم آن کز تمامی وصفِ خود مشهور هستم من

وجودم طرز گوناگوں که از وحدت شد ظاهر
مگر با کثرت اسمائے خود موفور هستم من

خدا خود آمده گفته برمز آیت نحن
تقریب شهر گم هر دم نه از سر دور هستم من

چو وا شد پردهٔ چشمم پئے نظارهٔ ذاتی
ز خود بر خویش هر دم ناظر و منظور هستم من

همیں نشو و نمائے من ظهور هستی حق شد
چرا خود را نگویم حق که خود منصور هستم من

دلِ من وادی ایمن شد از تاب خون خود
من آن سوز جگر دارم که رنگ طور هستم من

تجلی رقم کرده است روشن مهر عالم را
مدام از طلعت خود شعلهٔ پر نور هستم من

بچشمِ ظاهر موسیٰ کئے آید ذات من مطلق
همیشه در حجابِ عین دلِ مستور هستم من

بسر تاج انا دارم زنی برگ نوائی هم
مدام از دولت شاهی خود مغرور هستم من

چه گویم عظمت و شانم گشیدم دست از دنیا
که خود اسکندر و دارا و هم فغفور هستم من

پئے یا قابضُ افروختم نار محبت را
من آن پیر مغان هستم که در دستور هستم من

شراب وصل خود خورده چناں بیخود شدم اکنوں
که در میخانهٔ وحدت بدل مسرور هستم من

من آن گلزار فردوسم جدا از من کجا خلد است
من آن رضوان من آن غلمان که رشک حور هستم من

لب اظهار من بند است از انگشت حیرت ها
چه گویم حالتِ خلوت که خود مجبور هستم من

مپرس از من تماشائے طلسم چشمهٔ حیوان
کنوں در روز روشن خود شب دیجور هستم من

درونِ بحر ذاتِ من مقید هفت اقلیمست
همانا بر همه اشیائے خود محصور هستم من

۱۳۳ — ۹

نکو از خواجہ اجمیر حاصل کردہ ام نعمت
مدام اے عاشق چشتی بدل مشکور ہستم من

جسے ہو ذات کی مستی وہ پھر سرشار کیوں کر ہو
خمار بادۂ وحدت سے وہ ہشیار کیوں کر ہو

جو چونکا خواب غفلت سے مسافر پہنچا منزل پر
فنا کی راہ پر جو سوئے وہ بیدار کیوں کر ہو

تری صورت ہے جو کچھ ہے توہی رب ہے توہی بندہ
صفات ذات ہے مطلق تو پھر تکرار کیوں کر ہو

یہی پایا ہے خلوت میں جو ہے عاشق یہی شاہد
نہیں جب دوسری صورت تو پھر دیدار کیوں کر ہو

شراب وصل جب پی لیں رہیں پھر کیونکہ ہوش و عقل
ہمیں ہے بیخودی ہر دم عبث گفتار کیوں کر ہو

جو ٹوٹے ہاتھ ہے ناسوت کے یہ رشتہ ہستی کا
ہے ناقص تانا بانا تن میں دم کا تار کیوں کر ہو

جو کعبہ میں ملا مجھ کو اسی کو دیر میں پایا
ترا ہم رنگ ہر ہندو نہ اے دیندار کیوں کر ہو

جو موسیٰ ہوتے یہ طور جگر میرا نظر کرتے
ہے سینہ دشت ایمن طالب انوار کیوں کر ہو

۱۳۴ — ۹

معین الدین چشتی کی توجہ ہے جو عاشق پر
ہمیشہ یاد مرشد کے سوا اب کار کیوں کر ہو

کنج مخفی سے عبث کون ہے لایا مجھ کو
سیر باغ آ کے یہاں کس نے دکھایا مجھ کو

صوتِ غیبی سے ہے رغبت مجھے کانوں کو مدام
کس کی آواز ہے کیا بھید سنایا مجھ کو

وصل جاناں سے ہوا مفت میں بدنام یہاں
خلوتِ یار میں کس شخص نے پایا مجھ کو

ایک ہی ساغر الفت نے ترے اے ساقی
مست و دیوانہ و بیہوش بنایا مجھ کو

دفعتاً خواب سے میں کس لیے یوں چونک پڑا
کون ہمدم تھا جو خلوت میں ہلایا مجھ کو

جستجو حق کی جو کی ذہن رسا نے میرے
ذات میں اپنی ہی اللہ کو دکھایا مجھ کو

مسجد و کعبہ ہی کچھ جائے عبادت کی نہیں
دربدر شیخ نے ناحق ہے پھرایا مجھ کو

اپنی ہستی کو فنا ہے تو ہے پھر کس کو عذاب
دیکھا واعظ نے سفر اپنا ڈرایا مجھ کو

۱۳۵

عشق میں تیرے بنا ہے اثر اے خواجہ چشت
عاشق اپنا جو خلائق میں بنایا مجھ کو

۱۲

مے ہے ہو ساغر بھی ہو ساقی بھی ہو مے خوار ہو
کیف ہو سر مست ہو اور بیخود و سرشار ہو

رنگ ہے ہو بو ہے ہو گل بھی ہے ہو اور خار ہو
ہو بہار اور ہو خزاں اور بلبل و گلزار ہو

طور ہو موسیٰ بھی ہو اور شعلۂ انوار ہو
ہو کلام اور دید ہو اور طالب دیدار ہو

جسم ہی ہو جان ہی ہو اور دل ہے ہو ہو ہے زباں
نطق ہو خاموش ہو اور لب ہے ہو گفتار ہو

بُت ہے ہو بتخانہ ہے ہو ہو دلارام و صنم
کفر ہو کافر بھی ہو ہندو بھی ہو زنار ہو

مسجد و منبر ہے ہو ہو ساجد و مسجود ہی
شیخ ہو زاہد ہے ہو اور عابد و دیندار ہو

اوّل و آخر بھی ہو ہو ظاہر و باطن میں بھی
راز ہو ہمراز ہو اور بھید ہو اسرار ہو

ہو مرض درماں ہے ہو آزار ہو ہے ہو شفا
ہو مسیحا ہو ہے صحت اور خود بیمار ہو

ہو جنوں و ہوش ہو شیدائی و دیوانہ ہے
عاقل و دانا ہے ہو اور زیرک و ہشیار ہو

عاشق و معشوق ہو تو شاہد و مشہود ہے
طالب و مطلوب ہو اور دلبر و دلدار ہو

گنج ہو قارون ہے ہو اور مال ہو ہے ہو غنی
فقر ہو فاقہ ہے ہو اور زر ہے ہو زردار ہو

شاہ ہو درویش ہو ہے ہو امیر اور ہو وزیر
تاج ہو اور تخت ہو اور واقف اسرار ہو

۱۳۶

ہر دم اے خواجہ معین الدین ہے عاشق کیلئے
سرور و سرکار ہو اور مالک و مختار ہو

۱۳

ساقیا بھر دے ذرا بادہ سے پیمانے کو
عشق کی مئے سے سدا شوق ہے مستانے کو

سنگ توحید یہ مجنوں جو لئے پھرتا ہے
تم سے کہدیتے ہیں ہم چھیڑو نہ دیوانے کو

عاشقو عمر دوروزہ کے گزرنے کیلئے
اشک پینے کو ہیں اور غصہ و غم کھانے کو

لامکاں چھوڑکر آیا ہوں بھٹک کر جو یہاں
مستعد آپ کھڑا ہوں ابھی گھر جانے کو

مٹ گیا حرف دوئی تو کہو کیوں کر ہو وصال
نکتہ باریک ہے آساں نہیں تبلانے کو

مجھ کو آبادئ اقلیم ادب ہے مرغوب
کیونکہ رہنا ہو یہاں دیکھ کے ویرانے کو

ہم مسیحا سے یہ کہہ جائیں گے وقت آخر
کس بہانے سے قضا آتی ہے لیجانے کو

میں نہ اٹھوں گا قیامت میں کہ ہوں کشتۂ یار
نہ کوئی آئے میری قبر پہ سمجھانے کو

لکھدیا کاتب تقدیر نے جو کچھ تھا تمام
باقی اب کیا ہے جو ہم جائیں وہ لکھوانے کو

سنگ چھونے سے جو ہو جاتے ہیں مفقود گناہ
چھوڑ کعبے کو چلا شیخ بھی تبجلانے کو

مردمک یار کی آنکھوں میں ہے مخمور سدا
طاق مسجد سے لگا رکھتی ہے میخانے کو

روئے دلدار کا مشتاق اگر ہے کوئی
ہم بھی خلوت میں چلیں یار کے دکھلانے کو

۱۳۷
حضرت خواجہ چشتی جو ہے عاشق تیرا
زیست سمجھا ہے ترے عشق میں مرجانے کو
۱۳

دکھلائے جب صفات نے حرص وہوائے ہُو
اس وقت عشق ہوگیا خود مبتلائے ہُو

جوش جنوں سے بن گئے دیوانے اب جو ہم
ایسا ہی اپنے باب میں تھا مدعائے ہُو

کہتے ہیں خود طبیب مرض دل کا دیکھ کر
تسکین کو ہے اس کے مجرب دوائے ہُو

الفت میں تیری ہستی میں آیا ہے جب وہ آپ
تو بھی فنا کر اپنے کو رکھ کر ولائے ہُو

ہجدہ ہزار خلق کا اس سے ظہور ہے
پاتا ہے جس کو تو وہ ہے نشو و نمائے ہُو

آواز غیب کا ہے تو غلّ جو روز و شب
سنتا ہوں شش جہت سے میں ہر دم صدائے ہُو

سب کار و بار پر ہے محیط اسکی ذات جب
اللہ چاہتا ہے ہمیشہ رضائے ہُو

ہے ایک جا مکین وہ تو اکجا ہے لامکان
جس جا نہیں ہے گھر وہ ہے عظمت سرائے ہُو

حق کی صفات سے جو منزہ ہے اسکی ذات
عارف سمجھتے کب ہیں خدا کو بجائے ہُو

مرتا نہیں ہے جب کوئی مردہ کہیں کسے
حیرت میں سب ہیں دیکھ کے یہ ماجرائے ہُو

کس طرح تجھ کو وصل میں ملجائیگا الٰہ
دیدار رب جو چاہے تو پائے لقائے ہُو

ہوتے ہیں محو ذات یہ سارے تعینات
آتی نظر جو مجھ کو ہے مطلق بقائے ہُو

۱۳۸	خواجۂ معین دین سے جو سرّ خفی کھلا عاشقؔ ہوا ہے خود کو مٹا کر فدائے ہُو	۱۵

ابتدا الا آلہ الا ہُو — انتہا لا آلہ الا ہُو

اَحدیت کے مدرسہ کا سبق — ہوگیا لا آلہ الا ہُو

ہو کے سرسبز باغ الا اللہ — گل کھلا لا آلہ الا ہُو

مرض عشق کی شفا کیلئے — ہے دوا الا آلہ الا ہُو

صورت موج بحر وحدت کا — آشنا لا آلہ الا ہُو

ہے اوتار اور چڑھاؤ میں دم کے — برملا لا آلہ الا ہُو

صاف کہتی ہے آیت الکرسی — پڑھ سدا لا آلہ الا ہُو

صوت بیچوں سے آرہی ہے سنو — خوش ندا لا آلہ الا ہُو

شب معراج سنتے تھے احمد — جابجا لا آلہ الا ہُو

جب تلاش خدا میں نکلا تب — آملا لا آلہ الا ہُو

ہے وری الوریٰ کے کوچے کا — رہنما لا آلہ الا ہُو

الحق اللہ کا ہے اسم فنا — ہے بقا لا آلہ الا ہُو

عاشقو اپنی زندگی کیلئے — ہے غذا لا آلہ الا ہُو

ہے یہی دل کا عارفو اپنے — مدعا لا آلہ الا ہُو

۱۳۹	پڑھتے ہیں عاشق معین الدین اولیا لاآلہ الا ہوُ	۲۱

ہے جہاں شانِ خدا میں ہوں نہ تُو
رب مطلق سے جدا میں ہوں نہ تُو

شان جس کی ہے یہاں لولاک کی
اس کا ہے نشو و نما میں ہوں نہ تُو

پہلے آدم سے ہوا جس کا ظہور
ہے وہی خود جا بجا میں ہوں نہ تُو

عبد کی صورت میں مولیٰ آپ ھے
دیکھ لے کر آئینہ میں ہوں نہ تُو

صفر میں محسوب ہے خود ایک بھی
گم ہے اس جا دوسرا میں ہوں نہ تُو

وصل کے بہرہ کا یہہ ارشاد ہے
ہے وہی مطلق صدا میں ہوں نہ تُو

ہوگیا اثبات الا اللہ سے
درمیان لفظ لا میں ہوں نہ تُو

مصحف روئے جہاں پر کر نظر
خلق ہے خود ائمنا میں ہوں نہ تُو

بزم وحدت میں ذرا گم ہو کے دیکھ
یار ہے خود برملا میں ہوں نہ تُو

خاک و آتش کی حقیقت سے کھلا
ہے جہاں آب و ہوا میں ہوں نہ تُو

میم کی گھونگٹ کا نقشہ ہے جہاں
ہے نہ یہاں ارض و سما میں ہوں نہ تُو

کُلُ شئیٍ ہالکٌ کی رمز سے
سب خدائی ہے فنا میں ہوں نہ تُو

جو کہ وجہ اللہ میں مخفی ہے یہاں
خاص اس کو ہے بقا میں ہوں نہ تُو

آپ اپنا شیفتہ ہے جان جاں
یہاں کسی کا مبتلا میں ہوں نہ تُو

سامنے اندھوں ہی کے دیدار کا
ہے فقط جلوہ سدا میں ہوں نہ تُو

عشق کے پھندے میں مرغ جان ہے قید
دام الفت میں پھنسا میں ہوں نہ تو

خیر و شر کا اپنے جو مختار ہے
ہے وہی صاحب خطا میں ہوں نہ تو

چارۂ بیمار ہجراں اور ہے
اے طبیب اس کی دوا میں ہوں نہ تو

ذات بیچوں میں فنا ہو کر تو دیکھ
صاحب چون و چرا میں ہوں نہ تو

دیکھ لے اصل حقیقت اپنی آپ
بیوجود کبریا میں ہوں نہ تو

۱۴۰

خواجۂ چشتی کا یہاں عاشق جو ہے
ہاں وہی ہے بے نوا میں ہوں نہ تو

۱۷

ہیں ساری قمریاں کہتا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو
چمن میں غل ہے ہا ہو کا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

خزاں جا کر بہار آئی جو باغ عشق بیچوں میں
چمن وحدت کا ہے پھولا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

نہا آب حیات اول تو پھر پہنچا حدیقے میں
ہے شاداب اب گل اور بوٹا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

جو آئی بلبل وحدت بھٹک کر باغ کثرت میں
ہمیشہ کرتی ہے نالا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

نبی ہے یا بصیر اس لیے خود صحن گلشن میں
پکاری نرگس شہلا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

ہماری سرو قامت کو الف اللہ کا پایا
تو بولا سدرہ اور طوبیٰ اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

مٹایا لا آلہ کو جو لوح سینہ سے اپنے
سدا کہنے لگا لالا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

دوی کے رنگ سے نکلا تو آکر بوے وحدت میں
مہکتا ہے سدا دونا اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

ہے رخ والشمس واللیل اس کا گیسوی معنبر ہے
وہ سنبل اور گل تازہ اہاہاہا اہُو ہُو ہُو

دہن غنچہ زبان سوسن ہے گلشن تختہ سینہ
ہے ساتھ اس لاؤبالی کے چنبیلی سیر گلشن میں
گلستان کے تعشق میں سراسر زرد رو بنکر
جو اس کے مصحفِ رخسے پسینا باغ میں ٹپکا
بنی ہے سُرخرو کب یہہ غلط دعوی ہے صندلیکا
بنا ہے موتیا تو آپ ہے خود ذات میں تیری
بنا ہوں باغبان آپھی چمن کا اپنے ہستی کے

صنوبر دل کا ہے نقشہ اہاہاہا اہُوہُوہُو
ہے گل اور سینوتی چنپا اہاہاہا اہُوہُوہُو
کھڑا ہے باغ میں گیندا اہاہاہا اہُوہُوہُو
گلاب اس دم ہوا پیدا اہاہاہا اہُوہُوہُو
حنا کا رنگ ہے تیرا اہاہاہا اہُوہُوہُو
نہال و شاخ اور پتا اہاہاہا اہُوہُوہُو
ہوں خود میں مالک ثمرہ اہاہاہا اہُوہُوہُو

۱۴۱	معین الدین چشتی کے چمن کی خاص ہے آئے عاشق غزل تیری ہے گلدستہ اہاہاہا اہُوہُوہُو	۱۵

خواب سے چونک اٹھا ہوں تننا ہایا ہو
آپ واجب سے یکایک جو بنا ہوں ممکن
پوچھئے کچھ نہ میرا نام و نشان و مسکن
نام اللہ سے ہرگز نہ پکار اب مجھ کو
دل کے تبخانہ میں ناقوس بجا کر سنئے
قل ہو اللہ فقط سورۃ مطلق ہے مری
شان تنزیہ کی ہے ذات میری آئینہ

خود کو پہچان چکا ہوں تننا ہایا ہو
ہو کے ششدر رہی کھڑا ہوں تننا ہایا ہو
میں تعین سے جدا ہوں تننا ہایا ہو
خود میں بیچون و چرا ہوں تننا ہایا ہو
سرِّ باطن کی ندا ہوں تننا ہایا ہو
جان قرآن میں بنا ہوں تننا ہایا ہو
کہ میں تشبیہہ صفا ہوں تننا ہایا ہو

اول و آخر اب اور ظاہر و باطن مجھ کو
صدر لاہوت پہ بیٹھا ہوں جو مولیٰ بنکر
لامکاں سے بھی پرے ڈھونڈھ لے مجھ کو آکر
خاص ذات اب مری آلآن کما کان ہے
دعوئی کبر و منی مجھ کو ہمیشہ ہے حصول
ہے سدا زندگی و موت مبرا مجھ سے
وصل میں گم ہے تعین جو مرا آٹھ پہر

دیکھ لے جلوہ نما ہوں تننا ہا یا ہو
بندہ و رب کا خدا ہوں تننا ہا یا ہو
غیب مکنوں میں چھپا ہوں تننا ہا یا ہو
نہ بڑھا ہوں نہ گھٹا ہوں تننا ہا یا ہو
بیگماں سرّ انا ہوں تننا ہا یا ہو
خود صفاتوں سے رہا ہوں تننا ہا یا ہو
ہو بہو تجھ سا ہوا ہوں تننا ہا یا ہو

۱۴۲

عاشق خواجۂ اجمیر کی صورت بن کر
آپ ہی نغمہ سرا ہوں تننا ہا یا ہو

۱۷

بندہ کی شکل ہی میں ہے مولیٰ نظر کرو
آنکھوں سے دور کر کے خودی کے حجاب کو
اللہ کچھ نظر سے ہمارے نہیں ہے غیب
چون و چرا کے واسطے بن کر زبان خود
عین مشاہدہ میں کھڑی ہیں جو پتلیاں
محراب چشم کعبہ ہے اور دل ہے خود حرم
ہے مظہر اتم کی حقیقت جو اپنی شان

مردہ میں ہے چھپا ہوا زندہ نظر کرو
ہیں آپ ہی خدا پس پردہ نظر کرو
ہر دم ہے حق کا روبرو جلوہ نظر کرو
بیچون و بیچگونہ ہے گویا نظر کرو
آنکھوں سے اپنی کون ہے بینا نظر کرو
یثرب بنا ہے اپنا سراپا نظر کرو
آپ ہی ہیں صاف بر رخ کبریٰ نظر کرو

جاتے ہو لامکاں کے طرف ہر نفس جو تم
ہے کون سوئے عرش معلیٰ نظر کرو

صوت و صدائے غیب سنی جائے جس طرف
دلبر کا اپنے واں ہے ٹھکانا نظر کرو

پرتو صفت میں ذات کی سمجھو نہ اس کو غیر
خورشید ہی کا عکس ہے ذرہ نظر کرو

ہاتھوں کو اپنے سینہ پہ رکھ رکھ کے عاشقو
کیا اضطراب دل کا ہے منشا نظر کرو

بعد فنا سمجھ میں کب آئے گی رمز موت
ہاں زیست میں عدم کا تماشا نظر کرو

آئینہ وجود سے ظاہر جو عکس ہے
کس شخص کا ہے مصحفی چہرہ نظر کرو

موج و حباب و قطرہ و گرداب بحر سے
کب ہے جدا انہیں میں ہے دریا نظر کرو

کب معرفت ہو ذات کی کہنے سے اسم کے
منہ بند کر کے سوئے مسمّیٰ نظر کرو

کیوں ڈھونڈتے ہو مثل سکندر ادھر ادھر
آپ ہی میں ہے حیات کا چشمہ نظر کرو

۱۴۳ — خواجہ معین دین کے جوئندہ بنے ہو تم
عاشق تمہارا ہے وہی آقا نظر کرو — ۱۷

ہے شکل انساں میں کون پیدا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو
کہاں ہے رب اور کدھر ہے بندہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

احد اور احمد میں فرق کیا ہے کھلے گی یہ رمز معرفت سے
ہے علم نقطہ میں جمع نکتہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

وجود آدم بنا ہے کس سے اور اسمیں مخفی ہے ذات کس کی
ہوا ہے کیونکر ظہور حوا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

طلسم بحث اس کا عشق بنکر خودی پہ پہنچا ہے بیخودی سے
ہے رمز ذات اور صفات میں کیا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

حباب و گرداب و کف جدا کب ہے بحر وحدت کے دائرہ سے
ہے موج و قطرہ میں آپ دریا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

دوئی کہاں شخص و عکس میں ہے خود اپنے انوار ذات ہی میں
ہے ایک خورشید اور ذرہ ذرا تو اس کو سمجھ کے دیکھو

خودی میں ہر آن آپ ہی کر نظر جو کرتے نہیں خدا پر
پڑا ہے آنکھوں پہ صاف پردہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

جو نیستی تھی وہی ہے ہستی بنی ہے تنزیہہ آپ تشبیہہ
ہے جان و تن کا عجب تماشا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

کلام کی جو صفت ہے اسمیں مثال کر اپنی لسان ظاہر
یہ کون ہے بے زبان گویا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

جو ہر کا طنبور بج رہا ہے سنو صدا اسکو گوش دل سے
ہے دم میں کسکی صدائے ہو ہا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

ہے لفظ کب سے جدا اثنت صفات مملو ہے ذات ہی میں
جو اسم ہے خود وہی مسمیٰ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

جو مردہ ہے سو وہی ہے زندہ نہیں ہے کچھ فرق اسمیں اصلا
یہ بھید ہے سب الٹ پلٹ کا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

وصال و فرقت میں کب دوئی ہے جو آپ گم ہو تو کسوی ہے
ہے شکل مجنوں میں آپ لیلیٰ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

ہے شکل ہر شئے خدا کی صورت ہے دیر و کعبہ میں حق کی مورت
جہاں سب اللہ کا ہے جلوہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

خدا تو مخلوق اور خالق ہے سر عشق ہویت الحق
فائنما سے یہ ہویدا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

جو من عرف ہو نہ تمکو حاصل تو علم ظاہر میں کب ہو کامل
ہے شیخ صاحب بڑا یہ دھوکا ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو

١٤٤	اگر تم اے چشتیاں صادق معین دین کے ہو دل سے عاشق ہے روئے محمود کس کا چہرہ ذرا تو اسکو سمجھ کے دیکھو	٢٠

بن کے صنم آئے بیچوں اب خلق میں گھر گھر تم تو ہو
ذات سے اپنی ہر ہر کے دل کے اندر تم تو ہو

تم جو احد سے احمد ہو مولیٰ بندہ ہے یکساں
ذات و صفت کے اپنے ہی خاص پیمبر تم تو ہو

لحمک لحمی سے نکلا دمک دمی کا معنیٰ
جسم نبیٔ مرسل اور جان حیدر تم تو ہو

مطلب نحن سے اس جا کب ہے ضمیر جمع میں حق
ہے مہیں اللہ اقرب یہاں ہو کے مظہر تم تو ہو

صورت آدم اور خواصات تمہارا برزخ ہے
گم جو دوئی ہے وحدت میں اپنے شناور تم تو ہو

آب و ہوا و آتش خود خاک کے پتلے میں ہے نہاں
بن کے عرض جو نکلے ہو اپنے جوہر تم تو ہو

اشرف مخلوقات ہو تم صورت انسان کی ہو تمہیں
سچ تو یہ ہے ہے خلقت میں سب سے بہتر تم تو ہو

موج کے سر پر ہے جو حباب آب دریا ہے گرداب
کف کا کب تم پر ہے حجاب ذات سمندر تم تو ہو

قطرۂ نیساں بن کر خود ابر سے ٹپکے بحر میں تم
درج صدف کے سینہ کے آب گوہر تم تو ہو

ماہ درخشاں بن کر تم چرخ پہ نکلے جب شب کو
صاف کھلا یہ ذرہ سے مہر منور تم تو ہو

سنکھ بجا کر دل کا تم پوجا میں ہو رات اور دن
بت جو بنے ہو جان کے تم تن کے مندر تم تو ہو

اپنا نغمہ آپ ہی تم سنتے ہو خود پردہ میں
صوت و صدائے باطن کی تان سراسر تم تو ہو

ہے جو تمہارا دل میں دل اسکو سمجھتے ہو تم خود
مضغہ بنے ہو سینہ کا قلب صنوبر تم تو ہو

بن کے مرقع عالم کا خود ہو مصور اپنے تم
پڑھ کے قسم سمجھے ہم ہر اک جا پر تم تو ہو

اپنے ہادی آپ ہی ہو اور بدل بھی اپنے خود
خیر و شر کے اپنے صاف خلق میں دفتر تم تو ہو

تم ہو سمک سے تا بسماوات میں اپنی جلوہ کناں
وحدت کی جو کثرت ہے اس کے مصدر تم تو ہو

شانِ خدا و اللہ پر عارف کی کب جائے نظر
آنکھ مندی ہے تو کہتا ہوں میرے منظر تم تو ہو

سِرِ انا کا عقدہ اب کھلتا ہے کب ہر اک سے
منزل ملک عرفان کے یعنے رہبر تم تو ہو

خاص تمہارے مقصد اپنے ملتے ہیں کب اپنے لب
ہم جو انا الحق کہتے ہیں اس کے سخنور تم تو ہو

۱۴۵	عاشق چشتی کے مرشد خواجہ معین الدینؒ حسن ہند و دکن کے ولیوں کے شاہ و سرور تم تو ہو	۱۷

گم ہوکر اپنی ذات میں آپ ہی خدا کو ڈھونڈھ
ہے نقشہ وجود میں خود مصطفا کو ڈھونڈھ

بیوضعیوں نے میری اُلٹ کر دکھائی وضع
خود آپ مبتلا ہوں میں اپنی ادا کو ڈھونڈھ

آدم ہوا جو خلد کے باہر ہے بھید اور
تقصیر وار تو نہ ہوا اوسکی خطا کو ڈھونڈھ

ملکِ عدم سے آیا ہے عاشق جو اپنے ساتھ
کس واسطے چھپا ہے وہ اس آشنا کو ڈھونڈھ

مٹ جائیگا کبھی نہ تصور سے تو فقط
اے طالب بقا رہ کسب فنا کو ڈھونڈھ

ہے دل کا اضطراب مسیحا بڑھا ہُوا پر
تسکین دے اُسے کوئی ایسی دوا کو ڈھونڈھ

آتی ہے شش جہت سے جو آواز یار کی
کانوں کو بند کر کے ذرا اُس صدا کو ڈھونڈھ

ہوتے ہیں سرخ رو ترے قدموں پہ ملکے خون
تجھ کو اگر ہے شوق نہ رنگ حنا کو ڈھونڈھ

ٹکڑے جگر کے چابکے پیتا ہوں خون دل
اے فکر یار تو بھی کچھ اپنی غذا کو ڈھونڈھ

اے عندلیب جان میرے سینہ کے باغ میں
کھولا ہے جس نے غنچۂ دل اُس ہوا کو ڈھونڈھ

دنیا و آخرت کی طلب میں نہ ہاتھ اُٹھا
زاہد ہو جس میں کام ترا اُس دعا کو ڈھونڈھ

ہستی کی اپنی کب ہے خبر سرنوشت میں
ہوئیگا بے نشان تو نشو و نما کو ڈھونڈھ

آغاز پر توکل تھا جو انجام پر رہے
کر ابتدا تو اپنی نظر انتہا کو ڈھونڈھ

قصرِ جہاں میں آتا ہے خود لامکاں نظر
اے رہروِ عدم نہ یہاں تو سرا کو ڈھونڈھ

غیر از جفا و جور وفا کب ہے عشق میں
بہتر یہی ہے جان تو اُسکی رضا کو ڈھونڈھ

تو نے بھلا کیا کہ بُرا جو کیا کیا
اب وقت آ گیا ہے شتابی قضا کو ڈھونڈھ

۱۳۶	عاشق کی طرح تو بھی منازل کریگا طے خواجہ معین دین سا کسی رہنما کو ڈھونڈھ	۹

بیخواب ہے پہلو میں جو دلدار ہے واللہ
بیدار ہے بیدار ہے بیدار ہے واللہ

جب دیکھتے ہیں اپنے کو حضرت موسیٰ
دیدار ہے دیدار ہے دیدار ہے واللہ

منصور چڑھا دار پہ کہہ کہہ کے انا الحق
سردار ہے سردار ہے سردار ہے واللہ

جس کو مئے عرفان سے اک جرعہ ملے وہ
سرشار ہے سرشار ہے سرشار ہے واللہ

ظاہر میں جو دیوانہ نظر آتا ہے وہ خود
ہشیار ہے ہشیار ہے ہشیار ہے واللہ

ہے عاشق و معشوق کی خود ایک ہی صورت
اسرار ہے اسرار ہے اسرار ہے واللہ

جب سے کہ ہیں بیمار کسی چشم کی دھن میں
آزار ہے آزار ہے آزار ہے واللہ

بن بن کے جو پھرتا ہے یہاں برہمن و شیخ
خود یار ہے خود یار ہے خود یار ہے واللہ

۱۴۷	عاشق ترا دارین میں وہ خواجۂ چشتی سرکار ہے سرکار ہے سرکار ہے واللہ	۱۵

کچھ صرف نہیں اپنا دلارام ہو اللہ
ہے سنگ ہو اللہ اور اصنام ہو اللہ

ناقوس کی آواز سے یہ سنتے ہیں ہر دم
ہے کفر ہو اللہ اور اسلام ہو اللہ

معنئ ہو الاول و و الآخر و سمجھو
آغاز ہو اللہ ہے انجام ہو اللہ

یہ اپنا سراپا جو بنا مظہر بیچوں
ہے جان بھی ہو اللہ اور اندام ہو اللہ

اعلیٰ کی اور ادنیٰ کی جو ہے ذات کی ہستی
ہاں خاص ہو اللہ ہے اور عام ہو اللہ

گیسوئے محمد پہ جو واللیل ہے نازل
پڑھتی ہے سدا زلف سیہ فام ہو اللہ

کہتا ہے یہی طائرِ دل پھنس کے قفس میں — صیاد ہو اللہ ہے اور دام ہو اللہ
سب خطرہ والقا میں سمائی ہے اسی کی — ہے وحی ہو اللہ اور الہام ہو اللہ
میخانۂ توحید کے ساقی کا ہے ارشاد — شیشہ بھی ہو اللہ ہے اور جام ہو اللہ
ہے عاشق و معشوق کا جب ایک ہی اسرار — خود پیک ہو اللہ ہے پیغام ہو اللہ
کعبے میں میرے دل کے بسا ہے جو وہ آکر — ہے طوف ہو اللہ اور احرام ہو اللہ
خورشید و قمر سے جو نمایاں ہے ترا نور — بس صبح ہو اللہ ہے اور شام ہو اللہ
آتی ہے ندا صاف یہی گنبدِ سر سے — قبہ بھی ہو اللہ ہے اور بام ہو اللہ
ہم کو اسد اللہ سے یہہ بھید کھلا صاف — صفدر بھی ہو اللہ ہے ضرغام ہو اللہ

۱۴۸
اے خواجۂ اجمیر نظامی فقرا میں
کہتا ہے سدا عاشق بدنام ہو اللہ
۱۱

احد جو اپنا بنا ہے احمد قسم اسی کی تبھی رام ہے وہ — خدا جو کہتے ہیں ہم صنم کو زبانِ ہر ہر کے نام ہے وہ
ذرا تو مکتب میں عشق کے تم سبق معارف کا پڑھ کے سمجھو — بنا ہے نقطہ الف جو اول اخیر پر والسلام ہے وہ
ہے نطق جبریل بات اپنی نہیں ہے خطرہ کا دخل اسمیں — سمجھتے ہو جس کو وحی تم اب ہمارا مطلق کلام ہے وہ
بنا جو ہجدہ ہزار عالم یہی ہے وحدت کی عین کثرت — جو غیریت دور کر کے دیکھو نظر میں اپنے تمام ہے وہ
جو ہے تنزل پر آج ناسوت اسی کا لاہوت ہے تعرج — کھڑا ہے حبیب جو عرش کے خود زمین پہ شکلِ غلام ہے وہ
صفات اسکی ہے اپنی ہستی مٹینگے اس میں جتنا سا ہم — وجود اس کا ہے مثل دریا خودی میں اپنے ادغام ہے وہ

کلام سنیو اس کا ہر دم جو گوش دل میں ہمارے اب
سمجھ لو اے عاشقو یہ نسبت میں اپنی اپیام ہے وہ

وصال میں ہیں ہم جو مضطرب ہیں چڑھائے بحرِ دل کو ہر دم
ہے لب پر اپنے جو شور ہا ہو مدام اپنا ہی کام ہے وہ

جو اپنی تشبیہ محو ہے اب جمالِ جاناں جلال میں ہے
قیام تنزیہہ میں جو ہیں ہم مدام اپنا مقام ہے وہ

ذرا تو صیاد غور کر لے قفس میں اس تن کے بند ہو کر
جو مرغ دل ہے اسیر الفت اسکی گیسو کا دام ہے وہ

۱۴۹	نماز وحدت میں ہو کے بیخود تم اب کرو اقتدا اُسی کی بنا ہے خواجہ معین دین جو تمہارا عاشق امام ہے وہ	۹

نہ ہووے جس جگہ ساقی کہاں ایسا ہے میخانہ
ہمیشہ ساتھ شیشہ کے لگا رہتا ہے پیمانہ

جہاں ہوتی ہے دلچسپی اسی جا ہوتی ہے وحشت
کہاں ہے ایسی آبادی نہیں ہے جس میں ویرانہ

کہوں تم سے شرابِ عشق کی مستی کی کیا حالت
اُڑیں گے ہوش ساقی ہو کے خود سرمست و دیوانہ

شب خلوت نے دکھلایا تماشا نور وحدت کا
تھی جس کی شمع کی صورت بنی وہ شکل پروانہ

صنم جب رام ہے اپنا ہے بہتر دیر کعبہ سے
کریں کیا شیخ صاحب ہم بنا خود دل ہی بتخانہ

گریباں چاک جب دیکھا تو جامہ کے کیے ٹکڑے
برہنہ ہو کے عالم میں پھرتا ہوں میں مستانہ

مٹا کر نخل ہستی کو فنا کے باغ میں پہنچے
ہماری بلبل جاں کا نہیں جنت میں کاشانہ

خدا ہے اپنی ہستی میں تو بندے کس کے کہلائیں
جو بندہ ہے وہ مولا ہے یہی مذہب ہے رندانہ

۱۵۰	معینؒ الدین چشتیؒ کا نہ ہو منظور خاطر کیوں سخن ہے اس کے عاشق کا قلندروار مردانہ	۳۰

مظہر ذات خدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
نور سر کبریا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

خاص شکل مصطفیٰ ہے اپنا خواجہ بادشاہ
جسم و جان مرتضی ہے اپنا خواجہ بادشاہ

کیوں نہ ہم کہلائیں بندے ایک اس کے خلق ہیں
صورت مولیٰ بنا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

سجدہ گاہ خاص اور عام اسکی ہے درگاہ پاک
قبلہ و کعبہ بجا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

شوکت و عظمت میں حضرت کا نہیں ثانی کوئی
رونق ارض و سما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

سلطنت ہند و دکن کی ہے اسی کے حکم میں
شاہ اس اقلیم کا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

مل گئی سب کو ولایت اس سے خاص اجمیر میں
بہر فیض آکر بسا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

جو خطاب مستطاب اس کو ملا ہذہ حبیب
ہاں محمدؐ کی عطا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

تابع فرماں ہیں اسکے سارے قطب و غوث آج
تاج بخشش اولیا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

کیوں نہ بر آئیں جہاں کے مقصد اسکی ذات سے
سر بسر حاجت روا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

سر کو قدموں پر جھکا دو اس کے سب وقت ہم
حضرت مشکلکشا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

شش جہت کے آئینوں میں ہے وہی اک جلوہ گر
صاف وجہ اُنما ہے اپنا خواجہ بادشاہ

رگڑ و پیشانی کو اپنی اس کی چوکھٹ پر مدام
سب کا باب مدعا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

ہے تجلّی سے اُسی کی ماہ گردوں کی چمک
زیب مہر پر ضیا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

دین و دنیا کا معین تحقیق حضرت کا وجود
دو جہاں میں برملا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

شخص و عکس آپ ہی بنا ہے عشق کے اظہار کا
جان و تن کا آئینہ ہے اپنا خواجہ بادشاہ

حسن ممکن ہی پر اپنے ہے جو واجب شیفتہ
آپ اپنا دلربا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

بھید راگ و رنگ کا ہے ایک اسی پر منکشف
نغمۂ کن کی صدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

جانکر انجان ہیں اس کی حقیقت کیا کہیں
ذات بیچوں بنگیا ہے صفات اس کا جسم و جان
نام نامی اس کا اپنے لب پہ آئے کس طرح
منزل مقصود اس کی غیر کو حاصل ہو کب
جو کوئی ہو عشق کا بیمار آئے اس کے پاس
اک وجود اس کا جو ہے تنزیہہ اور تشبیہہ میں
نطق سے نکلی اسی کے کُنتُ کنزاً کی حدیث
پاسباں اس کے بنے ہیں سارے شہباز جہاں
خرق عادات آج تک اس کے ہیں جاری خلق میں
اس کے ظل عاطفت میں اک جہاں آشفتہ ہے
پاک دل ہو کر رکھو تم ذات سے اس کے خلوص

ہم نے سمجھا ہے کہ کیا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
ابتدا اور انتہا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
اب تعین سے جُدا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
چشتیوں کا رہنما ہے اپنا خواجہ بادشاہ
صحتِ دل کی دوا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
خود فنا و خود بقا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
زینتِ عشق دولا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
قالب و جان ہما ہے اپنا خواجہ بادشاہ
عیسیٰ معجز نما ہے اپنا خولجہ بادشاہ
سایہ گستر خلق کا ہے اپنا خواجہ بادشاہ
صاحب صدق و صفا ہے اپنا خواجہ بادشاہ

۱۵۱	تارک الدنیا جو بن کر ہو گیا ہے بے نوا جان عاشق میں چھپا ہے اپنا خواجہ بادشاہ	۱۷

مجھے حق سے ملنے کی کب جستجو ہے
کہیں زلف مشکیں کی پھانسی چڑھا چک
عبادت میں مصروف ہے جو مرا دل

جو دیکھوں تو خود وہ میرے روبرو ہے
فنا کی مجھے سربسر آرزو ہے
اُسے آب رحمت کا ہر دم وضو ہے

ہوئی جب کہ خلوت کھلا راز پنہاں
جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے

چلے گی مسیحا کی کب دستکاری
میرے زخم دل سے جو جاری لہو ہے

بقا و فنا کی جو کی سیر میں نے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر ہو ہی ہو ہے

میرا کعبہ دل ہے ایسا کشادہ
طواف اس کا چاہو تو ہر چار سو ہے

احد گنج مخفی میں احمد ہوا جب
اسی عشق کی عاشقو گفتگو ہے

تمہارے ہاتھ سے میں نے پائی شہادت
میری لاش کب لایق شست و شو ہے

میرے سینہ وحدت اور باغ دل کا
کھلا ہے جو غنچہ اُسی کی یہ بُو ہے

بگولہ بنے بھی تو کیا خاک آئے دل
عبث خاکساری تری کو بکو ہے

جو چہرہ ہے میرا وہی ہے خدا کا
میرے آگے اے ماہ تو تیرہ رو ہے

شراب خودی پی کے ہوں میں جو سرمست
بھلی یا بری ہے میری آبرو ہے

دوئی تو بتا دے تو تشبیہہ دیں ہم
صراحی جو تو ہے یہ کس کا گلو ہے

جو تیر نگہ سے ہیں اس دل میں روزن
نہ عیسیٰ کو بھی کچھ مجال رفو ہے

جو دیر و حرم ہیں مقابل ہمارے
مسلماں ہیں دشمن نہ کافر عدو ہے

۱۵۲	نظر کی ہے جو خواجۂ چشت کی زلف یہ پیچ اس کا عاشق پڑا مو بمو ہے	۱۱

نہ تھی جب ہستی آدم تو کیا تھا کیا نہ تھا پہلے
سمجھ لے راز مخفی کو نہ تھی حرص و ہوا پہلے

نہ لا اپنی زبان پر کچھ تو اے آزاد ہو خاموش
ہے دم میں تیرے اللہ ہو نہ تھا اسکے سوا پہلے

نہ جان اے دل وصال حق کو تو منزل کڑی ہرگز
اگر ہے شوق ملنے کا تو لینے کو تو پا پہلے

نہ تھی جبتکہ یکرنگی کی پہچانت تجھے گلرو
حقیقی رنگ کو اپنے تو سمجھا تھا جدا پہلے

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
اسی کا نام بیچوں ہے، نہ تھا اس سے خدا پہلے

ہیں اپنی ذات کا عاشق ہوں اپنی ذات کا معشوق
میں ہوں بیخود میں ہوں باخود جو کچھ چاہا ہوا پہلے

رنگا سب رنگ میں اپنے کو تو نے رنگرز بن کر
ہوئی سب دور بیرنگی جو کچھ چاہا بنا پہلے

مسیحا بن گیا آپ ہی ہوا جب درد مند عشق
نہ ہوتا گر مریض عشق کب ہوتی دوا پہلے

جو چاہا یار نے اے دل تماشا دیکھنا اپنا
نکل کر پردے سے ثابت کی اپنی ہی خطا پہلے

کہاں مرنا کدھر جینا فنا کب ہے بقا کیلیے
سبھی حیران ہیں اس جا ہوئی سب انتہا پہلے

۱۵۳	معین الدین چشتی کی عنایت سے تجھے عاشق ہوا جو فخر اب حاصل نہ تھا یہ مرتبہ پہلے	۱۴

جو تیرا طاق ابرو جان جاں ہے
سدا وہ سجدہ گاہ عاشقاں ہے

طپاں دل دیکھ کر بولا مسیحا
مریض عشق کو صحت کہاں ہے

کہوں میں کس طرح اللہ کو بیچوں
صفت انسان کی خود اس میں عیاں ہے

چھپے ہیں پنجتن صورت میں میری
اسی میں آپ اللہ بھی نہاں ہے

ہو مجھ سے دور کیوں کر صورت دلبر
اسی کے عشق سے قالب میں جان ہے

عدم کے ہم مسافر ہیں کہیں کیا	نہ پوچھو گھر ہمارا لامکاں ہے
کلام اللہ کہنا کب ہے جائز	جو کہتے ہو خدا خود بے زباں ہے
کوئی کہتا ہے کوکو کوئی یاھو	چمن میں مرغ ہر اک نغمہ خواں ہے
انا الحق کی عبث ہے لن ترانی	زباں چلتی جو ہے بے استخواں ہے
ہماری چشم کے ساغر ہیں مینا	شراب عشق کی جس جا دکاں ہے
جو نکلی آہ دل سے عاشقوں کے	فلک پر دیکھ لو اس کا دھواں ہے
جو ڈھونڈھا حق کو تو میں نے یہ پایا	ظہور عشق ہے جس جا وہاں ہے
عدم کی سیر کی میں نے تو دیکھا	نہیں اس کا نشاں وہاں جو کہ یہاں ہے

۱۵۴	در دل کھل گیا عاشق جو تجھ پر معین الدین کا فیض آستاں ہے	۱۱

یار میرا جدا نہیں مجھ سے	دور میرا خدا نہیں مجھ سے
دل پہ میرے لکھا ہے الا اللہ	راز مولا چھپا نہیں مجھ سے
بے خودی سے ہوا ہوں دیوانہ	دوستو کچھ گلا نہیں مجھ سے
تو نے کچھ چارہ درد الفت کا	اے مسیحا کہا نہیں مجھ سے
یار سے ہوگئی جو شب خلوت	سر مخفی چھپا نہیں مجھ سے
روز میثاق تیرا ہمدم تھا	بیوفا کیوں ملا نہیں مجھ سے

عمر بھر رویا جس کے عشق میں میں
یار دم بھر ہنسا نہیں مجھ سے

زلف کے پیچ میں پھنسا ایسا
دور ہوتی بلا نہیں مجھ سے

سلسلے میں ابو تراب کے ہوں
دور کچھ مصطفےٰ نہیں مجھ سے

ہے چھپا کون شکل انسان میں
یار گر وہ ملا نہیں مجھ سے

۱۵۵

خواجہ چُشت عاشق اپنے ہے ساتھ
وہ جدا کچھ ہوا نہیں مجھ سے

۱۱

جسے کہتے ہیں سب اللہ اُسی کا نام بندہ ہے
کہوں وہ کس طرح تم سے کہ جس کا راز اخفا ہے

ہوا کیوں گنج مخفی میں اَحد کو عشق احمد کا
اگر پوچھو گے عارف سے بتا دیگا جو نکتہ ہے

جسے دیکھا تجھے دیکھا جہاں پایا تجھے پایا
تو ہی ہے آدم و حوا و عیسیٰ تو ہی موسیٰ ہے

بنا جس دم کے تو پتلی بسا خود آنکھ میں میری
اُٹھا کر پردہ وحدت کو اپنے آپ بنیا ہے

ہوا جاتا ہے خلوت میں مرا جب یار بے پردہ
نہیں جب اُس کو پردہ تو مجھے کب اُس سے پردہ ہے

فنا کو دور کر کے جب بقا کو پا سکے غافل
کہیں کیونکر اُسے مردہ کہ جس کا نام زندہ ہے

بنا جب یار نیساں تو صدف میں بن گیا گوہر
بنا قطرہ سے جو موتی اُسی قطرہ میں دریا ہے

ظہور عشق ہے جس سے وہ ہے آواز جان جان
وہی ہے عارف کامل جو اُسکو خود میں پایا ہے

میں ہوں عابد میں ہوں زاہد میں ہوں قبلہ میں ہوں کعبہ
کھڑا ہوں سامنے اپنے یہ میرا مجھ کو سجدہ ہے

میں کس صورت سے دوں تشبیہ تیرے نور کو جاناں
کہیں خورشید تاباں ہے کہیں دیکھوں تو ذرہ ہے

۱۵۶	معین الدین چشتی کا جو عاشق ہوں مرے حق میں زمیں بستر فلک چادر مہ و خورشید کاسہ ہے	۱۲

ہماری بزم شادی میں ترا سب یار جلوہ ہے
جو گھونگھٹ منہ پہ ڈالے ہے تو ہی یٰسین و طٰہٰ ہے

ترے خلعت پہ وحدت کے جو ہے یہ میم کا ٹیکا
جہاں ہے درمیاں اس کے وہی قدرت کا نقطہ ہے

جو نکلیں لے کے چوبیں تو بجی نوبت ہو اللہ کی
ترا ہے نغمہ دلکش جواب ہر کوئی سنتا ہے

تڑپتے ہیں جو محفل میں ہیں بسمل ناز کے تیرے
تو ہی ہے رقص میں جاناں ترا ہی نام زہرہ ہے

مہ و خورشید لے نکلے جو طبقے نور سا حق کے
ہے اس میں گنج مخفی سب کہ جس کا یہ تماشا ہے

لگائی تو نے جب مہندی دکھایا پنجۂ مرجان
حنا جو سرخ رو ہے یوں یہ اس میں رنگ تیرا ہے

ہوا روح الامیں تو جب رکھا خود اپنا رضوان نام
جو چاہی اپنی زینت تو ہی سدرہ اور طوبیٰ ہے

ہوا جب طور مرکب تو چڑھا بن کر وہاں موسیٰ
ہے روشن وادیٔ ایمن ترا شب گشت نکلا ہے

فلک پر مشتری بن کر پڑھا خود عقد کا خطبہ
جو نکلا ہو کے آدم تو ترے ہی ساتھ حوا ہے

چمن میں جب بنا تو گل سمایا عطر میں آکر
تری بو سے ہیں سب سرمست آن تو ہی چھپا ہے

جو دیکھا رونمائی میں ترا آئینہ وحدت کا
دوئی کب تجھ میں مجھ میں ہے جو تیرا رخ ہے میرا ہے

۱۵۷	ہوا ہوں عاشق صادق میں اے خواجہ معین الدین تو مرشد ہے تو ہادی ہے تو آقا ہے تو مولیٰ ہے	۱۵

نکل کر گنج مخفی سے جو شکل یار میں آئے
چھپا کر اپنی صورت ہم رخ دلدار میں آئے

خدیو لم یزل کی شان آئے گی نظر گر تو
میرے ساتھ احمد مختار کے دربار میں آئے

بیان علم لدنی کا ہے اپنے صفحۂ دل پر
نہیں وہ بحث منطق جو عبث تکرار میں آئے

ہزاروں داستانیں عشق کی نوک زباں پر ہیں
جو بلبل بن کے ہم آ جان ترے گلزار میں آئے

جو چھوٹے شیخ کے پنجہ سے تیری یا میں آ بت
نکلکر رشتۂ تسبیح سے زنار میں آئے

جب آیا طور پر موسیٰ نہ سمجھا سر مخفی کو
ہو جب دونوں کی اک صورت تو کب دیدار میں آئے

ہوئے منصور خود ہم جب اناالحق کا کیا دعویٰ
بنے خود قاتل و مقتول شکل دار میں آئے

بنے ہوسے لہٗ اور پھر بنے دریا سے ہم قطرہ
کھا کر ابر نیساں خود در شہوار میں آئے

بنے پنبہ سے جب رشتہ تو ہو کر تانا اور بانا
پہن کر جامۂ ناسوت دم کے تار میں آئے

گیا دل مفت دھوکے میں کچھ سود اپنا جان کا
فریب عشق سے ناحق ہم اس بازار میں آئے

اشارے سے ہم ابرو کے جہاں کو کرتے ہیں بسمل
بھلا قاتل یہ صنعت کب تری تلوار میں آئے

بنہ ہر دم پوچھ مجھ سے آ کے تو لے یار خلوت میں
ہے مخفی راز خلوت کا وہ کب گفتار میں آئے

شراب عشق پیکر ہم بنے ہیں اس طرح زاہد
کہ شیشہ ہاتھ میں لیکر در خمار میں آئے

بنا ہوں میں جو دیوانہ سمجھنے کا ہے یہ نکتہ
جو حکمت مجھ میں ہے پیدا وہ کب ہشیار میں آئے

۱۵۸	وہی ہے عاشق صادق جہاں کی چھوڑ کر خدمت جو آئے خواجہ معین الدین تری سرکار میں آئے	۱۵

ملوں میں یار سے کب ہے یہ جستجو باقی
نہیں ہے وصل کی دل میں کچھ آرزو باقی

کیا ہے عشق کے آزار نے جو زرد مجھے
نہیں ہے تار نفس میں میرے لہو باقی

پھرایا جوشش جنوں نے یہ دربدر مجھ کو
رہی جہاں میں میری کچھ نہ آبرو باقی

سیئے گا کیا تو مسیحا میرا دل صدچاک
نہیں ہے پاس ترے سوزن رفو باقی

میں اس کے سجدہ میں نکلا جو گنج مخفی سے
وہی ہے زاہد واب تک میرا وضو باقی

عیاں ہے بلبل نالاں یہ خندۂ گل سے
چمن میں یار کے دو دن ہے رنگ و بو باقی

نکل کے قید تعین سے میں جو ہوں مطلق
صفات مجھ میں ہے قائم نہ شکل ورو باقی

ہوا ہوں بحر میں رحمت کے ڈوب کر جو شہید
ہے میری لاش کو کب فکر شست و شو باقی

طبیبو کیونکر ہو حبل الورید کی تشریح
فنا ہے جسم تو کب ہے رگ گلو باقی

کبھی نہ ہجر کے دکھ ہو کے ہیں کہو کے جان آتے
جو سنتے وصل میں رہتا ہے یار تو باقی

خودی کو اپنی خدا میں فنا کیا میں نے
نہیں ہے حضرت انسان کی مجھ میں خو باقی

رہیگا بندہ نہ مولیٰ نہ عشق و جسم وجود
سمیٹ کے اپنے میں سب کو رہیگا ہُو باقی

زبان حق سے نکلتی ہیں سب میری باتیں
سخن کو منہ ہے کسی کو نہ گفتگو باقی

میں ذوالفقار علیؑ سے کرونگا دو ٹکڑے
اگر ہو کوئی جہاں میں میرا عدو باقی

۱۳	فنا ہوا بھی تو کیا عاشق معین الدین رہیں گے چرچے کچھ اس کے بھی کو بکو باقی	۱۵۹

ہم جہاں رہتے ہیں اس جا پہ گذر کس کو ہے
اک نظر دیکھے ہمیں ایسی نظر کس کو ہے

ذات رب کے بجز آدم کی نہیں اہل اے شیخ
شکل حق ہیں سبھی کہتا تو بشر کس کو ہے

قصر جنت سے نکلکر جو ہوے خانہ بدوش
بنکر آزاد پڑے پھرتے ہیں گھر کس کو ہے

بادۂ وصل کا اک جرعہ پیا کیا ہم نے
اس قدر خود میں ہیں گم اپنی خبر کس کو ہے

رہ کے ہم اپنے وطن ہی میں سدا اے جاناں
منزلیں کرتے ہیں طے ایسا سفر کس کو ہے

دم بدم دل سے نکلتی ہے انا الحق کی صدا
کون منصور ہے سولی کا خطر کس کو ہے

ہم شب وصل کیا کرتے ہیں مہ کو روشن
خود ہیں خورشید حسد تجھ سے قمر کس کو ہے

روز و شب زلف و رخ یار کا رہتا ہے خیال
یہاں تصور ترا اے شام و سحر کس کو ہے

صوت مطلق کے ہیں آگاہ جہاں میں نادر
فکر دل میں ہیں سب اندیشۂ سحر کس کو ہے

شمع کیوں روتی ہے تو چار پہر جلنے سے
سوز دل ہمسا بھلا آٹھ پہر کس کو ہے

اپنی ہستی کو فنا یار میں ہم کرتے ہیں
لاکھ ہو جائیں جو محشر بھی تو ڈر کس کو ہے

سنگ اسود کے جو پوجا ہیں ہے تو کعبہ میں
مجھ کو اے شیخ بتا عشق حجر کس کو ہے

١٦٠ خواجۂ چشتؒ کی دولت جو ملی ہے عاشق
صاحب گنج ہیں ہم خواہش زر کس کو ہے ١١

کہدو آلآن کما کان کا معنیٰ کیا ہے
جس کو سب کہتے ہیں بیچوں وہ معما کیا ہے

ہم کو لایا ہے عدم سے جو سوئے ملک وجود
اس سے بتلاو بھلا یار کا منشاء کیا ہے

بادہ وصل پیئں شوق سے آکر احباب
محتسب کا میری محفل میں اجارہ کیا ہے

عکس ہر ایک کا جو لیتا ہے مرا دیدۂ تر
آنکھ میں دیکھ مصور کوئی بیٹھا کیا ہے

ذات بحت اپنی مُبرا ہے ہر اک صورت سے
تو نے کس شکل سے ایجان ہمیں دیکھا کیا ہے

جسم کو اپنے تصور سے فنا کر کے تو دیکھ
باقی اس ہستی موہوم میں رہتا کیا ہے

جان دے دیکھے جو جاتے ہیں عدم کو شایق
اس طرح شہر خموشان میں تماشا کیا ہے

حق ہی حق ہے تو کہا کر تو انا الحق ہر دم
اے موحد تجھے پھر خوف کسی کا کیا ہے

دل مرا کعبہ ہے اور شکل مدینہ ہے وجود
فائدہ دیکھنے میں یثرب و بطحا کیا ہے

ذات مطلق ہی سے پیدا ہیں بنی آدم سب
کہو پھر گبر و مسلمان میں جھگڑا کیا ہے

۱۶۱	عاشق زار تمہارا ہوں میں اے خواجہ چشت مجھ میں اور تم میں کسی بات کا پردہ کیا ہے	۹

گنج مخفی سے بنا چہرۂ انسان ہے یہی
مصحف رخ ہے یہی صورت رحمان ہے یہی

بندہ و رب کا جو ہم جانتے ہیں ایک وجود
مذہب اپنا ہے یہی دین ہے ایمان ہے یہی

عشق کیا ہم نے کیا قید ہوی ہمکو نصیب
خوب ہے ملک عدم اپنے کو زندان ہے یہی

خط جاناں پہ جو میں زیر و زبر پاتا ہوں
نظر آتا مجھے اب صفحۂ قرآن ہے یہی

جو خدا آپ کو کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
شکل انسان سے عیاں کون ہے پنہان ہے یہی

نحن اقرب سے جو اللہ کی قربت سمجھوں
شرک ہے کفر ہے اور جرم ہے عصیاں ہے یہی

میر بان جلد اُٹھا اپنی متاع ہستی
ورنہ اوٹھ جائیگا جواب ترا مہمان ہے یہی

دیکھ کر دل کی تڑپ میرے یہ ہمدم نے کہا — کب ہو تسکین اسے خواہش جاناں ہے یہی

۱۶۲	تجھ کو بہتر ہے گدائی اسی در کی عاشق خواجۂ چشتؒ جو ہے دین کا سلطان ہے یہی	۷

قُل ھُوَ اللہ سمجھ یار کا عرفان ہے یہی — شکل بیچون ہے یہی صورت فرقان ہے یہی
گنج مخفی میں جو ڈھونڈھا تو اَحَد کو پایا — واحدیت ہے یہی قابل امعان ہے یہی
کہدوں اللہ تو ہوویں صفتیں سب ظاہر — الصَّمد لکھدوں تو ستایش میں تو امکان ہے یہی
لَم یَلِدْ سے جو ہوا یار وَلَمْ یُولَدْ تو — بے تعلق ہے ولادت سے نمایاں ہے یہی
ہے وَلَمْ سے جو یَکُنْ اور لَہُ سے کُفُوًا — ہے اَحَد ایک جو وہ طالب خاصان ہے یہی
ہے جدا خویش و اقارب سے مرا جان جہاں — کیا وجود اس کا ہے اک خلق کا سامان ہے یہی

۱۶۳	خواجۂ چشت کے روضہ پہ تصدق ہو جاؤں دل میں عاشق مرے حسرت یہی ارمان ہے یہی	۹

جو کنت کنزاً ہے راز بیچون یہ ہم جانیں تو کون جانے — ہے بحر وحدت میں در مکنون یہ ہم جانیں تو کون جانے
خبر جب اپنے سے بھی نہ تجکو دکھائی دیتا تھا ہو مید کا ان — خودی سے خود تو ہوا دگر گون یہ ہم جانیں تو کون جانے
تو پہلے درجے سے جبکہ اُٹھا مقام پر دوسرے گیا پھر — سوم ہے درجہ کی منزل افزون یہ ہم جانیں تو کون جانے

ہے تو جو دریا تو قطرے نے ہی بنائے اپنے سے موجِ جیحون ۔۔۔ اسی سے نکلا حبابِ گردوں یہ ہم جانیں تو کون جانے
ہوا جب آدم سے آپ حوا ظہور پایا حجاب سے عشق ۔۔۔ ہے تو ہی لیلیٰ ہے تو ہی مجنوں یہ ہم جانیں تو کون جانے
ہے طور تو ہی ہے تو ہی موسیٰ سوال تیرا جواب تیرا ۔۔۔ ہے تو ہی گنج اور تو ہی قاروں یہ ہم جانیں تو کون جانے
ہے تو ہی برجیس تو ہی زہرہ ہے تو ہی مہر اور تو ہی قمر ہے ۔۔۔ ہے نور تیرا ہی سب میں مشحوں یہ ہم جانیں تو کون جانے
بنا جو ہجدہ ہزار عالم ہے تیری ذات و صفات میں سب ۔۔۔ سخن ہو کیونکر دوئی کا موزوں یہ ہم جانیں تو کون جانے

١٦٤

جنابِ خواجہ معینؒ دین ہیں بزرگ یوسف جمال اُن کا
ہے تو ہی **عاشق** ہے تو ہی مفتوں یہ ہم نہ جانیں تو کون جانے

٩

یار پایا تجھے جس وقت خدا سے پہلے ۔۔۔ بے خبر تھا تو مرے نشو و نما سے پہلے
ذات کو تیری جو دیکھا ہے بقائے مطلق ۔۔۔ ہم نے ہستی کو مٹایا ہے فنا سے پہلے
مرضِ عشق مرا دیکھ کے کہتے ہیں طبیب ۔۔۔ مر ہی جائیگا یہ بیمار قضا سے پہلے
زاہدو ہاتھ اُٹھاتے ہو یہ کس کے آگے ۔۔۔ سوچئے کچھ تو ذرا اس کو دعا سے پہلے
قیدِ ہستی سے میری جان رہا ہو جس دم ۔۔۔ لامکاں تک وہ چلی جائے ہوا سے پہلے
باغِ جنت سے عبث آن کے یہاں پہنچے ہیں ۔۔۔ مفت بدنام ہوئے جرم و خطا سے پہلے
آگے ہی کاٹ کے سر کیوں نہ رکھوں قدموں پہ ۔۔۔ سر جھکا جاتا ہے تسلیم و رضا سے پہلے
پی کے ہم ساغرِ وحدت ہوئے ہیں مست ایسے ۔۔۔ وصل میں اُس صنمِ ہوش ربا سے پہلے

۱۶۵	خواجۂ چشت کی کیا لکھ سکے عاشق مدحت جن کے اوصاف جبیں پر تھے ثنا سے پہلے	۹

ہم اپنے سوا غیر کو سجدہ نہیں کرتے — کچھ اپنے بغیر اور کو پایا نہیں کرتے
اک طور پہ جب رہتی نہیں اپنی طبیعت — کس حال میں ہم رہتے ہیں سمجھا نہیں کرتے
ہم آپ ہوں جب ایک تو دیدار ہو کس کا — کیوں اپنے کو پھر آپ ہی دیکھا نہیں کرتے
جب مد نظر ہی نہیں تصویر مثالی — کیوں آئینہ دل کو مصفا نہیں کرتے
ظاہر ہیں تو ملنے سے حجاب آتا ہے ہمکو — پردے میں چلے آؤ تو پردہ نہیں کرتے
تکفیر میں زاہد نہ ہماری ہو تو کافر — آپ اپنے سوا غیر کو پوجا نہیں کرتے
بد کار ہمیں کہتی ہے مخلوق تو کہہ لے — جو کچھ کہ ہم اب کرتے ہیں بیجا نہیں کرتے
مستوں سے اگر پوچھیں تو عقدہ کھلے اس کا — بیخود جو رہا کرتے ہیں کیا کیا نہیں کرتے

۱۶۶	عاشق ترے کہلاتے ہیں اے خواجہ چشتی جو کچھ ہے تو ہے اور کی پروا نہیں کرتے	۹

کلمہ پڑھا تو کیا جو مسلمان ہیں نام کے — ہندو وہیں خوب اون سے کہ تابع ہیں رام کے
میخانہ بن گیا ہے یہ دل اپنا ساقیا — محتاج ہم نہیں ہیں ترے اک دو جام کے
ہے قافلہ عدم کا جو ہمراہ بے شمار — مہمان ہیں اس سرا میں ہم اب صبح و شام کے

کعبے کو بھی گئے تو ملا کب خدا انھیں
حجاج بے نصیب ہیں بیت الحرام کے

اپنا وجود ہم نے کیا یار میں فنا
ایسے کہاں مقیم ہیں دارالسلام کے

بندہ جو بن گیا ہے خداوند ہے وہی
صاحب چھپا ہے چہرے میں دیکھو غلام کے

عاشق جو ہے جہاں میں معشوق ہے وہی
سامان کب یہاں ہیں سلام و پیام کے

دنیا و آخرت کے نہیں کار سے غرض
جو یار کے ہیں کار وہ ہیں اپنے کام کے

۱۶۷	خواجہ معین دین کے جو عاشق ہیں خاص و عام کیوں کر نہ ہوں فریفتہ اپنے کلام کے	۱۱

عاشقوں کی یہی نشانی ہے
چشم تر رنگ زعفرانی ہے

دل کو فرصت ملے گی اب کیوں کر
اپنے پہلو میں یار جانی ہے

اَرِنی سُن کلام ہے جس کا
لب پہ اس کے ہی لن ترانی ہے

سُن چکا کلُ مَنْ علیہا فان
یار باقی تمام فانی ہے

آگے مرنے کے مر گئے خود ہم
یار کی سب یہ زندگانی ہے

کہیں ملتا نہیں مقام اپنا
جس طرف دیکھا لامکانی ہے

درج وحدت میں جب چھپا گوہر
چشم سے اشک کی روانی ہے

آب رحمت سے تازہ گل ہی نہیں
اصل دیکھو تو گل کی پانی ہے

صِفتیں حق کی دائمی کب ہیں
صوت مطلق کو جاودانی ہے

ہے جو تحریرِ سطرِ پیشانی	یار اپنی وہ پیش آنی ہے

۱۶۸	خواجۂ چشتؒ کی لکھی جو صفت یہی عاؔشق کی خوش بیانی ہے	۹

صورت نہ اپنی آپ کو پہلے دکھا سکے	آئینہ بن کے ہم نہ خود یکو بتا سکے
ہے وحدت الوجود سے کل خلق کا ظہور	پہچانے آپ کو جو وہی اس کو پا سکے
تصویر ہی میں اپنی مصوّر کو دیکھ لو	صورت ہے کب جدا جو تصور میں آسکے
آتش ہمارے عشق کی ایمان بن گئی	کیا گبر کی مجال ہے اس کو بجھا سکے
اے رہرواں ملک عدم کوچ کیجئے	دنیا ہے بے بقا کوئی کیا یہاں سما سکے
ہستی مٹائے ہم نے فنا ہو کے یار میں	آئے مسیح بھی تو نہ ہم کو جلا سکے
اے منکر و نکیر یہی تم سے ہے سوال	ہم خفتگان وصل کو تم کب جگا سکے
بیچوں و بیچگوں کا ہے جب نام خاص ہو	اللہ کو اس کے ساتھ تو کیونکر ملا سکے

۱۶۹	خواجہ معین دین کا جسے آستاں ملے عاؔشق کہاں مجال اسے جو سر اُٹھا سکے	۸

اب آئینہ دل کی صفائی نظر آئی	خود یار کی صورت میں خدائی نظر آئی

غواص نے پایا یم وحدت میں صدف کو
قطرہ کی جو موتی میں سمائی نظر آئی

جب پنجۂ مرجان سے یداللہ ہوا ظاہر
دریا میں بھی ہر شاخ حنائی نظر آئی

محبس سے جہاں کے سبھی اب چھوٹ چکے مجرم
آئی جو قضا سب کی رہائی نظر آئی

آنکھیں جو کھلی رہتی تھیں سنتے کچھ تھی برائی
جب بند ہوئی چشم بھلائی نظر آئی

جب شکل تری بن کے صبا باغ میں پہنچی
غنچہ کی ہر اک عقدکشائی نظر آئی

اے برہمن و شیخ نہیں خوب تنازع
آپس میں بُری ہے جو جدائی نظر آئی

١٧٠	درویش بنا خواجہ چشتیؒ کا جو عاشق شاہی سے بھی بہتر یہ گدائی نظر آئی	١٧

خواب غفلت میں جب اپنی عمر ساری ہو چکی
یار کو کیا منہ دکھائیں شرم ساری ہو چکی

ہمدمو غفلت نہ کرنا بس تلاش یار میں
جستجو ہوئی تھی جتنی اب ہماری ہو چکی

ہو گیا دیوانہ میں جوشِ جنوں سے یک بیک
بیخود و خود دور مجھ سے ہوشیاری ہو چکی

کیوں نہ ہو معشوق راضی ہم سے اب اس حال میں
اپنے ذمہ تھی جو کچھ خدمتگزاری ہو چکی

جوں بگولہ عشق کے صحرا میں میں پھرتا رہا
ہو گیا برباد خود جب خاکساری ہو چکی

ہم نے اپنے کو چھپا کر یار کو ظاہر کیا
لائق رحمت خود اپنی انکساری ہو چکی

پوجتے ہیں اپنی ہستی کو جو ہم آحق پرست
عین ایمان خود پرستی اب ہماری ہو چکی

کفر اور دین عشق میں پایا جو ہم نے ایک سا
اپنی ایمان داری اے دین داری ساری ہو چکی

بیخودی میں میں نے پی لی ہے شراب عشق آج
ختم مجھ پر زاہد و پرہیزگاری ہو چکی

میزبان عشق کی الفت سے یاں دو دن تھا میں
مل گئی مہمان کو رخصت دوست داری ہو چکی

زندگی اپنی مٹائی ہم نے سب دلدار میں
کیا کہیں ہمدم جو کچھ تھی اپنی یاری ہو چکی

عاشقو خندان رہو ہو کر فنا تم یار میں
ہو گیا اب ختم رونا اشکباری ہو چکی

وقت آخر ہے مسیحا تجھ سے کیا ہوگا علاج
خود مریض عشق کو اب بیقراری ہو چکی

عاشقو مضطر نہ ہو چھوٹو گے قید زیست سے
تھی جو تجویز قضا وہ آج جاری ہو چکی

کونسی صورت سے جائیں یار کے ہم روبرو
عاشقو اپنی تو رسوائی و خواری ہو چکی

دیکھ کر تنہا تجھے رویا بہت میں وقت نزع
اے صنم جو کچھ تھی آخر غمگساری ہو چکی

١٦ ١	تارک الدنیا ہوا **عاشق** جو تیرے عشق میں خواجہ چشتؒ اس کی تجھ پر جان نثاری ہو چکی	١٧١

خود غور سے نظر کر تجھ میں ہی ذات رب ہے
پہچان اصل اپنی حق سے جدا تو کب ہے

احمد کا جسم لیکر آیا ہے خود احد جب
تو دیکھ عین اٹھا کر کس شکل میں عرب ہے

واللیل و والضحیٰ ہے زلف و رخ محمدؐ
جاری زبان دل سے جو ورد روز و شب ہے

گھونگھٹ میں میم کی ہے ساری خدائی پنہاں
دیکھ اپنی مردمک سے نقطہ میں بھید سب ہے

بیچونگی ہے قایم باچون ہوا تو کیا وہ
اپنے وجود میں خود آ گے جو تھا سو اب ہے

آیا عدم سے کیوں یہاں اور آج اس جگہ سے
تبلا دے مجھ کو اے جان جانے کا کیا سبب ہے

دہو کا وفا کا دیکر لیتے ہیں مفت دل کو / کہتا ہوں تجکو سُن لے یاروں کا یہ بھی ڈھب ہے

غفلت میں عمر کھوئی تونے نہ پایا مجھ کو / اے ہم نشین و ہمدم تجھ سے بہت عجب ہے

حرف دوئی مٹا دے عنوان دل سے مطلق / ایجان جان تجھے اب وحدت کی گر طلب ہے

مجھ سے خودی جو نکلی آپ ہی خدا بنا ہوں / اس سے زیادہ کہتا کب شیوۂ ادب ہے

کیا چیز ہے دم اپنا کیونکر کہوں میں تجھ سے / یعنی کہ بند اسجا اپنی زبان و لب ہے

مرنے کے آگے مر جا شربت بقا کا پیکر / ہر وقت تجھ کو جاناں خود عیش اور طرب ہے

مخلوق سب جہانکی اک ذات سے ہے پیدا / کیا پوچھتے ہو سب کا اک ہی حسب نسب ہے

کثرت میں دیکھ کر تو پہچانے گا جو مجھ کو / جانوں گا صاف وحدت تیری صحیح جب ہے

بادہ فروشی اپنی رکھتی ہے یہاں ندامت / اے محتسب کریں کیا کسب اپنا وہی اب ہے

١٧٢	خواجہ معین دین کا جب سے ہے عشق مجھ کو مشہور عارفوں میں عاشق مرا لقب ہے	١٣

نکلکر قید ہستی سے عدم کو تم جو جاؤ گے / سوا اک ذات مطلق کے کسی کو وہاں نہ پاؤ گے

رہو گے تم یہاں جب تک سمجھ لو بوجھ لو خود کو / چلے جاؤ گے عالم سے تو پھر واپس نہ آؤ گے

وفاداری نہیں ہم میں ہے الفت اپنی دو روزہ / بہت پچھتاؤ گے اکدن جو دل ہم سے لگاؤ گے

ہو اللہ المصور سے شتابی پوچھ لو جا کر / جو شکلیں رہ گئیں باقی انہیں کتنک نہ پاؤ گے

جو سنتے ہو کہ تن میں جان ہے خود پاؤ گے کیا ہے وہ / جب اپنے جسم فانی کو تصور سے مٹاؤ گے

اگر ہے وصل کی خواہش تو ہوگا وصل خود تمکو
خودی کو خود میں گم کر کے جو خود ہی میں سماؤ گے

حکایت سرِ جاناں کی سنو گے گوش دل سے تم
بنا کر بانسری تن کی اگر آپ ہی بجاؤ گے

مقامِ مطلق اپنا خود ہے یہاں سے دو ہی منزل پر
چلے آؤ گے سیدھے گر قدم اپنے بڑھاؤ گے

بہارستان عالم میں خزاں آئیگی اکدم میں
جو تم اے قمر یوں ہا ہو کا شور و غل مچاؤ گے

پلٹ کر جب اُلٹیگی تمہاری ذات اے جاناں
ہمیں یہاں قتل کر کے حشر میں کیونکر جلاؤ گے

مرا جب ہاتھ پکڑا تم نے جاناں کچھ تو شرماؤ
ذلیل و خوار کر کے یہاں مجھے کبتک پھراؤ گے

کھڑا ہے عشق ہی خود اپنی اب وعدہ خلافی پر
مزے پھر وصل میں کیونکر صنم ہم سے اُڑاؤ گے

زیادہ تر رہے گی تم سے ہر دم یار کو نسبت
اگر تم عاشق خواجہ معین الدین کہاؤ گے

١٧٢ ١١

ذاتِ احد کی جو یہاں شکل میں آئی تیری
احمدا خلق میں ثابت ہے خدائی تیری

دل سے شعلے جو نکلتے ہیں جگر جلتا ہے
ہے یہ اے عشق صنم آگ لگائی تیری

یاد رکھتا ہے جو تو اپنا وجود مطلق
کس طرح سے ہوئی پھر مجھ میں سمائی تیری

مل گئے تجھ میں جو ہم خوب ہوا اے پیارے
کب ہمیں خوش تھی محبت میں جدائی تیری

صوت دلبر سے تجھے عشق ہے اے طائر جاں
قفس جسم سے کب ہوگی رہائی تیری

ہاتف غیب کی پائی جو حقیقت تو نے
ہوئی جبریل سے بھی بڑھکے رسائی تیری

عکس میں شخص کو پایا جو معلق اے دل
محو خود آئینہ ہے دیکھ صفائی تیری

نیک وبدیار کے ہیں کام سمجھ کر اے دل — توجو بنتا ہے برا ہے یہہ بھلائی تیری

دستِ مرشد سے ذرا ہاتھ ملاکر تو دیکھ — خود یداللہ سے ملتی ہے کلائی تیری

صلح کل سیکھ لے اے زاہد ناداں ہم سے — سب کے سب حق پہ ہیں ناحق ہے لڑائی تیری

سلطنت ہند کی ہاتھ آئی ہے اے خواجہ چشت
۱۷۴ آج عاشق کو ملی ہے جو گدائی تیری ۱۳

یہ دل اب صنم سے لگا چاہتا ہے — خدا رام اپنا ہوا چاہتا ہے

قدم کی نظر آتی ہے راہ سیدھی — قدم اپنا دم میں اٹھا چاہتا ہے

ہوا عاشقی سے یہی مجھ کو حاصل — کہ برباد عشق اب کیا چاہتا ہے

ہے سیماب خود طالب عکس دلبر — جو آئینہ پر اب چڑھا چاہتا ہے

ہوا جب کہ تخم زمین جسم فانی — تب اُس گل سے سبزہ اُگا چاہتا ہے

نہاں برجِ وحدت میں ہے نور مطلق — قمر ابر میں خود چھپا چاہتا ہے

سمجھ لے یہ اے شیخ سجدہ سے پہلے — کہ سر کس کے آگے جھکا چاہتا ہے

بنا ماہ نو ہے خود ابروئے جاناں — یہ ناخن سے عقدہ کھلا چاہتا ہے

مجھے عشق پھسلا کے لایا عدم سے — برا ہو جو اس کا بھلا چاہتا ہے

چھپاتا ہے تسبیح میں شیخ زنار — مسلمان بھی ہندو بنا چاہتا ہے

حجاب اوٹھ گیا وصل میں جبکہ دل سے — صنم مجھ سے ہر دم ملا چاہتا ہے

ہے طنبورۂ سر میں آوازِ مطلق
دل اُس کا ہی نغمہ سنا چاہتا ہے

۱۷۵
میں اے خواجۂ چشت عاشق ہوں تیرا
ہر اک مجھ کو شاہ و گدا چاہتا ہے
۱۳

تجھے عشقِ جاناں ہوا چاہتا ہے
ترا تو ہی خواہاں ہوا چاہتا ہے

محبت تجھے ہو رہی ہے جو مجھ سے
پھر الفت کا ساماں ہوا چاہتا ہے

جو آیا نظر عشق کے آئینہ میں
وہی عکس انساں ہوا چاہتا ہے

جو ہوں مصحف روئے دلبر کا ناظر
مجھے حفظِ قرآں ہوا چاہتا ہے

زمیں تر جو ہوتی ہے عشق فلک سے
سر خاک بستاں ہوا چاہتا ہے

فنا کے جو مرکب پہ ہے عشق راکب
یہ سب ہُو کا میداں ہوا چاہتا ہے

خود اب وصل میں خاتمہ ہے ہمارا
تمام اپنا ارماں ہوا چاہتا ہے

ہمارا سوئے لامکاں عزم ہے اب
یہ گھر اپنا ویراں ہوا چاہتا ہے

ہے وحشی ترا جامہ عور سے خوش
وہ اب چاک داماں ہوا چاہتا ہے

جو اے برہمن حق ہے خود شکلِ بت میں
تو کیوں پھر مسلماں ہوا چاہتا ہے

جو ہے بوریا فقر کی سلطنت میں
وہ تختِ سلیماں ہوا چاہتا ہے

جو سنتے ہیں ہم صوتِ مطلق کا کلمہ
بدست اپنا ایماں ہوا چاہتا ہے

۱۷۶	ہے فیض شہِ خواجۂ چشت عاشق ترا جمع دیوان ہوا چاہتا ہے	۱۳

سنتا ہوں جس کو مطلق وہ کونسا خدا ہے
کہتا ہوں خود انا الحق پھر کیا یہ ماجرا ہے

پہلو میں یار تیرا بیدار ہے ہمیشہ
ہشیار تو بھی ہو جا غفلت میں کیوں پڑا ہے

بے عین جو عرب ہے رب ہے وہی جہاں کا
احمد جو ہے بلا میم آپ ہی وہ مصطفٰی ہے

تنزیہہ اور تشبیہہ ایک ذات کے ہیں درجے
مطلق ہوا اور مقید گر کچھ تو جانتا ہے

باطن کے راگ کا ہے گر شوق و ذوق تجکو
نی کو بجا کے دل کی نغمہ سُن اس میں کیا ہے

احمد میں خود فنا ہیں ہر دم ہے ہمکو معراج
دیکھو براق نفس آج اپنے بھی زیر پا ہے

آتی نظر ہے مجکو کثرت میں خاص وحدت
پردہ جو تھا دوئی کا وہ دل سے اُٹھ گیا ہے

زاہد یہ تو ہی کہہ دے ہم پوچھتے ہیں اک بات
مسجد میں جا کے سجدہ کس کو تو کر رہا ہے

دیر و حرم کو جا کر تکلیف کیوں اُٹھائیں
خود دل ہے اپنا کعبہ اور آنکھ بتکدہ ہے

محبوب و یار ہے اک دھوکا نہ تھا دوئی کا
مجنون جو ہو کر آیا لیلیٰ وہ خود بنا ہے

کر تن کو اپنے پارہ تا نکلے شخص آپ ہی
کیا دیکھتا ہے صورت تو عکس و آئینہ ہے

مطلق وہ خود ہے بیچوں ہیں متفق سب اس پر
حسرت کی چشم سے تو پھر کس کو دیکھتا ہے

۱۷۷	خواجہ معین دین کا عاشق ہوں اس لئے میں اُن سا جہاں میں کوئی ہادی نہ رہنما ہے	۱۳

عیاں صورت سے آدم کی نہ عیسیٰ ہے نہ موسیٰ ہے
محمد اور احمد اور خود اللہ پیدا ہے

جو تم کہتے ہو اللہ و محمد میں چھپا کیا ہے
وہ مطلق سر بیچوں ہے نہیں کہنے میں آتا ہے

محیط اب کل شئے پر ہوں میں خود وحدت ہوں، خود کثرت
میری ہی ذات سے روشن مہ و خورشید و ذرہ ہے

ہیں تجھ میں ہی سما، عرش کرسی اور ملایک سب
زمین و کوہ نہر و نخل و رنگ و بوئے و سبزہ ہے

کروں کس کا طواف اور جاؤں میں کسکی پرستش کو
ہیں خود بت ہوں خدا ہوں مجھ میں پنہاں دیر و کعبہ ہے

جو ہاتھ آیا ہے میرے دُر یتیم اس کو میں سمجھا خوب
کہیں نیساں کہیں قطرہ بنا خود آپ دریا ہے

سیا ہے عشق کے خیاط نے کیا جامۂ عریاں
ہے مطلق اسمیں یک صنعت نہ سیدھا ہے نہ اُلٹا ہے

تجلی خون کی ہے سب ہمارے روئے روشن پر
یہ کس کا نور ہے چھپکر رگ و ریشہ میں پھرتا ہے

صدا معشوق مطلق کی ہے سب آواز پر غالب
ہے جس کا سامعہ خالص وہی خود اس کو سنتا ہے

پہنکر جامۂ انسان خود آیا شاہد مطلق
جو ہے تنزیہہ اور تشبیہہ حائل اس میں پردہ ہے

مسمّٰی آپ رہتا ہے مٹا کر اسم خود اپنا
فنا خود ہو کے دیکھو کون مردہ کون زندہ ہے

مٹا کر ذات مطلق میں وجود اپنا جو سوتا ہوں
خطر ہے روز محشر کا نہ مجکو خوف عقبیٰ ہے

۱۷۸	معین الدین چشتی کا جو ہوں دیوانۂ عاشق وصال یار میں ہر اک نفس میرا گذرتا ہے	۱۳

صنم کے سامنے اپنے جو موت آہی جاتی ہے
نظر اللہ کی ہر وجہ صورت آہی جاتی ہے

پڑھا دے مرشد کامل جو بسم اللہ کافی ہے
سمجھنے میں دو لفظوں کے ولایت آہی جاتی ہے

شرابِ شوق پینے کا مزہ کیا محتسب جانے
خودی خود ہوتی ہے بیخود تو حرمت آہی جاتی ہے

ہوائے ہُو جو چلتی ہے بہارستان سینہ میں
شگفتہ دل کا غنچہ ہے تو نکہت آہی جاتی ہے

سلگتی ہے جب آتش عشق کی ہر اک نفس میرے
جگر میں دل میں پہلو میں حرارت آہی جاتی ہے

طریقت کا جو ہے کلمہ نہیں کچھ کفر و شرک اُس میں
پڑھے کلمہ شریعت کا تو شرکت آہی جاتی ہے

احد ہے اک جو تم کہتے ہو کب مطلق ہے خود واحد
جب اک سے دو نکلتے ہیں تو کثرت آہی جاتی ہے

کبھی تنزیہہ سے گر خود ہوئے تشبیہہ آتے ہیں
تو ہمراہ لطافت کچھ کثافت آہی جاتی ہے

وصالِ یار میں بھی ہے پریشانی تو خود لب پر
فریبِ عشق کی ہر دم شکایت آہی جاتی ہے

نہ رہنا زاہد و اعمال پر اپنے ہی خود نازاں
ہمارے جرم کے باعث سے رحمت آہی جاتی ہے

بھرا ہے سر کا کاسہ خود انانیت کی نعمت سے
جھکی جاتی ہے جب گردن تو نخوت آہی جاتی ہے

لحد میں عاشق صادق کے کب رہتی ہے تاریکی
وہاں بھی عشق سے شمع رسالت آہی جاتی ہے

۱۷۹	بزرگی خواجہ چشتی پہ گر دے کوئی اوروں کو تو اِس دم دل میں عاشق کے حمایت آہی جاتی ہے	۷

اے مصور میری تصویر یہ کب دستی ہے
عکس میں یار کے موہوم میری ہستی ہے

لامکاں یار کا آئے گا نظر میں کیوں کر
قصر مطلق ہے بلندی نہ اُسے پستی ہے

بادۂ وصل سے بیخود نہ بنوں کیوں ساقی
بند ہے آنکھ میری زور پہ خود مستی ہے

پنجۂ عشاق کا لیجاتے ہیں معشوق تو کیا
زیر دستی ہے نہ آپس میں زبردستی ہے

چھوڑ دو شہر خموشاں میں مجھے لیجا کر
اے خریدار خدا گرم ہے بازار اپنا

ملک ویران ہیں سب آباد وہی بستی ہے
جنس مطلق ہے گراں چیز ہر اک سستی ہے

۱۸۰
دور اک لحظہ نہیں مجھ سے تو اے خواجہ چشت
دل میں عاشق کے سدا شکل تری بستی ہے
۱۷

جوں حباب بحر اپنی ہستی موہوم ہے
ایک ہی لحظہ میں ذات بحت میں معدوم ہے

کون ہے موجود عالم میں محمد کے سوا
غیر ہو مقصود کب ہے کہدو گر معلوم ہے

ایک ہی آواز کے لاکھوں نظر آتے ہیں شخص
شش جہت میں کون ہیں انکی کیسی دھوم ہے

ذات میں اپنی جو پایا بندہ و رب کا وجود
یار اپنا آپ ہی حاکم ہے اور محکوم ہے

گر مٹے حروف دوئی تو وصل میں کب ہے خوشی
دیکھ کر تنہا مجھے عاشق ہی خود مغموم ہے

حق جو ظاہر ہو گیا ہے صورت انسان میں
دمبدم کہنا انا الحق لازم و ملزوم ہے

کنت کنزاً مخفیاً کی لکھتے ہیں تفسیر ہم
علم باطن لوح دل پر اپنے سب مرقوم ہے

میں مسلماں ہوں نہ ہندو نے نصارا نے یہود
عشق کا بندہ ہوں میں سب کو یہی مفہوم ہے

رب مطلق میں فنا خود ہو گئے لاکھوں خدا
ذات میں اپنی سدا وہ حی ہے اور قیوم ہے

اے عدم کے رہرو ہو کر فنا سمجھو یہ رمز
آگے مرنیکے جو مرتا ہے وہی مرحوم ہے

دیدۂ حیراں ہیں کیوں کر آئینگی مطلق کی شکل
دید کی حسرت میں کیوں تو وصل سے محروم ہے

خط عصیاں مٹ گیا ہے چار و ابرو میں صفا
صورت رحمت سے ظاہر ہو گیا معصوم ہے

ہر نفس ہم سن رہے ہیں نغمۂ اللہ ہو
شکل نئے دل تنگ ہمارا روزن حلقوم ہے

جابر اور مجبور کی ہستی سے خود ظاہر ہے تو
کس کو ہم ظالم کہیں اور کون یہاں مظلوم ہے

فاقہ و یاد و قناعت اور ریاضت چار ہیں
اے فقیر و بہ عطا حق کی تمہیں مقسوم ہے

نقد عرفان سو پنتے ہیں سائلان حق کو ہم
ہیں کریم اب دل ہمارا کب بخیل و شوم ہے

۱۸۱	اے معین الدین چشتی عاشق صادق مدام خادم مطلق ہے تیرا اُنس کا تو مخدوم ہے	۱۱

نطق جاناں کی جو کانوں میں صدا آتی ہے
ہر نفس دل سے مرے ہُو کی ندا آتی ہے

ذات بیچوں کی ستائش میں ہے مصروف زبان
اس لیئے دل میں نہیں یاد خدا آتی ہے

لاکے پردے میں جو پوشیدہ ہوئی ذات آلہ
نظر اک شکل مجھے جلوہ نما آتی ہے

باغ سینہ میں کھلی ہے جو صنوبر کی کلی
لامکان سے مرے پہلو میں ہوا آتی ہے

درد دل دیکھ کے کہتا ہے مسیحا مجھ سے
مرض عشق کی کب کس کو دوا آتی ہے

جذب ہوئیگا مجھی میں دم آخر یہ دم
حکم اللہ سے کب اپنی قضا آتی ہے

شغل دنیا میں گزرتے ہیں شب و روز اپنے
عمر آخر ہے جو ہر صبح و مسا آتی ہے

بلبل روح سے کہتا ہے یہی گل ہنسکر
باغ ہستی سے نہیں بوئے وفا آتی ہے

ننگ و ناموس کہاں تھا جو ہوا تو پیدا
دن بدن کس لیئے پھر تجکو حیا آتی ہے

پیر گر دوں کو زمین سے جو تعشق ہے سدا
دمبدم مینہ کے برسنے کو گھٹا آتی ہے

۱۸۲	عاشق خواجہ چشتی کے لب گویا پر صرف اِک یار ہی کی حمد وثنا آتی ہے	۱۷

جو گنج مخفی سے باہر آئے تو عظمت اپنی نظر میں آئی
بنے احد سے جو آپ احمد تو قدرت اپنی نظر میں آئی

خدا کی ہستی کا آئینہ یہ وجود نوری بنا ہمارا
جمال عشق اور عکس جاناں میں صورت اپنی نظر میں آئی

ہوئے جو نقطے سے خود الف ہم تو ہم سے نکلے یہ حرف سارے
کھلی ہماری جو چشم وحدت تو کثرت اپنی نظر میں آئی

قدم ہمارے اُٹھے جو یہاں سے فنا کی رہ دم میں طے ہو گئی
قدم کی منزل پہ ہم جو پہنچے قدامت اپنی نظر میں آئی

عروج پر ہے مقام اپنا نزول پر کب قیام جاں ہے
جو دل سے جاتی رہی کثافت لطافت اپنی نظر میں آئی

تعین اپنا قرار پایا یہ سب کے آگے ہوا ہے ثابت
وجود جلوہ ہزار میں ہے شرافت اپنی نظر میں آئی

نہ ہم ہیں مولیٰ نہ ہم ہیں بندہ نہ ہم ہیں آدم نہ ہم ہیں حوّا
دکھائیں کیا ہم کہ کچھ عجائب حقیقت اپنی نظر میں آئی

وفا کا ہم دعویٰ اب کریں کیا کہ بیوفائی سے عشق تیری
صنم کے ہمراہ دو ہی دن کی رفاقت اپنی نظر میں آئی

تمام اسم و صفات و فعل اپنے ذات مطلق میں گم ہوئے جب
صدا کیسا تھا اپنے دلربا کے یہ نسبت اپنی نظر میں آئی

ہر انجمن میں ہے خلوت اپنی وطن میں ہم کو سفر سدا ہے
تمہاری خدمت میں یار دم بھر نہ فرصت اپنی نظر میں آئی

رہے تعین میں جب تلک ہم دکھائی دیتی تھی ہمکو دوزخ
فنا ہوا جب وجود اپنا تو جنت اپنی نظر میں آئی

فسانۂ عشق جان جاں کا ہے عاشقوں کے جگر کا نشتر
جو دل سے سنتے ہیں کنتُ کنزاً حکایت اپنی نظر میں آئی

جو ہیں شریعت پہ اہل دنیا یقین ہے تقلید ہی کا مذہب
حقیقی ایمان میں عاشقوں کے طریقت اپنی نظر میں آئی

غذا ہماری نہیں ہے جان و دل و جگر اور خون و رگ ہیں
عطا ہوئے ہے کاسۂ سر میں نعمت اپنی نظر میں آئی

ہے مضغۂ گوشت قوت اب اپنا یہ اُس کا چلنا حیات کا ہے
یہ وصل کر ہے جو جوش خوں سے حرارت اپنی نظر میں آئی

ہیں جسم ہم اور جاں ہم ہیں دوئی کہاں ہے دکھا ہم میں
صفات اور ذات ہو کے باہم یہ شرکت اپنی نظر میں آئی

۱۸۳	جناب خواجہ معین دین سے ہوا ہے ہم کو جو فیض حاصل جہاں میں خاص گدائے عاشق ولایت اپنی نظر میں آئی	۲۵

لامکاں میں غُل مچایا یار نے
نغمۂ یا ہُو کا سنایا یار نے

عِشق کا سپنا پڑا تو چونک کر
خواب سے ہم کو جگایا یار نے

مِن عرف کی جستجو میں خود مِلا
کو بکو ناحق پھرایا یار نے

کچھ کہیں ظاہر ہیں اور باطن ہیں کچھ
جلوہ دو رنگی دکھایا یار نے

دم میں دکھلا کر عدم میں سبز باغ
کس لئے ہم کو ٹھگایا یار نے

عشق میں جوں جوں ہوئے برباد ہم
خاک میں ہم کو ملایا یار نے

عِشق کے مکتب میں لیجا کر ہمیں
کُنتُ کنزاً ہی پڑھایا یار نے

بانسری تن کی بجا کر دم بدم
مجھکو مستانا بنایا یار نے

ہتّر بے چونی نہ تھے جو منکشف
سر میں خود آکر جتایا یار نے

صورتِ احمد سے ظاہر ہے احد
چہرہ اپنا کب چھپایا یار نے

دم بدم و اللیل پڑھ کر زلف کو
مصحفِ رخ پر جمایا یار نے

بے زباں تھا میں عدم میں کس لئے
خود سخن مجھکو سکھایا یار نے

لوریاں وحدت کی گا کر عشق سے
میرا گہوارہ ہلایا یار نے

اس جگر کی کچھ نہ سوزش پوچھئے
عشق میں دل کو جلایا یار نے

سرمۂ مازاغ اپنے ہاتھ سے
میری آنکھوں میں لگایا یار نے

صوفئ سرمد تو عالم گیر تھا
کاٹ کر سر شہ مٹایا یار نے

خود انا الحق کہہ کے یہاں منصور کو
دار پر ناحق چڑھایا یار نے

رہ کے خود شہ رگ سے بھی نزدیک تر
کیوں گلا اپنا کٹایا یار نے

بے سری اپنی عدم میں دیکھ کر
کیوں جہاں میں سر اُٹھایا یار نے

آ کے خود لاہوت سے جبروت میں
اپنا پایہ آپ پایا یار نے

ہجر کی باتیں سنا کر وصل میں
خوب مستوں کو رولایا یار نے

یہ تنک ظرفی ہماری دیکھ کر
مئے کا اک قطرہ پلایا یار نے

خاک کے پتلوں میں بھر کر اپنا دم
شعبدۂ نادر بنایا یار نے

ہو گئے مصروف طاعت آپ ہم
روز و شب ہم کو ستایا یار نے

۱۸۴	دام میں خواجۂ معین الدین کے خوب عاشق کو پھنسایا یار نے	۲۳

ہیں اس نئے کے شور و فغاں کیسے کیسے
اک آواز میں ہیں بیاں کیسے کیسے

سنو بلبل باغ بیچوں کا نغمہ
کہ ہیں نکتۂ داستاں کیسے کیسے

سخن ہیں یہ سرِ خفی الجلی کے
نہاں کیسے کیسے عیاں کیسے کیسے

یہ ہے اور ہی شکل انسان نظر کر ‌ ‌ ‌ تعین میں ہیں جان جان کیسے کیسے

عروج و نزول نفس پر ہمارے ‌ ‌ ‌ لگے ہیں سر نردبان کیسے کیسے

مقام بقا پر جو آئے عدم سے ‌ ‌ ‌ فنا ہو گئے کاروان کیسے کیسے

انا الحق کا دعویٰ ہے اجمالاً اپنا ‌ ‌ ‌ ہے تفضیلیوں کو گمان کیسے کیسے

طلسم عدم کی حقیقت نہ پوچھو ‌ ‌ ‌ ہیں وہاں محو پیر و جواں کیسے کیسے

وری الوریٰ کے جو میدان میں پہنچے ‌ ‌ ‌ نظر آ گئے لامکان کیسے کیسے

ہوا قال حق سے سبھی حال ظاہر ‌ ‌ ‌ سخن کر گئے خوش زباں کیسے کیسے

فقط گنج مخفی میں ہے سرّ مطلق ‌ ‌ ‌ ہوئے نام قید اُس کے یہاں کیسے کیسے

قرار اپنے مطلق نہیں ہے نشان کو ‌ ‌ ‌ خجالت میں ہیں دیدبان کیسے کیسے

حباب سمندر ہوئے خود جو اونچے ‌ ‌ ‌ زمین پر بنے آسماں کیسے کیسے

پڑھے یار سے ہم نے جب کُنتُ کَنزاً ‌ ‌ ‌ لیے عشق نے امتحان کیسے کیسے

لیا یار نے ہدیۂ عشق اپنا ‌ ‌ ‌ نو رو ہو گئے ارمغان کیسے کیسے

جو پایا قابضؔ مظہر نار نکلا ‌ ‌ ‌ ہیں طاعت میں پیر مغاں کیسے کیسے

ذرا آپ کو سمجھو اے گبر و دیندار ‌ ‌ ‌ تنازع ہیں یہ درمیان کیسے کیسے

معینؔ اور قطبؔ و فریدؔ زمانہ ‌ ‌ ‌ نظام و نصیر جہان کیسے کیسے

ہوئے پانچ تن خاص یہ چشتیوں میں ‌ ‌ ‌ کہ جن کے ہیں نام و نشان کیسے کیسے

ہے فیضان عشق سرود اُن کا ہر جا ‌ ‌ ‌ ہوئے جمع ہیں نغمہ خوان کیسے کیسے

ہیں اس بزم میں لوگ کس کس طرح کے ‌ ‌ ‌ ہیں یہاں وجد میں رمز داں کیسے کیسے

ہیں گندم نما جو فروشش آج ہر جا　　نظر آئے اہلِ دکان کیسے کیسے

۱۸۵	معین کا ہوں عاشق مرے پیر و مرشد ہیں سب خواجگانِ زماں کیسے کیسے	۲۹

اپنی جو گوش دل سے ہے نسبت لگی ہوئی　　ہے صوت یار پر ہی سماعت لگی ہوئی
ہے یار بے نشان مرا وحدت سے بھی پرے　　کثرت کے ساتھ حسن کی ہے عظمت لگی ہوئی
ہستی نہیں کسی کو بجز ذات بیچگوں　　تہلیل کے ہے ساتھ یہ حجت لگی ہوئی
ہے احمد واحد میں جو یوں اتحاد میم　　ہے ذات سے صفات کی شرکت لگی ہوئی
تم عبد و رب جو سمجھے ہو دونو ہیں خود عدم　　دیکھو کہ اپنی کس سے ہے الست لگی ہوئی
گنبد میں سر کے ہے جو معلّق منیب خود　　ہمراہ جان ہے اوس کی نیابت لگی ہوئی
حبل الورید میں جو لہو کہا رہا ہے جوش　　ہر دم ہے دل کے ساتھ حرارت لگی ہوئی
معراج مصطفےٰ کی حقیقت کھلیگی کب　　ہے منہ پر اپنے مہر نبوت لگی ہوئی
ظاہر ہوا جو شخص ہے پڑتا ہے اسکا عکس　　دیکھ آئینہ سے کسی کی ہے صورت لگی ہوئی
رکھو خیال اپنے عروج و نزول پر　　دم کی اُلٹ پلٹ ہی ہے زحمت لگی ہوئی
ہے شکل خاک آب سے پیدا تو کیا ہوا　　پانی کے ساتھ کب ہے جسامت لگی ہوئی
دیکھا خدا کے گھر میں جو لات و منات کو　　ہر بت کدہ سے رہتی ہے مورت لگی ہوئی
واصل نہیں خدا سے یہ کہتے ہیں اپنا بھید　　سرِ خفی سے اپنی ہے قربت لگی ہوئی

ہے حق تو صاف کہدے انا الحق پکار کر — سر دار کے ہے ساتھ سیاست لگی ہوئی

ہے عشق بیوفائی پہ ہر وقت مستعد — کیوں یار کے ہے ساتھ محبت لگی ہوئی

آئے عدم سے دار فنا میں عبث تو کیا — ہے اپنے دم کے ساتھ ہی رحلت لگی ہوئی

دیکھی جو روشنی تو ہیں بیہوش اہل قبر — زیر زمین ہے شمع رسالت لگی ہوئی

آب و منی و حیض کی بنیاد جسم ہے — نکلے گی کب بدن سے غلاظت لگی ہوئی

دیکھ اپنی اصل کو کہ ازل ہی سے پاک ہے — ناحق ہے تجکو فکر طہارت لگی ہوئی

ضائع نہ کر نماز میں اے شیخ پیچ وقت — ہر دم ہے دل سے یاد عبادت لگی ہوئی

اغیار سے نہ پوچھ میری دوستی کا حال — ہے غیریت کے ساتھ عداوت لگی ہوئی

کس منہ سے شیخ جائے گا خلد بریں کو تو — ہے نام جد پہ تیرے ندامت لگی ہوئی

چونکا جو نیند سے تو نہ احوال کچھ کھلا — خواب عدم سے کیوں ہے یہ غفلت لگی ہوئی

دیوانہ خود ہوں میں میری ہر بات میں ہے گھات — ہر رمز سے میری ہے فراست لگی ہوئی

باقی رہے گی بعد فنا اپنے دم کے ساتھ — تنہائی کی فقط تری حسرت لگی ہوئی

پا چشمۂ حیات کو آنکھ اپنی کر کے بند — ہمراہ روشنی کے ہے ظلمت لگی ہوئی

ابلیس کو ذل نے کیا آپ ہی خراب — ناحق ہے اُس کے ساتھ ملامت لگی ہوئی

لائیں جہاں کو رستے پر اپنے یہ کیا کریں — اک درمیان ہے راہ شریعت لگی ہوئی

۱۸٦	خواجۂ معین دین کا جو عاشق ہے اُس کے ساتھ محمود کی ہے شانِ خلافت لگی ہوئی	۹

مزمار رگ گوش میں آواز ہے اُسکی
تار نفس و ہوش میں آواز ہے اُسکی

توریت و زبور نہ انجیل میں ہے صرف
خود آیت منقوش میں آواز ہے اُسکی

پہلو سے نکلتی ہے صدا اپنے جو ہر دم
اس دل کے سدا جوش میں آواز ہے اُسکی

خود صوت یہ غیبی جو سمائی ہے دہن میں
مخفی لب خاموش میں آواز ہے اُسکی

آنکھیں جو مُند ہیں آئی ندا صاف اسی وقت
شہ کاسۂ سرپوش میں آواز ہے اُسکی

سنتے تھے پرے عرش کے ہم جس کے سُخن کو
اس گنبد منقوش میں آواز ہے اُسکی

ہر چیز کی جنبش سے نکلتی ہے صدا خود
سمجھو تو خور و نوش میں آواز ہے اُسکی

مستی میں بجاتے ہیں جو ہم بالسنری تن کی
خود گونجتی آغوش میں آواز ہے اُسکی

۱۸۷	حاصل یہ ہمیں خواجہ چشتیؒ سے ہوا بھید عاشق کے تن و توش میں آواز ہے اُسکی	۱۹

احد سے جو بنا احمد اُسی کی سب خدائی ہے
جسے کہتے ہیں سب بیچوں وہ جان مصطفائی ہے

ہوا رب سے عرب جب وہ صفی اللہ بنا آدم
عجب موجود مطلق نے یہ شکل اپنی بنائی ہے

محمدؐ کا تعین بن کر آیا خود وجود اس کا
جو ذات مطلق آکر عشق سے اُسمیں سمائی ہے

ہے اک نقطہ میں سارا بھید وصل بیچوں جو نکلا
احد اور ذات احمد میں نہیں مطلق جدائی ہے

صدا معشوق مطلق کی سنی معراج کی شبکو
ہوئی عرش معلیٰ پر محمدؐ کی رسائی ہے

جو چمکا نُور احمدؐ کا ہوا بیہوش خود موسیٰ
نہ سمجھا آگ ایسی طور کو کس نے لگائی ہے

نبی کا جسم اطہر تھا فقط اک نور کا دریا
نکل جاتا تھا ٹپکا جیسے موجوں کی صفائی ہے

ہوالاول ہوالآخر ہو الظاہر ہو الباطن
یہی اک آیتِ مطلق کلام اللہ میں آئی ہے

کسی نے سینۂ محمود سے ہے پایا بھید اس کا
خدائی ملگئی اُس کو بھلی اوسکی کمائی ہے

خدا کو عائشہ کی شکل میں دیکھا محمدؐ نے
جو کہدیں حق کو ہم انسان تو کب اُن میں برائی ہے

جو دیکھا عرش پر جبریل نے چہرہ محمدؐ کا
فرشتو دیکھ لو احمدؐ کی یہ وحدت نمائی ہے

پلادی ہم کو احمد نے مئے وحدت جو دل بھر کر
سدا مخمور رہتے ہیں یہ اپنی پارسائی ہے

ارادہ ذاتِ مطلق کا ہے خود خواہش طبیعت کی
ہیں خود ہم نفس امّارہ تو پھر کس سے لڑائی ہے

ہوا واجب سے خود ممکن تو رکھا اسم اپنا عبد
نظر کر اپنے مولیٰ میں نہ مطلق خود ستائی ہے

وجود حق میں ذات اپنی فنا کرتے ہیں الفت سے
ہماری دیکھو اے احمد یہ کیسی آشنائی ہے

ہے درجہ اُس سے اعلیٰ تر محمدؐ کی ستایش کا
خدا اس کو جو کہدیں ہم کب اُس میں کبریائی ہے

اگر قسمت سے ہاتھ آئے نچھوڑو ہاتھ مرشد کا
یداللہ سے نمایاں خود محمدؐ کی کلائی ہے

صفت دیکھی کسی نے اور کسی نے ذات کو پایا
نبی سے پوچھ لو تم کس کو حاصل منوائی ہے

۱۸۸	معین الدین کی الفت میں کیا ہے ترک دنیا کو جہاں میں عاشق صادق تری سچی گدائی ہے	۱۷

کوچ ہے ملک عدم کا تو تامل کیا ہے
دور منزل ہے تو جانے میں تغافل کیا ہے

ذکر و اشغال و توجہ سے ملے حق کیوں کر
من عرف کا تو ذرہ دیکھ توغل کیا ہے

حال کو دل کے نظر کر کے تو ہو جا خود محو
ہر جگہ تجکو عبث شوق توسل کیا ہے

کان ہیں تم کو اگر باغ میں چل کر سن لو
کس کی آواز ہے وہاں شورش بلبل کیا ہے

جان جان آپ بنو جان سے گذر کر اپنے
بات آسان ہے یہ تم کو تساہل کیا ہے

عاشق زار بنے ہو تو چلو خلوت میں
وصل معشوق کو پھر صبر و تحمل کیا ہے

عارف حق ہو اگر صاف انا الحق کہدو
راہ میں حق کی بھلا تمکو تجاہل کیا ہے

زیب و زینت سے مصفا ہے وجود مطلق
آئینہ خانہ میں پھر تیرا تجمل کیا ہے

زور بازو سے بسر کرتے ہیں اوقات اپنی
ہم نہیں جانتے ہیں راہ توکل کیا ہے

ساری خلقت میں بزرگی جو ملی انسان کو
کہدو آدم کی حقیقت میں تفضل کیا ہے

ہر گھڑی اپنا تو رہتا ہے اُتار اور چڑھاؤ
دیکھئے دم میں ترقی و تنزل کیا ہے

باغ دنیا میں نہیں بوئے وفا کچھ بھی مگر
تو جو مرجھا گیا دو دن ہی میں اے گل کیا ہے

وصل میں کیوں نہیں تسکین ترے عاشق کو
رات دن رہتا ہے بےچین وہ بلکل کیا ہے

مصحف روئے محمدؐ سے جو آواز آئی
روز و اللیل پڑھا کرتی ہے کاکل کیا ہے

۱۸۹	خواجۂ چشت کے روضہ پہ تصدق کے لیئے ساتھ عاشق کے چلو جلد تکاہل کیا ہے	۱۹

نکلتی ہے جو واجب سے صدا آواز دلبر کی
نہیں اکدم بھی ممکن سے جدا آواز دلبر کی

ہُو الاول ہُو الآخر ہُو الظاہر ہُو الباطن
انہیں ناموں سے خود ہے ابتدا آواز دلبر کی

اگر ہے طالب مولیٰ تو پڑھ آیت یہ عارف سے   کہ ہے معنی کی اُس کی انتہا آواز دلبر کی

صفت حاصل ہے کانوں کو ترے گریا سمیع کی   تو اُس کو دمبدم ایدل سنا آواز دلبر کی

مکان و لامکان و عرش و کرسی کے پرے سے بھی   ہے آتی شش جہت میں جابجا آواز دلبر کی

فنا ہونگی صدائیں سب کی اکدن صوت مطلق میں   فقط ہے ذات میں اپنی بقا آواز دلبر کی

عبادت ہم سمجھتے ہیں کہ گانا خود دوگانہ ہے   بنی ہے عارفو اپنا خدا آواز دلبر کی

وہ اُتریگی کبھی مستی اگر دل کو ہے شوق و ذوق   سنا دے تن کی نئے لیکر ذرا آواز دلبر کی

لگی رہتی ہے گوش دل سے ہر دم اُسکی ہی نسبت   یہ کیسی ہے جہاں میں دلربا آواز دلبر کی

ہوئی اللہ کی الفت سے ثابت بیوفائی جب   ہے ہم سے باوفا اور آشنا آواز دلبر کی

نہیں ہستی کسی کو یہاں کہاں رب ہے کدھر بندہ   جہاں میں رکھتی ہے نشو و نما آواز دلبر کی

خودی میں اپنی گم ہو رکھ صدائے باطنی دل پر   سنی جائیگی تجھ سے برملا آواز دلبر کی

ہوس ہے دید کی بیجا نظر سے غیب ہے خود وہ   نظر آئیگی کب تم کو بھلا آواز دلبر کی

صدا آتی ہے خود منہ سے جو اپنی ہمکلامی میں   ہے گویائی کا گویا معجزہ آواز دلبر کی

پرستش میں جو حق کی ہے یہ کم فہمی ہے زاہد کی   الوہیت سے ہاں کچھ کم ہے کیا آواز دلبر کی

صفات و ذات سے حق کی وجود اُسکا تھا پہلے بھی   سمجھ مطلق ہے ذات کبریا آواز دلبر کی

صدا آتی ہے کانوں میں جو اپنے پردۂ دل سے   ہوئی ہے من عرف سے مجھ پہ وا آواز دلبر کی

عرب کو رب جو کہتا ہوں ہے یہاں کچھ اور ہی مطلب   حقیقت میں نبی ہے مصطفیٰ آواز دلبر کی

۱۹۰	سنادی خواجہ چشتی نے صوت اپنی جو عاشق کو ہوئی ہے اُسکی آپ ہی مبتلا آواز دلبر کی	۱۹

کہاں ہے لامکاں میں در بدر اللہ ہی اللہ ہے — خدائی میں ہر اک فرد بشر اللہ ہی اللہ ہے

احد سے جو بنا احمدؐ اُسیکا نام ہے واحد — ہمارا اک یہی پیغامبر اللہ ہی اللہ ہے

ابوبکرؓ اور عثمانؓ ہیں خدا نزدیک عارف کے — علی اللہ ہی اللہ ہے عمرؓ اللہ ہی اللہ ہے

کھلا نورُ السّمٰوٰتِ کی آیت سے یہی عقدہ — کہ زیر اللہ ہی اللہ اور زبر اللہ ہی اللہ ہے

خیال سورۃ وَاللَّیل و الفجرؔ جو رکھتے ہیں — ہمارے پاس ہر شام و سحر اللہ ہی اللہ ہے

سمجھکر معنی آمَنتُ بِاللهِ اب کہتا ہوں — ہے خیر اللہ ہی اللہ اور شر اللہ ہی اللہ ہے

یہی پیر مُغان یا قَابِضُ پڑھ پڑھ کے کہتا ہے — ہے نار اللہ ہی اللہ اور شرر اللہ ہی اللہ ہے

ہے مطلق نام اُسیکا سبب جہاں میں قاضِیُ الحَاجَات — ہے سیم اللہ ہی اللہ اور زر اللہ اللہ ہی ہے

نہال گلشن ہستی اُگا ہے پڑھ کے یہ کلمہ — شجر اللہ ہی اللہ ہے ثمر اللہ ہی اللہ ہے

یہی کہتا تھا آزر خود بنا کر بت کو ہاتھوں سے — صنم اللہ ہی اللہ ہے حجر اللہ ہی اللہ ہے

تجلّیٔ جلالی اور جمالی سے کھلی یہ رمز — ہے شمس اللہ ہی اللہ اور قمر اللہ ہی اللہ ہے

ندا ہر اک نفس آتی ہے مجکو جانِ جاناں سے — سراپا و دل و خونِ و جگر اللہ ہی اللہ ہے

در شہوار کہتا ہے لگا کر منہ کو کانوں سے — زمرد اور یاقوت و گہر اللہ ہی اللہ ہے

اگر چشم بصیرت ہے تو دیکھ اب ساری خلقت میں — کہ ہر اک ذرّہ میں خود جلوہ گر اللہ ہی اللہ ہے

تو جسکی دید کا طالب ہے تیری مردمک ہے وہ — سمجھ اے بوالہوس تیری نظر اللہ ہی اللہ ہے

سمندر جوش کھا کھا کر یہی کرتا ہے شور و غل — حباب و قطرہ و موج اور بھنور اللہ ہی اللہ ہے

بزرگ و خرد کا رتبہ ملیگا کب حقیقت میں — پدر اللہ ہی اللہ ہے پسر اللہ ہی اللہ ہے

کریں ہم فیصلہ اب کس طرح شیخ و برہمن کا — اِدھر اللہ ہی اللہ اودھر اللہ ہی اللہ ہے

۱۹۱	ہیں عاشق اُس کے ہم بندے ہمارا خواجہ چشتی معین الدین پیر راہ بر اللہ ہی اللہ ہے	۳۳

مری ہستی ہے یہ ہستی خدا کی — یہ شکل اپنی ہے صورت مصطفیٰ کی
اناالحق کا جو ہم کرتے ہیں دعوے — حقیقت ہے یہی سرّ انا کی
فنا کا عزم رکھتے ہیں جو ہر دم — ہمیشہ دل کو ہے خواہش بقا کی
تعین سے جدا ہوں گا میں اک دن — یہی ہے کیفیت روز جزا کی
جہاں میں ہم ہیں اور ہم میں جہاں ہے — کھلے گی رمز کیوں کر ما سوا کی
نماز اپنی پڑھا کرتے ہیں آپ ہی — نہیں ہے بندگی اپنی ریا کی
کھڑے ہیں دست بستہ ہم رضا پر — نہیں تسلیم میں حاجت دعا کی
مٹا کر نخل ہستی دیکھ اپنی — کدھر بنیاد ہے نشو و نما کی
جو ہیں زندان ہستی میں مقید — خطا ثابت ہوئی حرص و ہوا کی
وہی درویش کامل ہے قلندر — ہے جس کو معرفت صوت و صدا کی
بنی ہے سرمۂ چشم بصیرت — ملی جو خاک تیرے نقش پا کی
اُٹھایا میں نے جو بار امانت — ہے طاقت ایسی کب ارض و سما کی
جدائی میں تو کس کی مضطرب ہے — کہ تیری شکل ہے خود دلربا کی
کہاں خلوت میں رب ہے اور بندہ — دوئی کی ہیں یہ سب باتیں دغا کی
مقام وصل میں تو خود ہے بیچوں — نہیں وہاں اصل کچھ چون و چرا کی

ستم اُن کا ہے ایمان عاشقوں کا
شکایت کچھ نہیں جور و جفا کی

مریض عشق کی ہے غیر حالت
ہوئی تاثیر کچھ تیری دوا کی

پھنسا ہوں دام میں اک بیوفا کے
کروں توصیف کیا اپنی وفا کی

کرو دم مجھ پہ تم وَاللیّل پڑھ کر
کہ تارو ہو بلا زلف دوتا کی

حقیقت موج کی سمجھے ہوئے ہیں
نہیں مطلق ہمیں دہشت قضا کی

ہو چپ کیوں خفتگان خاک کہدو
ہمیں کچھ کیفیت اپنی وفا کی

رواں ہے زخم دل سے خون ہر دم
لگی برچھی ہے یہ کس کی ادا کی

لہو ہے عاشقوں کا اس قدر شوخ
کہ یہاں کب سرخ ہے رنگت حنا کی

وجود احمدی میں ہم فنا ہیں
صفت اپنی ہے خود صل علیٰ کی

علی کی شکل ہے آنکھوں میں اپنی
ہے ہر دم یاد دل میں مرتضیٰؑ کی

جو غیب الغیب کا لکھتا ہوں مضمون
یہ جدّت ہے میری طبع رسا کی

پہنچتا ہوں میں دم میں لامکان تک
ہے رفتار ایسی کب باد صبا کی

تمہارے عشق میں بے باک ہوں میں
ہے نسبت مجھ سے کب خوف و رجا کی

ترا دم مارتا ہے دم بدم وہ
محبت ہے یہ تیری کس بلا کی

کہیں اُسکی خبر لے جلد اے عشق
بری حالت ہے تیرے آشنا کی

جو عاشق کا ہے جامہ زعفرانی
یہی اک خاص زردی ہے طلا کی

مبرّا ہے تو خود نام و نشاں سے
زباں کس کو تری مدح و ثنا کی

۱۹۲	یہ عاشق خواجۂ چشتی سے کرعرض ہے شہرت خلق میں تیرے گدائی	۱۳

کعبے میں بس گیا ہے صنم کس کے واسطے
خود بتکدہ بنا ہے حرم کس کے واسطے

ہے دل دہی میں کسکی مرا قلب مضطرب
سرعت میں ہر نفس ہے یہ دم کس کے واسطے

نشو و نما ہمارا اگر ہے فنا کے بعد
پیدا ہوا ہے ملک عدم کس کے واسطے

تخم زمین ہے اپنا تن زار ایک روز
کہیئے کہ ہیں یہ ناز و نعم کس کے واسطے

سرد آہ کرکے روتے ہیں ہو ہو کے زرد رو
ہے عاشقوں کو درد والم کس کے واسطے

جو کچھ تھی سرنوشت وہ سب ختم ہوچکی
باقی رہے ہیں لوح و قلم کس کے واسطے

تحقیق کرلو آپ ہی اپنے سے پوچھکر
اس جا عدم سے آئے ہیں ہم کس کے واسطے

گر باغبان لم یزلی کو نہیں ہے حرص
سرسبز ہے یہ باغ ارم کس کے واسطے

عشاق چل رہے ہیں جو ہر دم قدم کی راہ
خود اُٹھ رہے ہیں انکے قدم کس کے واسطے

اقبال ہر طرح سے ہے وحدت کا خود ہمیں
کہدو کہ ہے جہاں میں قسم کس کے واسطے

موج و حباب و قطرۂ و گرداب بن کے خود
مخلوق پر محیط ہے یم کس کے واسطے

ہے عاشقوں کو سورۃ اخلاص کا جو ورد
ہر اک نفس ہے اُنکا یہ ضم کس کے واسطے

۱۹۳	عاشق نہ ہوتے خواجۂ چشتی کے ہم اگر آتا جہاں میں فضل و کرم کس کے واسطے	۳۱

خُدائی کا دعویٰ جو بُت کر رہا ہے	بجا ہے بجا ہے بجا ہے بجا ہے
انا الحق جو کہتا ہوں یہ قول میرا	سدا ہے سدا ہے سدا ہے سدا ہے
حقیقت کو اپنی سمجھ اُس کا مطلب	اَنا ہے اَنا ہے اَنا ہے اَنا ہے
سنی مَن عرف کی جو رمز اُس سے پیدا	صدا ہے صدا ہے صدا ہے صدا ہے
نظر آرہا ہے جو عالم میں مجھ کو	خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
جو سرّ خفی الخفیٰ ہے وہ مجھ میں	چھُپا ہے چھُپا ہے چھُپا ہے چھُپا ہے
ہے وہ مجھ میں واصل نہیں ایک دم بھی	جدا ہے جدا ہے جدا ہے جُدا ہے
پڑھا کُنتُ کنزاً کا جب درس اُسمیں	ولا ہے ولا ہے ولا ہے ولا ہے
فریب محبت جو کھایا ہے میں نے	دغا ہے دغا ہے دغا ہے دغا ہے
جناں سے جو نکلا میں حرص و ہوا سے	خطا ہے خطا ہے خطا ہے خطا ہے
جو دیوانہ ہوں میں یہ قسمت کا میرے	لکھا ہے لکھا ہے لکھا ہے لکھا ہے
تجلی زلف صنم شب جو دیکھی	بلا ہے بلا ہے بلا ہے بلا ہے
عبادت میں رب کی جو ہے شیخ یہ کب	روا ہے روا ہے رولہے روا ہے
صنم ایک اپنا پرستش کا خواہاں	ہُوا ہے ہُوا ہے ہُوا ہے ہُوا ہے
نماز فنا میں جو ہوں میں کب اوسمیں	ریا ہے ریا ہے ریا ہے ریا ہے
تو دیکھ اپنی صورت کہ آئینہ دل کا	صفا ہے صفا ہے صفا ہے صفا ہے
جو غم کھا رہا ہے مریض محبت	دوا ہے دوا ہے دوا ہے دوا ہے
جو چاہے وہ کر میرے حق میں شتابی	رضا ہے رضا ہے رضا ہے رضا ہے

دم واپسیں دل جو مضطر ہے اپنا	قضا ہے قضا ہے قضا ہے قضا ہے
جفا سے جواب جان جاتی ہے میری	وفا ہے وفا ہے وفا ہے وفا ہے
تعیّن کو میرے فنا ہے تو مجکو	بقا ہے بقا ہے بقا ہے بقا ہے
نڈر قبر سے تُو یہی عافیت کی	سرا ہے سرا ہے سرا ہے سرا ہے
تری یاد میں خون پیا ہے یہ اپنی	غذا ہے غذا ہے غذا ہے غذا ہے
بُرا کہتے ہو میرے حق میں جو دَاتا	بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے بھلا ہے
مری قال کا یہ بہرحال مضمون	بنا ہے بنا ہے بنا ہے بنا ہے
نہ جانو مرا دستر دل ہے خالی	بھرا ہے بھرا ہے بھرا ہے بھرا ہے
جو کہتا ہوں طالب کو مطلب وہ سمجھو	سوا ہے سوا ہے سوا ہے سوا ہے
زبردست مرشد مجھے شاہ محمود	ملا ہے ملا ہے ملا ہے ملا ہے
مرا راز سمجھے وہی ذہن جس کا	رسا ہے رسا ہے رسا ہے رسا ہے
ہوی نعمت خاص مرشد سے مجکو	عطا ہے عطا ہے عطا ہے عطا ہے

١٩٤ — ترا عاشق زار اے خواجہ چشتؒ
گدا ہے گدا ہے گدا ہے گدا ہے — ٢١

بیچوں و بیچگوں ہے کب رب کو ہمسری ہے
جتنے تعینات حق ہیں وہ سب خدا ہیں

یہہ رمز معرفت کی الکبات ہر سری ہے
سنتے ہیں جس کو واجب ممکن ہے وہ بری ہے

لفظ احد سے مشتق ہے احمد بلا میم سرِّ محمدی کی معنیٰ پیمبری ہے

صورت پہ مصطفیٰ کی آدم ہوا جو پیدا ہجدہ ہزار عالم پر اُسکی سروری ہے

کہتے ہیں جس کو ہم دل وہ دل ہے مطلق اپنا اُس دل کے آگے کب یہ قلب صنوبری ہے

لاہوت کے جہاں میں ہر دم جو پھر رہے ہیں اپنے سفر میں مطلق کب خشکی و تری ہے

مشکور آپ اپنا ہوتا ہوں ہر نفس میں پہلو میں ہے جو دلبر قسمت کی یاوری ہے

مئے وصل کی جو پی لی مخمور ہوں ہمیشہ شیشے میں میرے دل کے اُتری ہوئی پری ہے

ہم جو سگن سنے ہیں نرگن بسا ہے ہم میں نام اپنے ہی صنم کا نارائن اور ہری ہے

چڑھ جاؤں دار پر میں کہکر انا الحق اکڑن یہ حسرت و تمنا دل میں میرے بھری ہے

ہے حکم شرع اُن پر دنیا کی رہ پہ جو ہیں دولت میں فقر کی کب قانون اکبری ہے

پھرتے ہیں دربدر کیوں سجادہ و مشائخ حرص جہاں میں اُنکی عزت کی ابتری ہے

بدنام کر رہے ہیں عشاق کو یہ دونو بزم قلندران میں مُلا نہ منتری ہے

ہمراہ مہر کے ہے زہرہ فلک پہ ہر دم پیش نظر ہمارے کب اُنکو مشتری ہے

تاب صفات مطلق سایہ فگن ہے سب پر بدلی میں جس طرح سے خورشید انوری ہے

ہوا امتیاز وحدت کثرت میں کس طرح سے تابندہ اختروں میں ماہ منوری ہے

عاشق گلا رہے ہیں بوتہ میں دل کے زر کو اس کسب کے مقابل کب فن زرگری ہے

اے رہرو عدم تو خوف و رجا مٹا دے مطلق ہے وہاں خرابی اپنی نہ بہتری ہے

دُرِّ یتیم عرفان ہے بے بہا ہمارا پرکھے جہاں میں اُسکو جو شخص جوہری ہے

صوت و صدائے غیبی جو گوش زد ہے اپنے سر میں سمایا آکر خود سر دلبری ہے

۱۹۵	خواجہ معین دین کا عاشق ہوا ہوں اپنا ہے صوفیہ طریقہ مذہب قلندری ہے	۱۸

جو سمجھا اصل آدم کی وہی انسان کامل ہے
نہ پہچانے اگر ہم کو وہ کب عالم ہے جاہل ہے

جو مُلّا اور عالم ہے نہیں ہے منتہی وہ بھی
ہے عِلم مَن عرف جسکو وہی عالم ہیں فاضل ہے

یہ نکتہ پوچھتے ہیں ہم ہے استعداد تو کہدو
احد میں میم کا نقطہ بھلا کیسا یہ شامل ہے

ہے ممکن پر نظر جسکی ہمیشہ اس کو ہے فرقت
جو سمجھا رمز واجب کو اُسیکا نام واصل ہے

زبان و دل کے ذاکر کی خودی ہو کس طرح خود گم
صفات اپنی جو کھوتا ہے وہی کا سب سے شاغل ہے

وجود بحت اُسکا کس نے دیکھا ہے خدائی میں
ہے جسکو دید کا دعویٰ گھمنڈ اُسکا یہ باطل ہے

بھرے ہیں گوش جاں نے ہمیشہ نطق مطلق سے
ترانہ جو ہے بے صوت و صدا دل اُسکا مائل ہے

بنا ہے صورت رحمان میں آدم گنج مخفی میں
کلام حق پر اپنے خود کلام اللہ نازل ہے

نکلکر تم تعین سے بنو خود جان جان اپنی
یہی اک ہستی موہوم جان و دل میں حائل ہے

سوا میرے انا الحق کون کہہ سکتا ہے عالم میں
مجھی کو آج الحق رتبہ منصور حاصل ہے

توجہ پر کوئی نازاں لطف پر کوئی شاداں
جو وصلِ یار کا ہے لطف ہے اک اُس سے غافل ہے

قلندر اہل دنیا سے کہاں لیتے ہیں سیم و زر
نہیں درویش وہ کم بخت جو عالم میں سائل ہے

ہمارا مرشد کامل نہیں بے علم و کم رتبہ
لیاقت اور شرف میں کب کوئی اُسکا مقابل ہے

وہ کب ذی ہوش ہے طالب تلاش و جستجو کر کے
نہ ڈھونڈے ہے پیر کو ایسے اگر وہ سست و کاہل ہے

اُٹھایا کس نے یوں بار امانت اُسکا عالم میں
ہمارا سلسلہ اویسی اک سرِّ بیچونی کا حامل ہے

گلہ جور و جفا کا کر رہے ہو کس کے آگے تم
مسیحا سے بھی چنگا ہو نہیں سکتا ہے زخم دل

جو ہے مقتول کا چہرہ اُسی صورت میں قاتل ہے
نہیں معلوم کس سنت حینائی کا یہ گھایل ہے

۱۹۶	معین الدین چشتی کا کہاتا ہے جو عاشق یہاں فقیروں میں میاں محمود گجراتی کے داخل ہے	۳۰

واصلوں کو ہجر کا مطلب سنانا منع ہے
ہیں جو مصروف بکا اُن کو ہنسانا منع ہے

روز محشر کسطرح پہونکوگے اسرافیل صور
خفتگان وصل مطلق کا جگانا منع ہے

کیا پڑے ہو حق حق و بق بق میں تم اذکار کے
عارف حق ہیں جو اُنکو لب ہلانا منع ہے

نقشبندی قادری کے پاس ہے ممنوع راگ
چشتیوں کے پاس کب گانا بجانا منع ہے

اے حسینو یاد رکھو مصحف رخسار پر
بے پڑھے واللیل زلفونکا جمانا منع ہے

کہدے جاکر اُس مسیحا کے کوئی یہ کان میں
عشق کے مردے جو ہیں اُنکو جلانا منع ہے

ساقی میخانۂ توحید کہتا ہے سدا
ہاں تنک ظرفونکو اس مئے کا پلانا منع ہے

شاہد مطلق مجھے پردے میں کہتا ہے یہی
یار کی خلوت میں غیروں کو بلانا منع ہے

پھاڑ کر اُس کے اوڑا دے اے مسیحا دھجیاں
اس دل صد چاک پر خون کا سلانا منع ہے

کیا کہیں جب سے لیا ہے جوگ اُس کے عشق کا
ہم کو اس دنیائے دوں سے دل لگانا منع ہے

سامعہ خالص ہو جن کا کان بھر دے اُسکے تو
ہر کسی کو نغمہ باطن کا سنانا منع ہے

قمریو مستی میں آکر نعرۂ ھُو ھُو کرو
اس چمن میں شور کو کو کا مچانا منع ہے

ہے ہمارے بورئے سے تخت سلطانی کو فخر
اس حصیر فخر پر مسند بچھانا منع ہے

حال وقال مکر سے ہے شیخ لازم احتراز
طالبوں کو راہ میں حق کی ٹھگانا منع ہے

جو کہ ہیں مجذوب اُن سے فیض حق ہوتا ہے گم
سالکو اپنے کو دیوانہ بنانا منع ہے

واعظو پند و نصیحت سے زبان کو روک دو
عاشقوں کو ایسی باتوں سے ڈرانا منع ہے

ہو گئے آدم سے ابتک قتل لاکھوں عشق باز
عاشقوں کا اے صنم کب خون بہانا منع ہے

ہے تماشائے صفات یار کا آنکھوں کو شوق
پتلیاں تار نظر پر کب نچانا منع ہے

لیٹ جا پہلو میں میرے اے عزیز غمگسار
آشنا کو گور میں تنہا سُلانا منع ہے

عشق کی آتش سے خاکستر ہے خود اُنکا جگر
چھیڑ کر عشاق کا پھر دل جلانا منع ہے

جو نماز بیخودی ہے اُسکی ہے ترکیب اور
محویت کی بندگی میں سر جھکانا منع ہے

جو رضا پر مستعد ہیں مانگتے ہیں کب دعا
صاحب تسلیم کو ہاں ہاتھ اُٹھانا منع ہے

چاب کر ٹکڑے جگر کے پی رہے خون دل
عاشقوں کو ایسی نعمت کا کھلانا منع ہے

اے پری پیکر نہ ہرگز ڈال چہرے پر نقاب
واصلوں سے اپنی صورت کا چھپانا منع ہے

طالب دنیا مخنث اور مونث دوسرا
آنکھ ان دونو سے مردونکو لڑانا منع ہے

خواہش دنیا و عقبیٰ میں ہیں دونو بوالہوس
ہاتھ اپنا اُنکے ہاتھوں سے ملانا منع ہے

مدرسہ میں عشق کے داخل ہو جو شوق سے
کُنتُ کنزاً کا سبق اُس کو پڑھانا منع ہے

یہہ ملاقات آخری ہے پوچھ لو اسرار غیب
ہم عدم کو جاتے ہیں پھر وہاں سے آنا منع ہے

بے نشاں کے وصل میں ہو کر فنا جو مٹ گئے
اونکی تربت کا نشان مطلق بنانا منع ہے

۱۹۷	عاشق خواجہ معین الدینؒ کا ہے جو کسب وصل دفعتاً ہر ایک کو اُس کا دکھانا منع ہے	۱۳

آدم و عیسیٰ و موسیٰ ہے نہ یہاں داؤد ہے — صورت نقط محمدؐ ہیں جہاں موجود ہے
جان لو خود آمدہ سے اُس خدا کے ہے مُراد — جو ہوالاول ہے مطلق صاحب مقصود ہے
لامکان خود غیب ہے وہاں عرش و کرسی ہے کہاں — یہاں جو ظاہر شش جہت ہے نیست اور نابود ہے
اُنما پڑھ کر جو ایمان کو نہیں کرتا ہے صاف — وہ نہیں دیندار مطلق کافر مردود ہے
جو نہیں کرتا ہے کسب انتمو تو زیست ہیں — زندگی بے اصل ہے اُسکی کب اوسکو سود ہے
من عرف حاصل ہے جس کو ہے وہی خود کامیاب — جو نہ سمجھا آپ کو پھر اُس کو کب بہبود ہے
خلوت و وصل صنم کی کیا کہوں حالت تجھے — یار کی بارادری میں دم مرا مسدود ہے
جا کسی بحر کے پاس اور بات یہہ آہستہ پوچھ — سامعہ پر آب تر ہے کسکی صدا محدود ہے
وقت سجدہ کے فنا ہو کر ذرا خود دیکھ لے — کعبۂ دلمیں ترے خود جلوہ گر مسجود ہے
پڑھ لیا قرآن مگر کچھ شیخ تو سمجھا نہیں — خود ہُوالظاہر کے مطلب سے خدا مشہود ہے
ہستئ موہوم کو دیدار ہو گا کس طرح — دیکھ عین وصل میں خود آنکھ بھی مفقود ہے
جو کہ الانسان سرّی کی حقیقت پا چکا — مرتبہ اُس کی انانیت کا بس افزود ہے

۱۹۸	ملک گجرات و دکن میں خواجہ چشتیؒ کے لوگ کہتے ہیں عاشق کا مُرشد ہاں میاں محمودؒ ہے	۲۳

آواز مطربوں کے جو حلق و دہاں میں ہے
وہ صوت خود ہمارے ہر اک تارِ جان میں ہے

ہے عرش کے پرے مری کرسیٔ قصرِ شان
جو لامکان میں ہے وہی میرے مکان میں ہے

ہم بھی رہیں خدا بھی رہے اک وجود میں
اے مشرکو نہ اپنے یہ شان و گمان میں ہے

ذات و صفات حق سے جدا کب ہے کائنات
اللہ کے سوا نہ کوئی اِس جہان میں ہے

جسم اپنا یا ممیت نے دم میں مٹا دیا
گھر ہے مرا سقر میں نہ مسکن جنان میں ہے

سمجھو نہ دو عروج و تنزل کو عشق کے
جو دم کہ پیر میں ہے وہی دم جوان میں ہے

اک آدم صفی کی ہے ہر دم اُلٹ پلٹ
آگے جو تھا سو آج وہی اس زمان میں ہے

سبزہ جو بن گیا ہے وہی شکل خس ہے خود
صحرا میں جو اُگا ہے وہی گلستان میں ہے

پیر فلک کے طبقے کہاں ہم سے ہیں جدا
جو کچھ ہے اپنے سر میں وہی آسمان میں ہے

باطن ہیں کب ہے جان ہو الظاہر کی رمز
جیسے کہ تو عیان ہے وہی خود نہان میں ہے

کب چرم و گوشت اُسکی حقیقت کو پاسکے
بنیاد مغز بہر خفی استخواں میں ہے

ظاہر ہو کس طرح سے خریدار پر یہ بھید
جو جنس غیب ہے وہ ہماری دکان میں ہے

کُن ہی سے ابتدا ہے مرے قیل و قال کی
سب انتہائے حال مرے ہی بیان میں ہے

ہے کُنتُ کنزاً اول تفصیل کائنات
شرح دقیق اوسکی مری داستان میں ہے

دم میں ہمیں چڑھا دو ورای الوریٰ تلک
یہہ عزم اپنی فکر ہی کے نردبان میں ہے

جاری جو ہو گیا ہے مرا چشمۂ حیات
رفتار دل کی اِس لئے خونِ روان میں ہے

غنچہ سے اپنے دل کے تعشق جو ہے اِسے
خود بلبل نفس مری شور و فغان میں ہے

اپنا سخن ہے وحی جو احمد بنے ہیں ہم
جبریل کا مقام ہماری زبان میں ہے

بے اسم و بے صفات سے ہے ہمدمی مجھے
وہ یار کب جدا ہے جو نام و نشان میں ہے

بے صوت نطق یار جو سنتا ہے ہر نفس
اُسکا شمار انجمن رمز دان میں ہے

کب حسب شہود سے حل ہوں مرے نکات
رمز وجود اپنی ہر اک چیستان میں ہے

ہے خود خدا کی ذات میں گنتی ہماری اب
سیّد ہیں شیخ ہیں نہ مغل ہیں نہ خان ہیں ہے

۲۱	عاشق معین رح دین کا جو کہتا ہے سرّ حق مخفی یہ راز خاص دل چشتیاں میں ہے	۱۹۹

مرا تن وصل میں جو گم ہے مطلق جان باقی ہے
رہے یہ جان بھی باقی یہ کب ارمان باقی ہے

مندہی ہیں خود مری آنکھیں تو ان کا اور لب ہیں دونو بند
کہوں میں کس طرح اپنی ابھی پہچان باقی ہے

جو بو جھے لا کے مطلب کو نظر آئے الہٰ خود
جہاں میں غیر الا اللہ کب انسان باقی ہے

مٹا کر ہستئ موہوم اپنی کی نظر میں نے
صدا ہوئے مطلق ہی کی مجھ میں شان باقی ہے

ہیں مضطر اس قدر اب ہم جو اُسکی میزبانی میں
ہمارے خانۂ دل میں وہ اک مہمان باقی ہے

اک آیت نحن اقرب کی نہیں سمجھا ہے تو ابتک
تلاوت کو تجھے اے شیخ ابھی قرآن باقی ہے

نہیں ہے حق حق و بق بق سے خالی خود زبان میری
بخار عشق سے مجھ میں کچھ اک ہذیان باقی ہے

درو دیوار مسجد کو جو زاہد سجدہ کرتے ہیں
کہو ہے بت پرستو اُن میں کب ایمان باقی ہے

جو نکلے روزن دل سے ہمارے تیر کثرت کے
کب اپنے سینۂ وحدت میں اب پیکان باقی ہے

بنا ہے محتسب ساقی شراب وحدت اُس سے لو
جہاں میں مئے فروشی کی ابھی دوکان باقی ہے

نہ ہو خاموش اے مطرب ترا مطلوب ہے گانا	سرود وصل کی ہاں اور ابھی اک تان باقی ہے
اسیر عشق ہیں خود ہم عدم سے یہاں جو پہنچے ہیں	جہاں میں اپنی قسمت کا ابھی زندان باقی ہے
مریض عشق کو تیرے فنا کی چاہیے دارو	مسیحا پاس تیرے اب وہ کب درمان باقی ہے
انا الحق کہتے ہیں اب ہم جو کفرستان میں آکر	ہمارے دار چڑھنے کا بھی سامان باقی ہے
ہے طغیانی خون دل رگ و ریشہ سے ہر لحظہ	ہماری چشم گریاں کا ابھی طوفان باقی ہے
سرائے ملک ہستی میں عدم سے آکے اترے ہیں	ہماری منزل آخر میں گورستان باقی ہے
سدا ہے خانہ ویران ہمارا مسکن و ماوی	نہ خلد آباد میں اپنے لیئے ایوان باقی ہے
مشیخیت میں نہ رہ ہرگز ہے زر دوشی بہت مشکل	تو علم من عرف پڑھ جب تک آئے نادان باقی ہے
محیط اب ہے جو عالم پر وہی ہے نقطہ وحدت کا	ہے سروہ میم کی گھونگھٹ میں جو میدان باقی ہے
کریں ہم پیروی کسکی اطاعت چھوڑ کر اُسکی	ولی ہند اپنا اک بڑا سلطان باقی ہے

۲۰۰	یہ کہدو عاشق چشتی سے آئے ارکان دولت تم شہ اجمیر جب تک ہے ترا دیوان باقی ہے	19

کُنتُ کنزاً کی تو پڑھ پہلی حکایت کیا ہے	جان لے جان لے ہاں عشق و محبت کیا ہے
ہستی حق کو سمجھ مذہب و ملت کیا ہے	غور کر بہر خدا اپنی حقیقت کیا ہے
مطلب ذات و صفات آئے سمجھ میں کیونکر	جب تلک سوچ نہ لیں وحدت و کثرت کیا ہے
دیکھ اُٹھا کر تو نقاب احمد بے میم کا رخ	تجکو آئیگی نظر شان رسالت کیا ہے

محویت رہتی ہے ہر لحظہ و ہر آن مجھے | بیخودی کی نہیں کہہ سکتا ہوں حالت کیا ہے

حلیۂ عاشق و معشوق عیاں ہو تجھ پر | دیکھ لے حیثیت زحمت و رحمت کیا ہے

وصل میں یار کے گم ہے جو مرا جسم کثیف | ساتھ معشوق کے پھر مجکو حلاوت کیا ہے

سامعہ کیجئے گم بانگ جرس سُن سُن کر | نسبت صوت میں ہاں کار بصارت کیا ہے

غار حرّہ نظر آتا ہے ہمارا سر خود | جائیں کعبے کو جو یہاں سے ہمیں حاجت کیا ہے

شغل احمد ہے سدا بر سر جلوت حاصل | ہم کو اب گوشہ نشینی کی ضرورت کیا ہے

یار کی صورت اخلاص کا ناظر بن جا | زاہدا تجکو عبث شوق قرادت کیا ہے

آکے بتخانۂ دنیا میں بنا ہے جو صنم | پہلے یہ دیکھ تو لے خود تری مورت کیا ہے

سجدہ کرتا ہے کسے مجھ سے یہ کہہ آ زاہد | اپنے پوجا کے سوا اور عبادت کیا ہے

سرّ بیچوں نظر آتا ہے کہاں آنکھوں کو | بوالہوس تجکو عبث دید کی حسرت کیا ہے

ہیں جو تشبیہہ میں کہتا ہوں خدا اپنے کو | رمز میں میری ذرا سمجھو نزاکت کیا ہے

شکل اللہ میں موجود ہے آپ ہی آدم | حق کی انسان میں دکھلائیے شرکت کیا ہے

ہے مری بارہ دری میں جو طلسم مطلق | خود میں اس رمز میں گم ہوں مجھے حیرت کیا ہے

روبرو یار کے گردن جو جھکی رہتی ہے | اس طرح سر پہ مرے بار امانت کیا ہے

۲۰۱	عاشق خواجہ اجمیر سے کر دنیا چھوڑو ہمدمو آپ کو اس راہ میں غفلت کیا ہے	۱۳

کون تھا کیا تھا کرو غور خدا کے آگے | گنج مخفی تھا کہاں ارض و سما کے آگے

کس طرح کا تھا عدم اور تھا کیا سرِّ وجود
تھی بقا کس نمط اس دارِ فنا کے آگے

بیخودی کس کو تھی ہشیار ہوا کون پھر آپ
ذاتِ بیچوں تھی کہاں چون و چرا کے آگے

خطِ وحدت جو نمودار ہوا نقطہ سے
صفتیں گم تھیں کہاں حرص و ہوا کے آگے

بانگِ ذنبور و جرس دل کو سنا کر پوچھو
یا سمیع تھا کہاں ہُو کی صدا کے آگے

کرسی و لوح و قلم غیب کہاں تھے سارے
ربِ عالم تھا کدھر عرشِ علیٰ کے آگے

چھپ کے بیٹھے تھے کدھر طالب و مطلوب کہو
اُن کے حالات تھے کیا عشق و ولا کے آگے

شکلِ انسان جو نبی اُس کے تعین کیلئے
چار عنصر میں ہُوا کون ہوا کے آگے

سوچ کر دیکھئے خود شانِ محمدؐ کی ذرا
ذاتِ احمد کی تھی کیا نشو و نما کے آگے

خلد کہتے ہیں کسے سمجھو حقیقت اُسکی
تھے کہاں آدم و حوّا بھی خطا کے آگے

نور سے احمد بے میم کے ہے سب کا ظہور
کون پیدا ہوا اُس شمس ضحیٰ کے آگے

غیب مکنوں کی حقیقت میں سناؤں کیونکر
ناطقہ بند ہے یہاں سرِّ انا کے آگے

۲۰۲	عاشق خواجہ چشتی جو بنا ہوں دل سے فخر حاصل ہے مجھے شاہ و گدا کے آگے	۲۱

حرم سے دیر میں آکر جو اُس بت کو خدا سمجھے
برب کعبہ کہدے شیخ ہم یہ کیا بُرا سمجھے

مسلمانی سے نکلے ہم اُسی کافر کی الفت میں
پرستش کو صنم کی بندگیٔ کبریا سمجھے

بنے ہیں ملحد و زندیق اپنے حق میں ہم آپ ہی
بھلا سمجھے بُرا سمجھے جو کچھ سمجھے بجا سمجھے

قسم ہے تمکو مولیٰ کی نہ پوچھو ہم سے یہ ہرگز
ہوا جو من عرف حاصل حقیقت اپنی کیا سمجھے

بیان تم سے کریں کیا ہم نہ ہم رب ہیں نہ ہم بندے
ہیں صرف اک ہستی موہوم کی نشو و نما سمجھے

جو نکلے ڈھونڈھنے حق کو ملے اپنے سے آپ ہی ہم
یہہ بات اپنی ہے وحدت کی بھلا کب دوسرا سمجھے

ہے ذات اپنی ہی بس جلوہ نما مشرق سے مغرب تک
کسی کو شک ہو گر اسمیں تو پڑھکر اینما سمجھے

بنا کر خود کو آئینہ جو دیکھا اپنا منہ ہم نے
تو شخص و عکس کو ہرگز نہ اپنے سے جدا سمجھے

یہی معنی ہے کلمہ کا سمجھ اے مشرک بے دین
خدا کو خود جو جانے وہ خودی کو اپنی لا سمجھے

کبھی ہوتے ہیں ہم آدم کبھی بنتے فرشتے ہیں
تعرج اور تنزل اپنا ہم اک شعبدہ سمجھے

خدائی سے نکلکر اب ہویت میں جو پہنچے ہیں
تو مطلق ذات کو ہم اپنی بیچون و چرا سمجھے

حباب و موج کو دیکھو ذرا خود عین دریا ہیں
تماشا قلزم وحدت کا کب غیر آشنا سمجھے

یکایک قید سے تشبیہہ کے تنزیہہ میں آئے
فنا ہوکر نظر کی جب تو اپنے کو بقا سمجھے

جو دیکھا صورت اللہ ہیں ساری خدائی کو
اسی فرش زمین کو ہم سر عرش علیٰ سمجھے

تھے کیسے بطن مادر میں لحاظ و غور خود کر کے
نشست گنج مخفی کا یہ جو کچھ تھا مدعا سمجھے

نکلکر نسل آدم سے جو پہنچا نا قرابت کو
مٹا کر خاندان سارا ہم اپنا سلسلہ سمجھے

ارُو جدا اپنے آپ ہی ہیں سراسر ہے یہ بھید اپنا
دوئی سے آکے وحدت میں غلط سب واسطہ سمجھے

مقام وصل میں ہمکو جرس کی جب صدا آئی
تصور کر کے خلوت میں اشارہ یار کا سمجھے

نہ تھا کچھ خواب کا عالم یہ آنکھیں بند تھیں اپنی
کہ ہم ظلمت ہی کے پردہ میں سر دلربا سمجھے

مرض سے عشق کے دل کو جو ہر دم اضطرابی تھی
قضا کا نسخہ ہاتھ آیا تو صحت کی دوا سمجھے

٢٠٣	حبیب اللہ کی صورت جو دیکھے خود کو گم کر کے معین الدین کو آئے عاشق نہ کیونکر مصطفےٰ سمجھے	٢٥

تھی شکل رب عیاں خیر البشر سے
عرب کعبہ میں آیا تھا کدھر سے

بنا ہے صفر سے جو خط وحدت
وہی اک جلوہ گر ہے پھر دگر سے

ہوئی ہے اس طرح وحدت سے کثرت
اُسے دو آنکھ سے دیکھ اک نظر سے

سمایا ہے جو قطرہ میں سمندر
عیاں دریا ہے خود آب گہر سے

شجر جس تخم سے پھولا پھلا تھا
وہی ہے نخل خود پیدا ثمر سے

جو بیٹا ہے وہی ہے باپ اپنا
جُدا کب ہے پسر اپنے پدر سے

اُلٹ کا شعبدہ ہے جو پلٹ میں
کھلا سب بھید اُس کا عشوہ گر سے

ہوا ہے مہر سے ماہتاب روشن
یہ ہم پر ہو گیا روشن قمر سے

احد احمد کی صورت میں چھپا تھا
جدا کب تھا خدا پیغامبر سے

جو عقدہ تھا صنم کے خط میں اُس کا
کھلا مطلب لفافے کی کمر سے

سدا مسکن ہمارا لامکاں ہے
نہیں ہم کو غرض دیوار و در سے

جو ہم ہمسایۂ اللہ میں ہیں
ہے مُلحق عرش و کرسی اپنے گھر سے

تلاش اور جستجو جس کی تھی ہم کو
ہوا خود جلوہ گر وہ اپنے بر سے

جو سمجھے ہو جدا حق سے ہے بندہ
سنا ہے یہ سخن کس بے خبر سے

خود اپنا طالب دیدار ہوں میں
ہے روشن دل مرا طور جگر سے

کھلا تشدید سے خود عقدۂ حزم
ہیں ذات بحت میں خود محو ہمسکو
مذل خود آپ ہوں ہادی بھی خود ہوں
نظر کر کے مرے اسما کی عظمت
مسلمان سنگِ اسود کے ہیں طالب
پڑے الفت پر اندو نونکی پتھر
جو ہر دم تار دم کو چھیڑتے ہیں
ڈہنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں
ہر اک اس رمز کو سمجھائے کیونکر

ہے مطلق مدسد از زیر و زبر سے
نہیں ہے کام فردوس و سقر سے
مجھے کب ہے جدائی خیر و شر سے
اٹھا دو غیرت خوف و خطر سے
برہمن کو محبت ہے حجر سے
نہیں ہے عشقِ اُن کو اپنے ہر سے
صدا سنتے ہیں ہم طنبور سر سے
یہہ مصرع ہے کلام معتبر سے
یہ حل ہوگا معما نکتہ ور سے

۲۰۴	معین الدین کا جو عاشق ہے تارک محبت کب اُسے ہے سیم و زر سے	۱۱

بربِ کعبہ نہ کہئے ہم سے کہ لامکاں میں نہاں خدا ہے
احد جو آیا ہے بنکے احمد ہے مطلق اُسکا ہی نام اللہ
وجود ہیچند ہزار عالم ہے عینِ ذات و صفات حق سے
مقامِ وصل اُسکا پایا کے ہم نے تلاش حق کی جو چاہا سو کی
فنا ہو مست ہو کے دیکھا تو وہاں ہے بیچوں و بیچگوں خود

عرب کی صورت میں رب کو دیکھو قسم خدا کی عیاں خدا ہے
کہے محمد کو کون بندہ خود اس سے جلوہ کناں خدا ہے
کہوں میں کس کو اکہ رب ہے سمجھ لو سارا جہاں خدا ہے
خبر و عشق غیبی نے دی ندا یہ صفت ہے گم یہاں کہاں خدا ہے
جو لاتعین میں جان جاں ہے کہ اُوسکا نام و نشاں خدا ہے

۲۰۳	حبیب اللہ کی صورت جو دیکھے خود کو گم کر کے معین الدین کو اے عاشق نہ کیونکر مصطفیٰ سمجھے	۲۵

تھی شکل رب عیاں خیر البشر سے
عرب کعبہ میں آیا تھا کدھر سے

بنا ہے صفر سے جو خط وحدت
وہی اک جلوہ گر ہے پھر دگر سے

ہوئی ہے اس طرح وحدت سے کثرت
اُسے دو آنکھ سے دیکھ اک نظر سے

سمایا ہے جو قطرہ میں سمندر
عیاں دریا ہے خود آب گہر سے

شجر جس تخم سے پھولا پھلا تھا
وہی ہے نخل خود پیدا ثمر سے

جو بیٹا ہے وہی ہے باپ اپنا
جدا کب ہے پسر اپنے پدر سے

اُلٹ کا شعبدہ ہے جو پلٹ میں
کھلا سب بھید اُس کا عشوہ گر سے

ہوا ہے مہر سے ماہتاب روشن
یہ ہم پر ہو گیا روشن قمر سے

احد احمد کی صورت میں چھپا تھا
جدا کب تھا خدا پیغامبر سے

جو عقدہ تھا صنم کے خط میں اُس کا
کھلا مطلب لفافے کی کمر سے

سدا مسکن ہمارا لامکاں ہے
نہیں ہم کو غرض دیوار و در سے

جو ہم ہمسایۂ اللہ میں ہیں
ہے مُلحق عرش و کرسی اپنے گھر سے

تلاش اور جستجو جس کی تھی ہم کو
ہوا خود جلوہ گر وہ اپنے بر سے

جو سمجھے ہو جدا حق سے ہے بندہ
سنا ہے یہ سخن کس بے خبر سے

خود اپنا طالب دیدار ہوں میں
ہے روشن دل مرا طور جگر سے

کہو ہمیں کس کو رب مطلق پکاروں کس کو زباں سے یا حق
ہے قلب و لب میں صدائے ہو ہو نہاں خدا ہے یہاں خدا ہے

لسان رب کے جو ہم ہیں قائل حقیقی ایمان ہے اوس پر اپنا
کلام حق پڑھ کے کہدے زاہد کہاں ترا ہے زبان خدا ہے

بجا ہے گر قول و فعل زاہد تو کیجیئے اوسکی ہمکو تفہیم
ہو کعبہ کس طرح خانۂ حق صحیح اگر لامکان خدا ہے

ہے اپنا رخسار پر ملاحت وجود ذات و صفات مطلق
ہے شکل اللہ آپ ہی ہم ہمارے کب درمیان خدا ہے

فنا ہے ہو جو بقا میں مطلق رہی ہے اک صرف ذات انکی
سمجھ لے الحق یہ بندۂ حق کہ اونکا کب ہمقران خدا ہے

۲۰۵
جناب خواجہ معین دین کا سدا لکھاتا ہے جو کہ بندہ
یقین جانو سخن مرا خود وہ عاشق چشتیاں خدا ہے
۲۷

ہو کے کثرت سے جدا وحدۃ کا جلوہ دیکھئے
بندہ بنتا ہے خدا اُس کا تماشا دیکھئے

صورت احمدؐ میں پیدا ہو گیا ہے خود احد
میم کی گھونگھٹ اٹھا کر حق کا چہرہ دیکھئے

عقدہ اسرار حقیقت کا ہوا وحدت سے وا
جلوہ گر نقطہ سے ہے قامت الف کا دیکھئے

ایک ہے گرداب و کف اور قطرہ و موج و حباب
لوٹ پوٹ آب آب خود ہے آپ دریا دیکھئے

تخم و بیخ و نخل و شاخ و برگ و خار و گل ہے ایک
کب جدا ہے رنگ و بو سے اپنے غنچہ دیکھئے

غیر ہیں مطلق نہیں ہیں اپنی دونو پتلیاں
ہو گئیں آنکھیں ہماری عین بینا دیکھئے

صوت تھی جو وحی کی جبریل بن کر خود وہی
ہو گئی ہے بے زباں کس طرح گویا دیکھئے

آپ ضافت کرکے صفت کی ذات سے کیجیئے فک
اسم کی صورت میں پیدا ہے مسمیٰ دیکھئے

ہے محمدؐ اور احمدؐ اپنے حلیہ سے عیاں
غور کر کے آپ ہی اپنا سراپا دیکھئے

ہے مرقع میں ہمارے برزخ کبریٰ کا نقش
گر حقیقت کو عدم کی سوچنا منظور ہے
ہم دکھادیں گے فنا کو آپکے کر کے بقا
طالب و مطلوب کی حُب سے ہے عالم کا ظہور
ساتھ آدم کے جو حوّا ہوگئی ہے جلوہ گر
عاشق و معشوق دم بھر ہو نہیں سکتے جُدا
تبصِرُونَ اور نحن اقرب سے مشبہ ذات ہے
کیوں نہ ہو عین وجود مطلق الحق سب جہاں
ہمرکاب اپنا اُسے رکھتا ہے ہر دم آفتاب
کلمۂ طیبب سے اللہ و محمد ہے عیاں
سنگ اسود کا جو بوسہ لیتے ہیں حجاج سب
یہ سخن سازی ہماری مکر و فن کی ہے غلط
لاتعین ذات اپنی ہے جو اُس کے وصف ہیں
ہیں نہ بندہ نہ خدا ہوں صرف عالم میں تمام
پردۂ حیرت میں ہے میرا وجود غیب غیب
سِرّ بیچونی سے ہمکو یوں ندا آتی ہے صاف
کہتے ہیں ظاہر ہیں گرچہ پر چھپا ہے اس کا بھید

سر بسم اللہ کا ہے رخسار اپنا دیکھئے
زندگی میں اپنی آپ ہی بن کے مُردا دیکھئے
ہے مسیحائی ہماری ہو کے زندہ دیکھئے
کُنتُ کنزاً پر ہے یہاں مطلب ہمارا دیکھئے
عِشق کا ہے خلق میں سامان مہیا دیکھئے
صاف ہم آغوش مجنوں کے ہے لیلیٰ دیکھئے
کب صفتِ تنزیہہ سے یہاں ہے مبرا دیکھئے
اُنما کی رمز سے پیدا ہے دنیا دیکھئے
کب جُدا خورشید سے ہوتا ہے ذرہ دیکھئے
قول ہیں ایمان کے کب رب ہے تنہا دیکھئے
صاف بتخانہ بنا ہے حق کا کعبہ دیکھئے
حال اولٹا اپنا سب ہوتا ہے سیدھا دیکھئے
ہے خود اَلْآن کَما کان ہویدا دیکھئے
ہستیٔ موہوم کا اپنی ہے دھوکا دیکھئے
آپ کس عُنوان میری ذات منزہ دیکھئے
صوت کو ہُو ہا کی سن کر شب کو رویا دیکھئے
سوچکر دل ہمارا راز اخفا دیکھئے

۲۰۶	نسبت خواجۂ معین الدینؒ جو ہے محمود ہیں عاشق اپنے پیر کا رتبہ ہے اعلیٰ دیکھئے	۲۱

بیچوں بیچگوں خود وحدت کے درمیان ہے
اللہ بن کے بندہ کثرت کے درمیان ہے

میم محبت اب خود مابین ہے احد کے
مربوب خاص رب کی شرکت کے درمیان ہے

نکلا ہے تخم سے جو نخل اور برگ و غنچہ
وہ بن کے آپ ہی گل نکہت کے درمیان ہے

خلوت میں ذات جو تھی وہ بے حجاب ہو کر
اپنی صفات ہی سے جلوت کے درمیان ہے

خود چار عنصر اُس کے اسما ہی بن گئے ہیں
ہاں صورت مسمیٰ خلقت کے درمیان ہے

مکتب سے عشق کی جو نکلا ہے درس لیکر
پڑھ کر وہ کُنتُ کَنزاً الفت کے درمیان ہے

بے زیر و بم بجائے آواز سن لے اُس کی
اسرارِ صوت کیا کیا نوبت کے درمیان ہے

ہر دم جو بج رہا ہے نقارہ اپنے دل کا
شہنائی حلق کی کہہ کس گت کے درمیان ہے

اللہ کا الف ہی شکلِ ورید ہے خود
کب رب بھلا ہماری قربت کے درمیان ہے

شہ رگ کے پاس حق ہے اس کو یقیں نہ جانو
نحن کی رمز مطلق حجت کے درمیان ہے

آنکھوں کو بند کر کر اک گھونٹ دم کا پی لے
چشمہ حیات کا بس ظلمت کے درمیان ہے

اس کالبد کو اپنے گم کر لیے آپ ہی ہیں
وہ جان جان تری ہی صورت کے درمیان ہے

بار آوری ہے اپنا دار النوا در تن
بنیادِ مطلق اُس کی حیرت کے درمیان ہے

پہنچا ہے دیر میں خود کعبہ کا بت جو آکر
اپنے خدا کی صورت مورت کے درمیان ہے

امراضِ عشق میں کب کام آئے گی طبابت
تشخیص درد الفت حکمت کے درمیان ہے

خوابِ عدم میں ساری ہستی کی ہے نمائش	ہشیاری عین اپنی غفلت کے درمیان ہے
گر اشتیاق ہے کچھ مرنے کے آگے مر جا	خود زندگی فنا کی حالت کے درمیان ہے
ہر دم اَنَا ہے لب پر دل کی جو بندگی میں	اپنی نمازِ وسطیٰ طاعت کے درمیان ہے
اِک یادِ وصل اپنی پڑھتی ہے لاکھ رکعت	رحمت کی کب عبادت زحمت کے درمیان ہے
عالم کو میں دکھا دوں دم میں الٹ پلٹ کر	دنیا ہے مری ہی دستِ قدرت کے درمیان ہے

۲۰۷	حلقہ میں چشتیوں کے عاشق جو ہے وہ صادق خواجۂ معین الدینؒ کی ملت کے درمیان ہے	۱۱

کیونکر ہوا ظہورِ جہاں اس کو سوچیئے	پہنچے ہیں ہم کہاں سے کہاں اس کو سوچیئے
اسمائے عبد و رب کو فنا کرکے آپ میں	ہے ہم میں کون جلوہ کنان اس کو سوچیئے
تنزیہہ بن گئی ہے جو تشبیہہ خود بخود	یہ کون ہے نہاں سے عیاں اس کو سوچیئے
ہر اک نفس جو آتی ہے صوت و صدائے غیب	ہے سب میں کس کا شور و فغاں اس کو سوچیئے
نزدیک اپنے کیجیے تحقیق من عرف	ہے کون اپنے جسم میں جان اس کو سوچیئے
باہر ملا کے جا کے خود اے صاحبِ خلا	ہے لامکاں میں کس کا مکان اس کو سوچیئے
ہوتا ہے کون نفی میں اثبات ہر نفس	گم کرکے آپ اپنا نشان اس کو سوچیئے
نازل دہن میں ہو کے یہ کہتے ہیں جبرئیل	پوشیدہ کیوں ہے اپنی زبان اس کو سوچیئے
عقد میں میم کے ہے کھلے وحی کس طرح	بند آپ کرکے اپنا وہاں اس کو سوچیئے

ہے شخص و عکس میں جو ہر اکدم معائنہ	کیا دل بنا ہے آئینہ سان اس کو سوچیے

٢٠٨	خواجہ معین دین کا جو عاشق ہے اہلِ چشت عرفان بیان ہے خوب یہہ ہاں اس کو سوچیے	١٩

جو من عرف نفسہٗ حاصل نہیں کرتے	وہ معرفت اپنی کبھی کامل نہیں کرتے
لا ربّ ولا عبد کی سمجھے ہیں جو تفسیر	کیوں اپنے مریدوں کو وہ فاضل نہیں کرتے
فی السرّ انا اور انا سرّہٗ کہہ کر	پیر آپ کے کیوں آپ کو واصل نہیں کرتے
جو اول و آخر ہے وہ ہے ظاہر و باطن	اس بھید سے ہم آپ کو غافل نہیں کرتے
جو لوگ کہ رہتے ہیں سدا اپنے پہ شیدا	وہ دوسرے پر دل کبھی مائل نہیں کرتے
نظارہ میں اپنے جسے ہم کرتے ہیں بیخود	پھر اس کو طرف ذکر کے شاغل نہیں کرتے
جو لوگ کہ گم کرتے ہیں درد اپنے دلوں میں	وہ یاد کبھی عقد انامل نہیں کرتے
جو شخص کہ ہوتا ہے فنا ذاتِ خدا میں	اس کو سقر و خلد میں داخل نہیں کرتے
واصل جو مسمیٰ کا ہے اس شخص کو پھر ہم	اسم و صفت و فعل میں شامل نہیں کرتے
انسان کو تم خاک سے دیتے ہو جو نسبت	ہم سے سخن ایسے کبھی عاقل نہیں کرتے
اللہ کی ہیں شکل میں خود حضرتِ آدم	کیوں ان کے بیان آپ فضائل نہیں کرتے
سنتے ہو جو ترکھوٹ وہ ہیں تین مقامات	کیوں ہم سے وہ تم قطع منازل نہیں کرتے
اک دید کے دھوکے پہ جو ہرجائی بنے ہو	کیوں اپنے خیالات کو باطل نہیں کرتے

گانے ہیں دوگانے جو ادا ہوتے ہیں تم سے
ہو فرض میں تم یاد نوافل نہیں کرتے

ہوتی ہے حضوری جو ہمیں وجد میں اس وقت
خطرات کو ہم قلب پہ نازل نہیں کرتے

افسوس معارف کا بیان کس سے کریں ہم
رخ اپنے طرف عالم و جاہل نہیں کرتے

تحقیق ہمیں علم ہمہ اوست کا ہے راز
ہم اس کا بیان برسر محفل نہیں کرتے

خلوت میں ذرا سن لے معارف کے مسائل
رد ہم تری خواہش کبھی سائل نہیں کرتے

۲۰۹
محفل میں غزل عاشق خواجہ کی سنا کر
کیوں مطرب عشاق کو گھائل نہیں کرتے
۱۷

اللہ ہو سب ہے تری عظمت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
بیچونی ہے تیری جلالت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

قابض و حیّ و محی و ممیت آدم ہی کی صورت میں
ہیں ترے اسما خود تری صورت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

شخص و عکس اک ہے تری ہستی و صفت جلی ہے ذات خفی
ہے تو جان و قلب و جسامت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

تخم و برگ و نخل و شاخ و غنچہ بن کر گلشن میں
گل ہے تو اور رنگ و نکہت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

موج و حباب و قطرہ دریا ذات سے تیری ہے پیدا
آب رحمت قلزم وحدت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

علم و حیات و قصد و قدرت یعنی کلام باطن کی
ہے تو سماعت اور بصارت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

ہے تو ہی واللیل اور ہے والفجر آج میاں ارض و سما
شمس و قمر کا نور اور ظلمت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

ساجد تو مسجود بھی تو ہے قبلہ و کعبہ اپنا آپ
دیر و حرم اور طاق عبادت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

کیونکر سمجھے کوئی تجھ کو تو ہی ہے عالم ہجدہ ہزار
تیری ہستی میں ہے خلقت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

شیخ و برہمن گبر و ترسا اور مسلمان قوم یہود
ظاہر باطن اول آخر اور میان ذات و صفات
خیر و شر سب تیرے جانب سے تو محاسب اپنا آپ
واصل اپنا آپ کہیں ہے اور کہیں ہے تو مہجور
احمد بن کر تو جو نکلا نام ترا تھا پہلے احد
مرنا کیا ہے جینا کیا ہے سوچ سمجھ اس کو خود
ہے تو مذکر اور مونث تو ہے طاق اور تو ہی جفت

ہے ترا ہر اک مظہر فطرت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
جلوت و خلوت وحدت و کثرت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
زحمت و رحمت دوزخ و جنت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
آپ ہی وصلت آپ ہی فرقت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
سمجھے تری ہم اصل حقیقت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
جان حیات اور قالب رحلت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
خوبیٔ مرد و حسن عورت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

۲۱۰

خواجہ معین دین میں تیرا دل سے بنا ہوں جو عاشق
پاس مرے اے شاہ ولایت جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

۲۱

میری جان احدیت ہے اور سراسر قلب وحدت ہے
جو ہو تو سنے گیا لا ہو وہ الا اللہ ہو ہے خود
جو حی و محی و قابض ہے ممیت اس کا ہے شعبہ
سمجھ کر آپ کو دیکھو ہیں کب ہم آدم و انسان
احد جو ہے وہ ہے احمد محمد ہی ہے خود محمود
خدا کی بارگاہ پر ہے جو منزل اپنی اعلیٰ تر
صفات و فعل و اسما سب خودی ہی میں گم جو ہے اپنے

جو دل کو جامعیت ہے وہ جسم و احدیت ہے
انہیں درجوں میں شخص و عکس و آئینہ کی نسبت ہے
انہیں اسماء کی ہستی میں عناصر ہی کی خلقت ہے
ہماری عین صورت ہی خدا کی اصل صورت ہے
نظر کر بندہ و رب کی سراسر اک حقیقت ہے
نہ وہاں خلوت نہ جلوت ہے وحدت ہے نہ کثرت ہے
الوہیت نہیں ہے صرف یہاں غیب ہویت ہے

حقیقت سرِ بیچونکی ہے لَارَبَّ وَلَاعَبْدَ
خودالانسان سری سے اَنَا کا راز ہے ظاہر
جو اوّل تھا وہ ہے آخر جو باطن تھا وہ ہے ظاہر
معّما کُنتُ کَنزاً کا کھلا ہم پر تو کہتے ہیں
ہوئے فارغ جو ہم قرب فرائض سے تو روز و شب
بنا دیتے ہیں بندہ کو خدا کی شکل و صورت ہم
شب معراج کی حالت دکھا دیتے ہیں ہم دن کو
ہمارے سر کے طنبورہ سے آتی ہے صدا اسکی
سراپائے صفت اپنا مٹا دو ذات مطلق میں
ہوا معکم کے مطلب سے نہ مجبور رب ہے اپنے ساتھ
جو ہے گنج شکر موجود اپنے کاسۂ سر میں
جہاں میں چشتیوں ہی کی بڑی ہے گرم بازاری
نہ کرنا قبر کی ظلمت کا خوف اے واصلو دیکھو

کہوں کیا رمز مطلق میں کہ یہاں خود مجھ کو حیرت ہے
کہ فرقت اسکی نافہمی ہے دانست اسکی وصلت ہے
نہ پہچانا اگر اس کو تمہاری ہی صفا غفلت ہے
ہماری خاص ملت میں تعشق اور محبت ہے
ہیں اب قرب نوافل میں ہماری یہ عبادت ہے
بھلا اس سے زیادہ کہیئے تو کس میں کرامت ہے
زمیں پر دیکھ لو تم عرش گر کچھ دل میں حسرت ہے
ہے مطرب اپنے پہلو میں ہمیشہ ہم کو حالت ہے
نہ ہوں جب آپ ہی باقی تو پھر دوزخ نہ جنت ہے
پڑھو توحید کی تفسیر اس میں کب معیت ہے
نظام الدین محبوب الہیٰ کی یہ نعمت ہے
خریدے یہاں سے کچھ سودا کسی کو گر ضرورت ہے
زمیں کے نیچے روشن رات دن شمع رسالت ہے

۲۱۱	معین الدین چشتی تو بنا سلطان جو عاشق کا فقیر ان دکن اور ہند پر تیری حکومت ہے	۱۱

دیر و حرم میں ہے جو پرستش صفات کی
کیا اپنے حق کی شکل ہے لات و منات کی

کعبہ کو جو چلا ہے حجر کے طواف کو ‏— یاد آ گئی ہے شیخ کو بات اپنی ذات کی
معبد میں دل کے ہم کو جو رہتی ہے محویت — آواز اپنے دم میں ہے بانگ صلوات کی
اے شیخ آپ کا تو ہے اللہ بے زبان — موسیٰ سے کوہ طور پہ پھر کس نے بات کی
معراج کی کھلی ہے حقیقت جو ہم پر اب — رہتی ہے صرف فکر ہمیں دن کو رات کی
اے شیخ چونک خواب سے آگے ہے سخت راہ — غفلت میں رہ کے بھول نہ منزل نجات کی
زندے کی کیفیت سے تجھ کو نہیں خبر — آئے گی کب خیال میں حالت ممات کی
جیتے جی بن کے مردہ اگر دیکھ لے تو صاف — سمجھے گا خاص رمز کو موت و حیات کی
اے شیخ کر نہ ناز وجود بہشت کا — بنیاد کالعدم ہے تری کائنات کی
زندان آخرت سے چھڑایا جو پیر نے — چھٹی ہمارے ہاتھ لگی ہے برات کی

۲۱۲	عاشق معین دین کی صفت کرنے کو رقم در کار روشنائی ہے صدہا دوات کی	۱۸

اپنی چشم اور نور نظر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے — جسم اور جان و قلب و جگر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
برزخ عالم اور بشر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے — خوبی دخت اور حسن پسر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
لات و منات اور شکل حجر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے — دیر و حرم اور ہر اک گھر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
بھول کے رستہ عشق نگر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے — الفت بت کی راہ گزر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے
بیج اور تخم و برگ و شجر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے — غنچہ و گل اور شاخ و ثمر میں تو ہی چھپ کر بیٹھا ہے

رنگ گلاب اور نیلوفر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے — عنبر و مشک و بوئے اگر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے

ارض و سما و شمس و قمر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے — قطرۂ بحر و لعل و گہر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے

مرغ و سمک کے بال اور پر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے — آب و ہوائے بحر و بر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے

خط و خال سیمیں بر میں توہی چھپ کر بیٹھا ہے — مصحف رُخ کے زیر و زبر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

روز و شب اور شام و سحر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — صبح و مسا کے آٹھ پہر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

شاہ عرب کے فتح و ظفر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — تاج و اورنگ اور چنور میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

خود ذرہ اور تیغ و سپر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — توپ و سنان و تیر و تبر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

بوتۂ دل کے سوز و شرر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — مس کے گداز در سیم و زر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

گوشۂ کوہ و طور کے سیر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — کبک و دری اور ضغیم نر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

درویشوں کے کسب و ہنر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — کوچۂ حق کے بازیگر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

دم کی اُلٹ کے نفع و ضرر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — جانکی پلٹ کے خوف و خطر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

ہستی حق کے خیر اور شر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے — قصر بہشت اور دار سقر میں توہی چھپکر بیٹھا ہے

۲۱۳	عاشق چشتی نے دیکھی ہے درگاہ اجمیری کو خواجہ کی قبر اور گنبد و در میں توہی چھپکر بیٹھا ہے	۶۵

سراپا عکس بیچوں کا نظر کر لو ہمیں میں ہے — مثال و شخص آئینہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

تماشا جان عالم کا نظر کر لو ہمیں میں ہے — طلسم انجمن آرا نظر کر لو ہمیں میں ہے

دیار یثرب و بطحا نظر کر لو ہمیں میں ہے
مدینہ مکہ و جدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

نجف اور کربلا بصرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
حجاز و شام اور کوفہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

منات و لات اور عزیٰ نظر کر لو ہمیں میں ہے
صفا و عرصۂ مروہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

عراق اجمیر و بنگالہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
کہ ہفت اقلیم کا کرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

شب اور دن ساعت و لحظہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
مہ و سال و سن و غرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

فہیم و زیرک و دانا نظر کر لو ہمیں میں ہے
قلندر رند دیوانہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

عزیز و خویش و بیگانہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
محلہ دار و ہمسایہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

غم و شادی کا سرمایہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
بکاؤ گریہ و خندہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

دف و سارنگ اور طبلہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ستار اور ڈھول طنبورہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

صنم کا اپنے الغوزہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نئی پر نغمہ ہُوہا نظر کر لو ہمیں میں ہے

غزل اور ٹھومری ٹپہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
رباعی قطعہ اور خمسہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

منار و مسجد و زینہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نماز و زہد اور تقویٰ نظر کر لو ہمیں میں ہے

وظیفہ ورد اور سبحہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ریا و مکر اور دھوکا نظر کر لو ہمیں میں ہے

کلیسا دیول اور گرجا نظر کر لو ہمیں میں ہے
ہمیشہ رام کا پوجا نظر کر لو ہمیں میں ہے

کرشن اور لچھمن اور تلجا نظر کر لو ہمیں میں ہے
مجوس و گبر اور ترسا نظر کر لو ہمیں میں ہے

خم و ساقی و میخانہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
شراب و جام اور شیشہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

فقیر و شاہ و سجادہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
وزیر و قیصر و دارا نظر کر لو ہمیں میں ہے

قران اور آصفی سکہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ریال اور اشرفی عمدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

طلا ونقرہ اور پیسہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
میاں محمود کا نقشہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
کلام حق کا شیرازہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نبی کا راز سب اخفا نظر کر لو ہمیں میں ہے
صنم کی چشم اور دیدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
شریف و سیّد و مرزا نظر کر لو ہمیں میں ہے
تمام انشاء و کل املا نظر کر لو ہمیں میں ہے
ہنر اور کسب و فن جملہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
مکان دالان اور حجرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نجات اور قبر کا ضغطہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
خطائے نفس امّارہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
نفس کا تار اور چرخہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
جولاہا تانا اور بانا نظر کر لو ہمیں میں ہے
کنواری دلہن اور دولھا نظر کر لو ہمیں میں ہے
عرب کا خاص سرکردہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
صلاح و جنگ و ہنگامہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
سوار اور ہاتھی اور گھوڑا نظر کر لو ہمیں میں ہے
سپر تلوار اور بھالا نظر کر لو ہمیں میں ہے

اوصیلی قرص خر جہرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
جہاں کا قبلہ و کعبہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
برب الناس کا سورہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
شب معراج کا پردہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
ہمارا دیکھنے والا نظر کر لو ہمیں میں ہے
پٹھان اور شیخ اور آقا نظر کر لو ہمیں میں ہے
اضافت لفظ اور معنیٰ نظر کر لو ہمیں میں ہے
تمامی خلق کا پیشہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
چھت اور دیوار و دروازہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
سقر اور جنت الماویٰ نظر کر لو ہمیں میں ہے
عطا و جرم کا جھگڑا نظر کر لو ہمیں میں ہے
کہ ندآف دل اور پنبہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
پھٹا نا سوت کا جامہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
عروس اور مقنع اور سہرہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
سپاہ و صاحب عہدہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
شکست و فتح کا ڈنکا نظر کر لو ہمیں میں ہے
نقیب و فوج و ہرکارہ نظر کر لو ہمیں میں ہے
تفنگ و توپ اور گولہ نظر کر لو ہمیں میں ہے

کٹار اور خنجر اور تیغہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
کمان و تیر اور چلہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

نجومی منتری ملّا نظر کرلو ہمیں میں ہے
کہ شکلِ رمل اور قرعہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

پری جنّات کا سایہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
پلیتہ نقش اور گنڈہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

ہنر تسخیر کا تازہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
موکل اب کمر بستہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

عمل ہمتا کا ہموارہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
مجرب جادو اور ٹونہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

تپلش اور حول اور دھڑ کا نظر کرلو ہمیں میں ہے
بخارِ عشق کا لرزہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

حکیم حاذق و نسخہ نظر کرلو ہمیں میں ہے
شفا و درد کا چارہ نظر کرلو ہمیں میں ہے

سیاہ و سرخ اور پیلا نظر کرلو ہمیں میں ہے
کہ رنگ سبز اور نیلا نظر کرلو ہمیں میں ہے

۲۱۴	معینُ الدین چشتی ہے جدا ہم سے کہاں عاشق دکن اور ہند کا خواجہ نظر کرلو ہمیں میں ہے	۱۵

اے دل تو باضطراب تا کے
در الفت جان خراب تا کے

از سوزِ جگر عذاب تا کے
وز آتش دل کباب تا کے

طفلی رفت و جوانی آمد
اے شیخ مرا شباب تا کے

عمرِ تو تمام شد بہ غفلت
بیدار بشو کہ خواب تا کے

خواہیم جمال روئے روشن
اے مہ برخت نقاب تا کے

من محرم و رازدار ہستم
از پردہ بر آ حجاب تا کے

شرمندہ شوی اگر بہ حبہ مم
رحمت بہ نما عتاب تا کے

من مست زبادہ وصالم
ساقی کیف شراب تا کے

ماند ہر وقت نغمۂ یار
آہنگ نے درباب تا کے

جانم کہ زدل سوال دارد
آخر بہ زبان جواب تا کے

در نقطہ تمام علم یار است
آغوش تو وُ کتاب تا کے

موج ویم و قطرہا نماند
در ہستیٔ خود حباب تا کے

از ہجدہ ہزار یک برآید
تو در طلب حساب تا کے

سرسبزیٔ ایں جہاں شود خشک
عشق ارض و سحاب تا کے

۲۱۵	در ذات معین ؒ دین فنا شو عاشق لقب و خطاب تا کے	۱۷

یثرب میں کب ملے گا نشان محمدؐی
آگے ہے لامکاں کے مکان محمدؐی

اللہ کی قسم نہیں سمجھا کوئی اُسے
بیچوں کا رتبہ رکھتی ہے شان محمدؐی

سمجھو کلامِ رب کو عرب کا کلام خاص
اللہ کی ہے وحی زبان محمدؐی

انجان اپنی جان سے ہو کر یہ جان لے
ہے جانِ جان کی جان ہی جان محمدؐی

اس مظہر اتم کی حقیقت نہ پوچھئے
کس منہ سے ہاں رقم ہو بیان محمدؐی

مخلوق الٰہی ہے وہ خدائی کے درمیاں
گھونگھٹ میں میم کی ہے جہان محمدؐی

ذات و صفات کے جو کواکب ہیں وصل ہے ـ وحدت کے برج میں ہے قرآن محمدی
آدم سے اب تلک اُسی آدم کا دم ہے یہاں ـ بڑھتا چلا ہے خاص زمان محمدی
دیکھ اپنے جسم کو جو انا عبد کہتے تھے ـ باریک تھا قیاس و گمان محمدی
احمد کے روئے پاک سے ظاہر ہے خود احد ـ پنہاں نہیں ہے رازِ عیان محمدی
آواز کس کی تھی شب معراج میں بھلا ـ کیوں کر عیاں ہو سیر جہان محمدی
ہفت آسماں ہی کیا کہ وری الوریٰ تلک ـ پہنچا ہے دیکھ زور و توان محمدی
کب احمد و احد میں سلام و پیام تھا ـ یہ جانتے ہیں مرتبہ دان محمدی
جبریل جس کو کہتے ہیں وہ بات منہ میں ہے ـ پردہ کے درمیان ہے جوان محمدی
ہے نور سے جو سیر فلک ماہ و مہر کے ـ پھرتا ہے سر پہ لیکے دونان محمدی
بندہ علیؑ کا بن گئے تو مولا کو اپنے پا ـ ہے خاص اک وہ فیض رسان محمدی

۲۱۶	خواجہ معینؒ دین سے ملی جنس معرفت عاشق نے ہے لگائی دوکان محمدی	۴۳

رب ہے میرا محمد عربی ـ کب ہے بندہ محمد عربی
سر بیچوں کا خاص مظہر ہے ـ اپنا مولیٰ محمد عربی
روشنی ظہور وحدت کا ـ نور پہلا محمد عربی
گنج مخفی ہی سے خدا بن کر ـ آپ نکلا محمد عربی

اَحدیت میں ہُو کا ہے جو راز — اس کا پردہ محمدؐ عربی
شکل جس کی ہے برزخ کبریٰ — اس کا چہرہ محمدؐ عربی
جس کو سنتے تھے احمد بے میم — نظر آیا محمدؐ عربی
ظاہر و باطن اوّل و آخر — الحق اپنا محمدؐ عربی
کلمۂ لا اِلٰہ کا نکلا — صاف معنیٰ محمدؐ عربی

وحدہٗ لاشریک ہے آپ ہی — تن تنہا محمدؐ عربی
اِسم جس کا احد ہے خود اس کا — ہے مسمّیٰ محمدؐ عربی
نخل وحدت جو ہے پھلا پھولا — اس کا ثمرہ محمدؐ عربی
جس کا یٰسین نام نامی ہے — ہے وہ طٰہٰ محمدؐ عربی
کھول کر دیکھ لو کلام اللہ — خود ہے گویا محمدؐ عربی
بھیجا جبریل کو تھا جس جا وہاں — آپ ہی تھا محمدؐ عربی
شب معراج صوت جان سنکر — خود کو سمجھا محمدؐ عربی
لامکان کے پرے تھا کس کا گذر — آپ پہنچا محمدؐ عربی
اپنی قدرت کو دیکھنے آپ ہی — ہے ہویدا محمدؐ عربی
ہے علی کی ہی عین وحدت کا — خاص دیدہ محمدؐ عربی
ساری خلقت میں ہے وہ اک مخلوق — سب میں یکتا محمدؐ عربی
برقع میم میں جو ہے عالم — اس کا جلوہ محمدؐ عربی
اسم سے اپنے جسم انسان کا — بن کر آیا محمدؐ عربی

جو حیات النبی ہے کہلاتا
ہے وہ زندہ محمدؐ عربی

آمنہ ماں ہے باپ عبد اللہ
اُن کا بیٹا محمدؐ عربی

تھا جو باطن کا ظاہری سامان
اس کا منشاء محمدؐ عربی

ہر وحدت میں والدین سے خود
ہے مبرّا محمدؐ عربی

ہر کسی کی سمجھ میں کب آئے
ہے معمّا محمدؐ عربی

حمد توحید بحث کا نکلا
خود خلاصہ محمدؐ عربی

مقصد عشق سرّ مطلق کا
ہے نتیجہ محمدؐ عربی

حرم دل کا بن گیا اپنے
آپ کعبہ محمدؐ عربی

سجدۂ خاص اس کو کہئے کہ ہے
اپنا قبلہ محمدؐ عربی

عبد ہے آدم صفی اللہ
صاحب اس کا محمدؐ عربی

ہم بنے ہیں حباب قطرہ و موج
عین دریا محمدؐ عربی

ہیں الوالعزم انبیا جتنے
ان کا آقا محمدؐ عربی

روئے محمود کا بنا ہے آپ
صاف نقشہ محمدؐ عربی

ایک یثرب ہی میں نہیں موجود
ہے ہر اک جا محمدؐ عربی

لیلۃُ القدر کے اندھیرے کا
ہے اُجالا محمدؐ عربی

چشم بینا جو ہے تو دیکھ اسے
کب ہے اخفا محمدؐ عربی

خاص ذات دو وجود بیچوں کا
خود ہے سایہ محمدؐ عربی

نہیں بنتا ہے عکس سایہ سے
ہے منزّہ محمدؐ عربی

ہے جو پانی پر آسمان و زمین — اس کا پایہ محمدؐ عربی
کوئی سمجھا نہیں اُسے اب تک — کہ ہے خود کیا محمدؐ عربی

۲۱۷

عاشق خواجہ معین کا ہے
پیر والا محمدؐ عربی

۱۳

خدائی ہے یہ سب مولیٰ علی کی — ہے شانِ عبد و رب مولیٰ علی کی
حقیقت ان کی ہوگی کہ کشف سب پر — کھلے گی رمز جب مولیٰ علی کی
ترا مطلوب حاصل ہوگا تجھ کو — تو کر دل سے طلب مولیٰ علی کی
نہ ہو گر طالب المولیٰ تو اس کو — شناسائی ہو کب مولیٰ علی کی
محمدؐ مرتضیٰ سے کب جدا ہے — ہے خود شکل عرب مولیٰ علی کی
نظر کر مظہر سِرِّ خفی پر — حقیقت ہے عجب مولیٰ علی کی
ہے برحق ذات اس کی پنجتن میں — یہ ہے شان نسب مولیٰ علی کی
ہے علم من عرف کا گر تجھے عشق — تو رکھ فکر ادب مولیٰ علی کی
عبادت ہے ہماری ذکر اس کا — ثنا میں ہیں یہ لب مولیٰ علی کی
غم مولیٰ میں اپنے کو فنا کر — یہ ہے راہ طرب مولیٰ علی کی
ولایت کیوں نہ حاصل ہو کہ جس کو — رہے دھن روز و شب مولیٰ علی کی
وہ شاہ لافتیٰ ہے ہاں شجاعت — رقم ہم سے ہو کب مولیٰ علی کی

۲۱۸	معینؒ الدین کا عاشق ہوں مرے ساتھ لگی ہے نسبت اب مولیٰ علی کی	۲۵

خداوندِ مُطلق ہمارا علی ہے — خدائی کا مختار مولیٰ علی ہے
وہ سِرِّ عجائب کا ہے خاص مظہر — نبی کی حقیقت کا جلوہ علی ہے
جو ہے پردۂ عین میں نقطہ روشن — بعینہ بصیرت کا دیدہ علی ہے
نظیر و عدیل اس کا کوئی نہیں اب — دُرِ گنج وحدت کا پایہ علی ہے
تعین میں آتے ہی اسم اپنا رکھا — بلا شبہہ شکل مسمیٰ علی ہے
صدا آ رہی تھی جو معراج کی شب — اس آواز غیبی کا دانا علی ہے
فنا ذات مطلق میں ہو کر تو دیکھو — سدا ملک ہستی میں زندہ علی ہے
جھکاتے ہیں سر طاق ابروہیں اس کے — ہماری عبادت کا قبلہ علی ہے
خدا سے جدا اس کو سمجھے جو کوئی — وہ کافر ہے خود اس کا بینا علی ہے
ولادت سے اس کی ہے عظمت حرم کو — خدا کی قسم فخر کعبہ علی ہے
ہے پیش نظر مجھ کو تصویر حیدر — کہ اسم محمدؐ کا نقشہ علی ہے
جو تنزیہہ آئی ہے تشبیہہ بن کر — اسی رمز کا ہاں نمونہ علی ہے
تھے سب منکشف رمز مطلق اسی پر — کہ سِرِّ حقیقت کا گویا علی ہے
شرف کچھ نہیں ہے نجف ہی کو اس سے — میں دیکھوں جہاں ظاہر اس جا علی ہے
کروڑوں ہوئے غوطہ زن غرق اس میں — عجب نور عرفان کا دریا علی ہے

ہوں عیسیٰ سے کب عشق کے مردے زندہ
تن کُشتگان کا مسیحا علی ہے

زبان صاف کر ورد نادِ علی سے
عجب ذکر و نادر وظیفہ علی ہے

کہہ اکتیس ۳۱ چھتیس ۳۶ بتیس ۳۲ گیارہ ۱۱
ان اعداد و سالم کا جملہ علی ہے

معمے کو میرے سمجھ غور سے تو
محمدؐ کے کلمہ کا معنیٰ علی ہے

ہوا آپ ہی ذات میں اپنی قائم
سدا اپنی قدرت میں یکتا علی ہے

جو اس کو سمجھتا ہے غائب جہاں سے
وہ مردود درگاہ مولیٰ علی ہے

ولایت کرامت شجاعت میں یکتا
دو عالم میں موجود و پیدا علی ہے

ہے شانِ علی ہی میں مَن کُنتُ مولاہُ
کہ ہر اک کا مولیٰ و آقا علی ہے

ندا ہر بیچوں سے آتی ہے ہر دم
نہ مولیٰ علی ہے نہ بندہ علی ہے

۲۲۰	مرا رہبر اے عاشق خواجۂ چشت علی ہے علی ہے مُعلّیٰ علی ہے	۱۱

شہنشاہ دو عالم پیر رہبر غوثِ اعظم ہے
نبی کا نورِ چشم اور جان حیدر غوثِ اعظم ہے

بزرگی اور پیری ہے اسی کے لایق و شایاں
شیوخ عصر میں خود شیخ اکبر غوثِ اعظم ہے

سب اُس کو دولت الفقرُ فخری ہوگئی حاصل
فقیری کی ریاست میں توانگر غوثِ اعظم ہے

سرا نور یہ اُس کے تاج ہے سِرّ ہو اللہ کا
مقرر عالمِ سرمد کا سرور غوثِ اعظم ہے

صفاتِ ذات میں اپنی ہوا ہے آپ وہ قایم
حقیقت میں یمِ وحدت کا گوہر غوثِ اعظم ہے

جلال و شان و عظمت کو کب اسکی ہر کوئی پہونچے	کہ ہے سر مطلق بیچوں کا مظہر غوث اعظم ہے
نہ کیوں ہو یوسف ثانی کہ ہے محبوب سبحانی	سپہر حسن کا تابندہ اختر غوث اعظم ہے
عجب کیا فیض سے اس کے بنے ہوں ہر کہیں اقطاب	کہ قطب دور حب و صادل مقرر غوث اعظم ہے
بیان اس کے بھلا کس منہ سے ہوئیں خرق عادات	کہ نیستان کرامت کا غضنفر غوث اعظم ہے
جسے بغداد کہتے ہیں وہ باغ داد ہے سب کا	عدالت گاہ درویشی کا دفتر غوث اعظم ہے

۲۲۰	سراسر عشق دونوں سے تو رکھ اے عاشق صادق معین الدین چشتی کا برادر غوث اعظم ہے	۷

توصیف کیا بیان ہو محبوب پاک کی	اللہ ہی کی شان ہے محبوب پاک کی
بولا جو کچھ یہ پیر ہوا اس کا سب ظہور	خود وحی سی زبان ہے محبوب پاک کی
مخلوق بن کے جسم خدا میں ہے جلوہ گر	خالق کی خاص جان ہے محبوب پاک کی
خود غوثیت کا اس کو ہوا امر نصیب	طاعت میں سب جہان ہے محبوب پاک کی
رکھتے ہیں ہم بھی حضرت قادر سے سلسلہ	بیعت بھی درمیان ہے محبوب پاک کی
اولاد مرتضیٰ سے مجھے عشق ہے سدا	یہاں لب پہ داستان ہے محبوب پاک کی

۲۲۱	خواجہ معین دین حسن کہتے ہیں مجھے عاشق مری دکان ہے محبوب پاک کی	۱۱

مظہر ذات خدا شیخ شہاب الدین ہے	مرشد خلق بجا شیخ شہاب الدین ہے
سہروردی کا ہے خورشید اسی سے روشن	لمعۂ ارض و سما شیخ شہاب الدین ہے
فیضیاب اب ہے جہاں فیض قدم سے اس کے	ہادی و راہ نما شیخ شہاب الدین ہے
زلف و رخ اس کے جو رہتے ہیں تصور میں مرے	روبرو صبح و مسا شیخ شہاب الدین ہے
تاج مطلق ہے سزاوار سر انور پر	صاحب تخت و لوا شیخ شہاب الدین ہے
آئینہ عشق کا بن کر جو لیا عکس صنم	صورت صدق و صفا شیخ شہاب الدین ہے
ہو چکا ہے جو وجود اپنا فنا فی الشیخ اب	نہیں اب ہم سے جدا شیخ شہاب الدین ہے
مرجع خلق ہوئی ذات مقدس اس کی	سرور شاہ و گدا شیخ شہاب الدین ہے
ذات میں حق کی فنا ہو کے اٹھا عالم سے	بے گماں شکل بقا شیخ شہاب الدین ہے
ذات اس کی نظر آتی ہے جو مطلق ہم کو	قید ہستی سے رہا شیخ شہاب الدین ہے

۲۲۲	عشق ہے خواجۂ چشتی سے جو تجھ کو عاشق مبتلا آپ ترا شیخ شہاب الدین ہے	۱۳

مرشد و پیر زمان خواجہ بہاؤ الدین ہے	رہنمائے انس و جان خواجہ بہاء الدین ہے
یار غار احمد بے میم سے ہے اس کو فیض	خلق میں عظمت نشان خواجہ بہاء الدین ہے
نقشبند اللہ کا ہے سب خدائی میں یہی	مہر سا جلوہ کنان خواجہ بہاء الدین ہے
شان بیچوں کا بنا ہے آئینہ اس کا وجود	صورت رب جہاں خواجہ بہاء الدین ہے

اول و آخر وہی ہے ظاہر و باطن وہی — شاہ ملک جاوداں خواجہ بہاء الدین ہے
باغ میں اسرار کے رکھتا ہے اپنا آشیاں — بلبل خوش نغمہ خواں خواجہ بہاء الدین ہے
ذات سے اپنی ہوا ہے آپ ہی موجود وہ — دیکھ ہر شئی سے عیاں خواجہ بہاء الدین ہے
کھینچ کر تار نظر سے خطِ وحدت اس میں دیکھ — نقطۂ سرّ نہاں خواجہ بہاء الدین ہے
اڑ کے مرغ جاں قفس سے تن کے مطلق ہوگیا — شاہ باز لامکاں خواجہ بہاء الدین ہے
کب رقم ہو رتبہ و جاہ و جلال اس شان کا — ہمنشین خواجگاں خواجہ بہاء الدین ہے
حضرت بوبکر کے سارے خلیفوں میں یہی — آفتاب خانداں خواجہ بہاء الدین ہے
نور عین حضرت صدیق اکبر ہیں جو ہم — دور اب ہم سے کہاں خواجہ بہاء الدین ہے

۲۲۳	حضرت خواجہ معین الدینؒ عاشق ہوں جو میں دل سے مجھ پر مہرباں خواجہ بہاء الدین ہے	۱۱

بیچوں کی پاک ذات ہوئے ہند کے ولی — خود مظہر صفات ہواے ہند کے ولی
ہے کس کو اب زباں جو توصیف کر سکے — تم نور کائنات ہواے ہند کے ولی
خواجہ معین دیں ہو جو مشہور خلق ہیں — خود رمز پر نکات ہواے ہند کے ولی
واللیل کی قسم یہی کہتی ہے اپنی زلف — تم وصل ہی کی رات ہوئے ہند کے ولی
آدم سے آج تک سبھی پیدا ہیں آپ سے — تم بطن امہات ہواے ہند کے ولی
دیکھی ہے اپنی زیست میں ہم نے قضا کی شکل — تم صاحب حیات ہواے ہند کے ولی

سب مُردے زندہ ہوتے ہیں ٹھوکر سے آپکی
ہجدہ ہزار خلق کے زندہ ہیں تم سے جسم
ہر اک نفس جو ہم سے ہوا ب ہمکلام تم
ہم منزل عذاب کو بھولے ہوے جو ہیں

عیسیٰ دم ممات ہوئے ہند کے ولی
تم جان کلیات ہوئے ہند کے ولی
خود بے زبان کی بات ہوئے ہند کے ولی
اپنی رہ نجات ہوا سے ہند کے ولی

۲۲۴

عاشق ہیں ہو کے آپ ہیں دن رات محو ہوں
تم عشق کی صلوات ہوا سے ہند کے ولی

۲۷

نام اب جس کا خواجہ ہے
حق کی راہ پر ہیں جو ہم
بندے حق کے ہم ہیں کب
اسم و جسم بندے کا
نور ذات بیچوں کا
دیکھ مٹا کر بندے کو
بندے کس کے کہلا ہیں
ہیں جو غائب اس کے صفات
آئے کیوں کر ذات نظر
عرفان پڑھ کر سمجھا ہوں

مرشد میرا خواجہ ہے
ہادی اپنا خواجہ ہے
اپنا مولیٰ خواجہ ہے
آپ مسمیٰ خواجہ ہے
پاک سراپا خواجہ ہے
حق کا چہرہ خواجہ ہے
ہم ہیں پیدا خواجہ ہے
ذات میں زندہ خواجہ ہے
اس کا پردہ خواجہ ہے
لفظ و معنیٰ خواجہ ہے

کہتی ہیں موجیں وحدت کی — قطرہ و دریا خواجہ ہے
دیکھ تجلی وحدت کی — مہر اور ذرہ خواجہ ہے
نغمہ زن ہے بلبل عشق — گل اور غنچہ خواجہ ہے
بادۂ عشق اور وحدت کا — جام و شیشہ خواجہ ہے
چشت کی دوکان گرم ہے اب — اس کا سودا خواجہ ہے
صاف انا الحق اپنے ساتھ — کہنے والا خواجہ ہے
دیکھو لا میں گم ہوکر — صرف الّا خواجہ ہے
کس کا ہے یہاں کون غلام — عالم سارا خواجہ ہے
سجدہ اس کو کرتے ہیں — اپنا کعبہ خواجہ ہے
بندہ کا ہے کب یہ کلام — اس کا گویا خواجہ ہے
کہتے ہیں یہ چشتی سب — پیر ہمارا خواجہ ہے
پیر جو سارے ہیں مشہور — سب سے اعلیٰ خواجہ ہے
دیکھ لو سارے پیروں میں — عالی رتبہ خواجہ ہے
ہندو دکن پر اس کا ہے حکم — شاہ زمانہ خواجہ ہے
دیکھ لو آکر خلوت میں — حق کا تماشا خواجہ ہے
ذاکر و شغل اور میرا ورد — خواجہ خواجہ خواجہ ہے

عاشق اُس کا میں جو ہوں
میرا پیارا خواجہ ہے

خدائے ذوالمنن اپنا معین الدین چشتی ہے
وجود اک ذات بیچون کا معین الدین چشتی ہے

خود آیا عالم ہستی میں وہ شکل محمد میں
مراد یسین اور طٰہٰ معین الدین چشتی ہے

علی کا فاطمہ کا حضرت شبیر و شبر کا
دل و جان و جگر گوشہ معین الدین چشتی ہے

شہنشاہ جہاں تاج ہو اللہ اس کے ہے سر پر
کہ مطلق ذات کا جلوہ معین الدین چشتی ہے

نظر آتی ہے ہم کو اس میں صورت سر مخفی کی
کہ ذات حق کا آئینہ معین الدین چشتی ہے

ازل میں لکھدیا اسکی جبین پر کلک قدرت نے
حبیب خالق یکتا معین الدین چشتی ہے

گلستان حقیقت کا ولایت کا کرامت کا
سراسر اک گل تازہ معین الدین چشتی ہے

خودی اپنی فنا کی محو ہو کر ذات مطلق میں
فقیر طالب المولیٰ معین الدین چشتی ہے

فرید و قطب و محبوب الٰہی اور نصیر الدین
مرید ان کے ہیں سب آقا معین الدین چشتی ہے

اسی کی ذات سے پیدا ہوئی ہے شان او عظمت
جہاں میں صاحب رتبہ معین الدین چشتی ہے

۲۲۶	اسی کے ہیں ہمیشہ جان و دل سے عاشق صادق ہمارا مرشد والا معین الدین چشتی ہے	۹

شبیہہ اللہ کی روئے معین الدین چشتی ہے
سر عرش برین کوئے معین الدین چشتی ہے

خم قوسین ابروئے معین الدین چشتی ہے
سر واللیل گیسوئے معین الدین چشتی ہے

سراسر اسم احمد ہے عیاں خود اسکی قامت سے
محمد دست و بازوئے معین الدین چشتی ہے

سنا ہے وصل کی شب ذکر میں نے ہر بن مو سے
الف اللہ کا موئے معین الدین چشتی ہے

کہاں بندہ کی خصلت ہے نظر کر اپنے مولیٰ میں
کہ اللہ کی سر خوئے معین الدین چشتی ہے

تعشق اُس کا ہم کر کے فنا ہیں ذات بیچوں میں
عجب یہ سحر و جادوئے معین الدین چشتی ہے

حیات جاودانی کا مسیحا سے ہو کب چارہ
بقا کو اپنی داروئے معین الدین چشتی ہے

دکن کا باغ ہے سرسبز اس کی ذات اقدس سے
چمن میں ہند کے بوئے معین الدین چشتی ہے

۲۲۷
نظر آتا نہیں کوئی سوا خواجہ کے **عاشق** کو
کہ چشم اس کی سدا سوئے معین الدین چشتی ہے
۱۱

ہے مطلق ذات پاکِ رب معین الدین چشتی کی
ادا ہو مدح ہم سے کب معین الدین چشتی کی

ولی ساری خدائی کے جھکا کر اپنی گردن کو
اطاعت میں کھڑے ہیں سب معین الدین چشتی کی

رسائی کر کے دیکھو تو ذرا دربار میں اس کے
ہے کیسی شانِ مطلق اب معین الدین چشتی کی

اگر اجمیر میں جا کر رہو گے شوق دل سے تم
ملے گی تم کو نعمت تب معین الدین چشتی کی

تمہیں گر خوش نصیبی سے ہو اس کی معرفت حاصل
کرو گے مدح تم اغلب معین الدین چشتی کی

بزرگوں میں جو فرد منتخب ہم کو میسّر ہے
ثنا میں ہیں اپنے لب معین الدین چشتی کی

ذرا حال اس کا پوچھو تم شہنشاہ مدینہ سے
بڑی جاگیر ہے یثرب معین الدین چشتی کی

ہوا طالب کو جو ارشاد کہہ چشتی رسول اللہ
عجب ہے رمز پر مطلب معین الدین چشتی کی

نماز وصل ہے حاصل حضور قلب سے مجھ کو
جو ہے خود فکر روز و شب معین الدین چشتی کی

جہاں کی نوکری چھوڑی تو اس سرکار سے مجھکو
ملی ہے خدمت منصب معین الدین چشتی کی

میاں محمود کی تجھ کو خلافت ہے جوائے عاشق
محبت تجھ کو ہے النسب معین الدین چشتی کی

ہے مطلق رمز سبحانی معین الدین اجمیری ہے الحق سرّ یزدانی معین الدین اجمیری
صفات و ذات بیچونی بنی ہے اس کی جو صورت ہے جسم و جانِ انسانی معین الدین اجمیری
جو اُس کی ہستی نور تجلیٔ محمد ہے مثال ذات رحمانی معین الدین اجمیری
جمال اُس کا دکھاتا ہے جو شکل حضرت یوسف ہے بدر چاہ کنعانی معین الدین اجمیری
ہوئے زیر و زبر پیدا جو اس کے مصحفِ رخ پر ہے مطلق روئے قرآنی معین الدین اجمیری
جناب پیر ہارون کا نہ چمکے خاندان کیوں کر ہے شمع بزم عثمانی معین الدین اجمیری
ولی و قیصر ہند و دکن اس کے ہیں فرمان میں ہے تاج فرق سلطانی معین الدین اجمیری
نہیں غوّاص کو قدرت کہ لائے ڈوب کے اس کو ہے دُرِّ بحر عرفانی معین الدین اجمیری
ہُویّت کا کھلا عقدہ جو ہم پر سر بسر یکسر ہے کشفِ رازِ پنہانی معین الدین اجمیری
نظر اُس کا وجود الحق الوہیت میں آتا ہے ظہورِ نور ایمانی معین الدین اجمیری
حبیب اللہ نام پاک جو مشہور عالم ہے مُحبّ خاص ربانی معین الدین اجمیری
شبستانِ ہند کا روشن اُسی کے فیض سے اب ہے مہ نورِ مسلمانی معین الدین اجمیری
جناب غوث اعظم سے جدا کب شکل اُس کی ہے شبیہ شاہ جیلانی معین الدین اجمیری

۲۲۹ تصدق دل کو کرتا ہوں جو بن کر عاشق صادق
مرا ہے دوست اور جانی معین الدین اجمیری ۱۴

اک شہنشاہِ ولایت خواجہ اجمیر ہے	مالک کشف و کرامت خواجۂ اجمیر ہے
خاص نعمت ہے عطا اس کو رسول اللہ سے	ہاں وہ ہمراز نبوت خواجۂ اجمیر ہے
اُس کے پیشانی نورانی پہ تھا ہٰذا حبیب	سر بسر شان رسالت خواجہ اجمیر ہے
فیض سے اپنے بنایا اُس نے محبوب الٰہ	کیا خداوند فضیلت خواجہ اجمیر ہے
کیوں نہ امداد و اعانت اس سے چاہیں اولیا	خود معین دین و ملّت خواجہ اجمیر ہے
اس کے فیضان قدم سے ذوق ہے سب کو نصیب	شاہ خلعت بخش حالت خواجۂ اجمیر ہے
فرش سے عرش بریں تک ہے یہی مطلق سدا	مظہر سِرِ حقیقت خواجہ اجمیر ہے
ہے معین الدین چشتی ایزدِ جان بخش خود	معنوی خالق کی صورت خواجۂ اجمیر ہے
اس مری رمز خفی کو پوچھ ابجد خواں سے خود	دیکھ لے خود سِرّ وحدت خواجہ اجمیر ہے
دیر میں آکر حرم سے دیکھ اے زاہد تو خود	بن گیا خود حق کی مورت خواجۂ اجمیر ہے
آگ لگ جائیگی سر سے پاؤں تک کر مس سے خوف	مہر گردوں جلالت خواجہ اجمیر ہے
جس کو نخوت ہے انا کی سر جھکاتا ہے وہ کب	ہاں غنئ خوش بضاعت خواجۂ اجمیر ہے
جس کو عشق اس کا ہوا طے اس سے منزل ہو گئی	خضر راہ پاک نسبت خواجۂ اجمیر ہے

۲۳۰	عاشق صادق ہوں اُس کا ہاں یہی ہے مجھ کو فخر بس مرا پیر طریقت خواجۂ اجمیر ہے	۴۱

تعین ذات بیچوں کا میاں محمود چشتی ہے	رسول اللہ کا چہرہ میاں محمود چشتی ہے

احد جب بن گیا احمد سما کر ایک نقطہ میں
اُسی کا سر بسر حلیہ میاں محمود چشتی ہے

ہُو الاول ہُو الآخر ہُو الظاہر ہُو الباطن
اُسی کا مظہر اسما میاں محمود چشتی ہے

تعرج اور تنزل کی اٹھا کر دیکھ لو تفسیر
کلام حق کا شیرازہ میاں محمود چشتی ہے

جو دیکھے احمدؐ و حامد کے پڑھ کر مصحف رخ کو
کہے یٰسٓ اور طٰہٰ میاں محمود چشتی ہے

لکھا ہے رسول اللہ کا جو جسم و جان و دل
سراسر برزخ کبریٰ میاں محمود چشتی ہے

اسی کے نور ہستی سے عیاں ہے ظلِ سبحانی
وجود حق کا آئینہ میاں محمود چشتی ہے

کر و بیدار موسیٰ کو سنا دو صاف یہ مطلب
کہ نور طور کا شعلہ میاں محمود چشتی ہے

جو شوق رویت حق ہے نظر کر لے محمدؐ کو
خدائے لم یزل تیرا میاں محمود چشتی ہے

یہ ہم سے خانۂ تشبیہ کے معمار کہتے ہیں
در تنزیہہ کا پایہ میاں محمود چشتی ہے

اُٹھا کر عین گر دیکھو عرب کی شکل میں چھپکر
یہی در پردہ رب اپنا میاں محمود چشتی ہے

خیال احمد بے میم کرتا ہوں تو کہتا ہوں
محمدؐ ہی کا خود نقشہ میاں محمود چشتی ہے

نبی آپ ہی ولی آپ ہی ہے آپ ہی بندہ و مولیٰ
کہ سب کونین کا جلوہ میاں محمود چشتی ہے

سنا کر وحی کہتا ہوں نہیں یہ بات بچوں کی
کلام اللہ کا گویا میاں محمود چشتی ہے

مدور قلب سے اس کے جو صوت غیب سنتے ہیں
نئے اسرار کا نغمہ میاں محمود چشتی ہے

ہے نکلا گنج مخفی سے تماشا دیکھنے اپنا
جہاں میں صاف بے پردہ میاں محمود چشتی ہے

اگر ہے آنکھ تو دیکھو ہے ساری کائنات اُسمیں
نظر سے اپنے کب اخفا میاں محمود چشتی ہے

بیان کرتا ہے مجھ سے عشق کا خیاط سی سیکر
خدا کی روح کا جامہ میاں محمود چشتی ہے

الف اللہ کا بن کر او گا ہے باغِ وحدت میں
درخت سدرہ و طوبیٰ میاں محمود چشتی ہے

پھلا پھولا ہے الا اللہ کا گلزار اس کے ہاں
نہال عشق کا ثمرہ میاں محمود چشتی ہے

ہوئے ہیں زندہ اکدم میں ہم اسکی ایک ٹھوکر سے
ہمارا حضرت عیسیٰ میاں محمود چشتی ہے

ہمارے چشم کی پتلی بنا ہے میم کا نقطہ
خود اپنا ناظر و بینا میاں محمود چشتی ہے

سدا کرتے ہیں ہم سجدہ اسی کے طاق ابرو میں
ہمارا قبلہ و کعبہ میاں محمود چشتی ہے

مقام احمدی کا ہے نشان اپنی یہ پیشانی
ہمارے عشق کا تمغہ میاں محمود چشتی ہے

نہ کیوں محبوب[199] عالم ہم کہیں اُس پیر پیران کو
کہ حب اس نام سے پیدا میاں محمود چشتی ہے

محاسب دفتر وحدت کا دکھلا دیگا یہ نکتہ
کہ سب عالم کا جانانہ میاں محمود چشتی ہے

سمجھ لو عاشقوں پڑھ کر حدیث کنت کنزاً کو
کتاب عشق و افسانہ میاں محمود چشتی ہے

گلستان شہادت میں نظر کر لو ذرا آکر
کہ مرغ دل کا کاشانہ میاں محمود چشتی ہے

جو اس کے سینہ سوزاں میں دل جلتا ہے الفت سے
چراغ جاں کا پروانہ میاں محمود چشتی ہے

عیاں ہیں مورتیں اس کے جو دونو طاق ابرو سے
صنم کا اپنے بتخانہ میاں محمود چشتی ہے

جبیں ملتی ہے دنیا بھی اُسی کے آستانے پر
فقیر طالب المولیٰ میاں محمود چشتی ہے

شراب وصل سے مخمور آنکھیں اُسکی رہتی ہیں
سدا سرشار و مستانہ میاں محمود چشتی ہے

نبی خلقت ہے اٹھارہ ہزار اس کے ہی قطروں سے
کہ سب مخلوق کا دریا میاں محمود چشتی ہے

معطر خلق احمد سے جو ہے گلزار عالم سب
اُسی کا اک گل تازہ میاں محمود چشتی ہے

ہمیں ہے احمد آباد اور گجرات اس کی خلوت گاہ
جہاں ہم رہتے ہیں اس جا میاں محمود چشتی ہے

میاں شیخ حسام الدین محمد شاہ فرخ کا
خلف یہ خوب و شایستہ میاں محمود چشتی ہے

رشید الدین مودودی میاں لالہ کا ہے ارشد
جہاں میں نامور پوتا میاں محمود چشتی ہے

نصیر الدین دہلی کی ہے اس کے پاس سب نعمت	کمال الدین کا سرمایہ میاں محمود چشتی ہے
تمام اجداد تھے اس کے سلاطین ملک عرفان کے	امیر اور اپنا شہزادہ میاں محمود چشتی ہے
فنافی الشیخ کا درجہ جو حاصل ہو چکا مجھ کو	سمجھ لو ہو بہو مجھ سا میاں محمود چشتی ہے

۲۳۱	معین الدین چشتی کے مریدوں میں جو ہے عاشق اسی کا مرشد والا میاں محمود چشتی ہے	۲۶

محمد[1] بادشاہ دوسرا عالم کا سرور ہے	امیر المومنین اس کا وزیر خاص حیدر[2] ہے
رئیس اولیائے چشت ہے خواجہ حسن بصری[3]	کہ عبد الواحد[4] اُس کا یار الفت شیخ اکبر ہے
ہوا خواجہ ابو الفضل[5] فضیل ابن عیاض عصر	شہ ابراہیم[6] ادہم تارک الدنیا مقرر ہے
خوشی اور غم سے فارغ ہوگیا خواجہ سدید الدین[7]	وہ غوث سالکین خواجہ امین الدین برتر ہے
امام العارفین حق کھایا خواجہ ممشاد[9]	مہ کل صوفیاں خواجہ ابو اسحٰق رہبر ہے
ابی ابدال[11] احمد قدوۂ دین نبی الحق	جہاں کا قطب خواجہ ناصر الدین[12] ہمبر ہے
ہے خواجہ ناصر الدین[13] ابی اسحاق یوسف غوث	جو قطب الدین[14] ہے مودودی یم وحدت کا گوہر ہے
عہد کا خواجہ حاجی[15] شریف زندنی چشتی	جہاں میں قدوۂ اصحاب عارف وہ سراسر ہے
جناب خواجہ عثمان[16] پیر ہراونی چشتی	کرامت اور کشف باطنی کا مہر انور ہے
شہ خواجہ معین الدین[17] حسن چشتی اجمیری	حبیب اللہ کا ہے اس کو زیبا تخت و افسر ہے
لقب کا کی کا لکھا ہے قتیل الفت جبار	وہ قطب الدین[18] و دنیا ہے کہ اس کا بخت یاور ہے

غزل شجرۂ خاندان اہل بہشت

فریدالدین[19] مسعودی حریق الفت مولیٰ
یہی اک یوسف ثانی ہوا محبوب[20] الٰہی کا
بزرگ عصر ہے خواجہ نصیر[21] الدین محمود اک
کمال[22] الدین علامہ ہوا مشہور عالم میں
ہے علم[24] الحق والدین والی ملک تجرد خود
جمال[26] الدین جمن اور میاں شیخ حسن[27] چشتی
میاں شیخ محمد[28] اور حضرت[29] شیخ یحیٰ کو
جناب شیخ رکن[30] الدین احمد اور جمال[31] الدین
میاں شیخ حسام[32] الدین محمد فرخ صوفی
رشید الدین[34] مودودی میاں لاڈلا ہے کہلاتا
میاں شیخ حسام[35] الدین محمد فرخ کامل
ہمارا پیر و مرشد قطب اقطاب زمان الحق
کریم[37] اللہ شاہ تارک الدنیا جو ہے عاشق
ہوا اپنا خاتمہ بالخیر یا ہوا ان کی حرمت سے

تمامی اولیا کا وہ بڑا سردار دفتر ہے
نظام الدین کے پرتو سے منور ماہ و اختر ہے
کہ روشن شہر دہلی میں چراغ اسکا ہی گھر گھر ہے
سراج[23] الدین قطب عالم خلاق داور ہے
جو ہے محمود[25] راجن شیخ وہ ان سب کا ہمسر ہے
یہی قطب زماں مشہور اک ہے ایک بہتر ہے
ہوی خود قطبیت حاصل مدینہ میں اشہر ہے
وہی خود قطبیت کا جمن ثانی غضنفر ہے
وہ رکن[33] الدین ثانی احمد مرسل کا دلبر ہے
جو سارے قطب معشوقین حق کا ناز پرور ہے
گل خوبی سے اس کے گلشن عالم معطر ہے
میاں محمود[36] گجراتی کہ ذات حق کا مظہر ہے
ترے وصل حقیقی کی اُسے نعمت میسر ہے
خدائی سب تری ہے تو جہاں کا رحم گستر ہے

۲۲۲	یہ شجرہ خاندان چشت خاصان بہشتی کا تجھے اے عاشق چشتی ہمیشہ حفظ واز بر ہے	۱۷

کُنتُ کنزاً مخفیاً سے یہ بیان پیدا ہوا
جسم میں محمود کے خود جان جاں پیدا ہوا

شان میں آیا ہے جس کے صاف لولاک لما
وہ شہنشاہ زمین و آسماں پیدا ہوا

نقطۂ سرِ وجود و علم اور نور و شہود
عشق بنکر دائرہ کے درمیاں پیدا ہوا

کھل گئی مجھ پر حقیقت سے محمدؐ کی یہ رمز
ذات سے محمود کی سارا جہاں پیدا ہوا

شش جہت کے آئینوں میں عکس ہے جس شخص کا
خود مکیں کی شکل میں وہ لامکاں پیدا ہوا

تخم ہستی سے جو نکلے بن کے ہم اولٹے شجر
گلشن عیاں کا اپنے باغباں پیدا ہوا

دیکھ لو محمود کی ہے خود محمدؐ کی شبیہ
آج پھر احمد سوئے ہندوستاں پیدا ہوا

بن گیا واجب سے ممکن عشق میں جس کا وجود
وہ وجود بے نشاں خود بانشاں پیدا ہوا

صورتِ اجمال وہاں کی بن کے تفصیل آگئی
تھا جو باطن میں وہی ظاہر یہاں پیدا ہوا

گنج مخفی میں صدا بصوت جس کی سنتے تھے
خود زباں بن کر وہ یار بے زباں پیدا ہوا

اپنی اولٹی پتلیوں سے دیکھ لو اس کا مقام
اب تصور کا ہمارے دیدباں پیدا ہوا

ہر نفس آتی ہے کانوں میں جو آواز جرس
آج گجراتی امیر کارواں پیدا ہوا

آگیا چوں و چرا میں گنج مخفی سے جو یہاں
سِرِّ ذات بیچگوں کا رمزداں پیدا ہوا

سِرِّ باطن کی حقیقت پوچھئے اس پیر سے
یہ میاں محمود اچھا غیب داں پیدا ہوا

شہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے نور سے
چشتیو اپنا چراغ دودماں پیدا ہوا

کیوں نہ روشن ہو شبستان کمال الدین کہ آج
اُن کے گھر میں آفتاب خانداں پیدا ہوا

عاشق خواجہ معین الدین مبارک ہو تجھے
پیر تیرا نور چشم خواجگاں پیدا ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۲۳		۲۳

مرا جس نے کہ یہہ چہرہ بنایا
خود اپنی شکل کا نقشا بنایا

ہیں مظہر اُس کے اٹھائیس اکوان
جہاں کا خود کو مجموعا بنایا

ہے جسم شخص میں مولا ہی اپنا
کہ اپنے عکس کو بندا بنایا

مسمیٰ نے کیا جلوہ خدا ہیں
عجائب اِسم کا پردا بنایا

سراپا دیکھنے کو حق نے اپنا
عجب بندہ کو آئینا بنایا

احد سے بن گیا آپ ہی جو احمد
صفت کو ذات کا حلیا بنایا

زبان میں چھپ کے جبریل امین کی
خدا نے آپ کو گویا بنایا

بڑے دھوکے میں ہیں بندے خدا کے
یگانے کو جو بیگانا بنایا

صفت سے اپنی ہے بیچوں سے باچوں
یہہ نادر نقشۂ دنیا بنایا

ظہور اپنا کیا آدم میں آکر
رُخ اپنا بر رُخِ کبریٰ بنایا

کمندِ عشق میں پھنس کر خودی سے
خدا نے خود کو دیوانا بنایا

وجودی حق تعالیٰ کی ہے ہستی
تماشا خود کو عالم کا بنایا

طِلسمات جہاں سب اس میں بھر کر
خدا نے اپنا خود پتلا بنایا

سمجھ لو بوجھ لو اس کو خدا نے
کہ اپنے جسم کو کیسا بنایا

ہے موج و آب کی صورت اُسی کی
کہ اپنی ذات کو دریا بنایا

خدا کی ذات کو مذہب کہاں ہے
مقابل دیر کے کعبا بنایا

ہیں شیخ و برہمن سب اسکی صورت
وجود اپنا جہاں آرا بنایا

ہوں رب العالمین فرماکے حق نے
جہاں کا آپ کو ملجا بنایا

پڑا ہے کس لئے جھگڑے میں عالم
خدا نے خود جو کچھ چاہا بنایا

دوئی وحدت میں مطلق کچھ نہیں ہے
جسے چاہا اُسے اپنا بنایا

جو پہنچا لامکاں سے شِش جہت میں
اُسی نے دربدر خانہ بنایا

صدا سننے کو اپنی آپ ہر دم
سرِ انسان کو طنبورا بنایا

۲۳۴	فقیروں میں معین الدین حسن کے سخن عاشق کا رندانا بنایا	۱۳

ہوا جب ذات مطلق کو صفت کا ولولا پیدا
اُسی جنبش میں بیچوں سے ہوا چون و چرا پیدا

اَحَد ہے رُخ جو احمد کا یہ علمی اس کی صورت ہے
کہاں ہے برزخ بندہ کہ ہے آپ ہی خدا پیدا

ہوا ہے جلوہ گر واجب تعیش سے جو ممکن میں
ہے صرف اک دائرہ میں میم کے ارض و سما پیدا

یہی ہے حضرت آدم صفی اللہ جو کچھ ہے
کہ اپنی خاص ہستی میں ہوا رب العلا پیدا

مخاطب ہو گیا جو شخص اس کا عکس نورانی
خود اپنی ہی تجلی سے ہے بشکل آئینا پیدا

تماشا دیکھ لو تنزیہہ کا تشبیہہ عالم میں
مُجَسّم جان مطلق کا ہوا ہے شعبدا پیدا

تلاطم ہو گیا دریائی وحدت کو جو کثرت میں
حباب و موج و گرداب و کف و قطرا ہوا پیدا

وجود و علم اور نور و شہود خط وحدت سے
ہوا ہے عنصر نار و گل و آب و ہوا پیدا

نہیں ہے صانع و مصنوع اسرار معارف میں
ہیں خود اپنی حقیقت سے محمد مصطفا پیدا

بلا صنعت یہ صورت ہے ہو اللہ المصوّر کی
کہ خود اسماء حسنیٰ میں ہوا ہے کبریا پیدا

بنا ہوں آپ ہی ششدر طلسمات تجدد میں
خلا سے ہے ملا پیدا ملا سے ہے خلا پیدا

ہو الظاہر کی معنی ہے سراسر مَن رَانی میں
مسمیٰ اسم میں اپنے ہوا ہے برملا پیدا

۲۳۵	دکھا کر اپنے عاشق کو میاں محمود کہتے ہیں معین الدین چشتی کا ہوا ہے با نوا پیدا	۱۱

ہُو کی ہے تو بثبوت صدا صنما صنما صنما صنما
خود نغمہ سرا ہے تو اپنا صنما صنما صنما صنما

ہے غیب میں تیری مطلق ذات سلب و ہاں ہیں اسما و صفات
ہے تو ہی مسمیٰ اللہ کا صنما صنما صنما صنما

تشبیہہ خدا سے تو ہے جدا تنزیہہ تری ہے شان صفا
اللہ فنا ہے تو ہے بقا صنما صنما صنما صنما

کب عرش بریں کا تو ہے مکیں نیچے ہیں ترے افلاک و زمیں — قوسین پہ ہے تو جلوہ نما صنما صنما صنما صنما

بے نام و نشاں ہے تیری ذات ہے نفی خدا میں اثبات تو — کچھ تجھ میں نہیں ہے چوں و چرا صنما صنما صنما صنما

لاہوت کی ہے تو سرحد میں یا ہوت کی ہے تو معبد میں — ہے تیری پرستش ہوش رُبا صنما صنما صنما صنما

کب آنکھوں کو تو آتا ہے نظر مفقود ہے تجھ میں چشم بشر — ناظر ہے ترا خود نا بینا صنما صنما صنما صنما

مانند ترا کوئی بھی نہیں کب مثل ترا پیدا ہے کہیں — اسرار ترا ہے در پردا صنما صنما صنما صنما

آلان کما کان ہے کھلا تو کچھ نہ گھٹا ہے اور نہ بڑھا — کونین بنا ہے عشق ترا صنما صنما صنما صنما

نکلا جو حرم سے دیر گیا ترگن کی ہوس میں خوب ہوا — کافر جو بنا میں اب تو ملا صنما صنما صنما صنما

۲۳۶	عاشق کو تعشق ہے جو ترا وہ خواجۂ اعظم کا ہے گدا خود ذات میں اپنی اس کو مٹا صنما صنما صنما	۱۱

جو سِرّ بیچگوں وحدت میں آیا — خدا کہلانے کو کثرت میں آیا

رخ ممکن میں واجب ہو کے مخفی — صفی اللہ کی صورت میں آیا

جو تھا تشبیہ کا تنزیہہ میں بھید — وہ خلوت چھوڑ کر جلوت میں آیا

بنا قطرے کی صورت آپ دریا — گُہر کے آب اور رنگت میں آیا

پڑا جب شخص کا عکس آئینہ میں — وہ اپنی دید کی حسرت میں آیا

ہوئے جب علم سے اعیان ثابت — عناصر کی وہ خود خلقت میں آیا

اَحد احمد کا برزخ بن گیا جب — محمدؐ کی وہ خود ہیئت میں آیا

جو نکلا تخم سے بن کر شجر خود ہوالظاہر ہوالباطن بجا ہے خودی کو اپنی گم کر کے سمجھ لو	گل و غنچہ کی وہ نکہت میں آیا کلام اللہ کی جو آیت میں آیا وہ ہمدم آپ کی الفت میں آیا

۲۳۷	جو ہے خواجہ معین الدین کا عاشق مبنیٔ چشت کی اُمت میں آیا	۱۱

جو ہُو ہُو مرے دل میں سمایا ہیولا روحی اور جسمی جو اٹھا مخارج اُس کے ہیں اعیان ثابت ہوئے سبعہ صفات اس کے جو ظاہر لگی جب آگ اس کو عشق کی وہ دوائر اس کے اٹھائیس ہیں سب احد پیغمبر اپنا آپ بن کر جو ہے قربِ فرائض میں ہمیشہ	تو شخص اپنے ہی خود ظل میں سمایا وہ اپنی ہی مشاکلِ میں سمایا وہ خود اپنے مداخل میں سمایا وہ آپ اپنے شمائل میں سمایا ہوا و آب اور گِل میں سمایا وہ اک ساری منازل میں سمایا خود احمد کے فضائل میں سمایا وہی قرب نوافلِ میں سمایا

۲۳۸	ہوا عاشق کو جس دم عشق خواجہ معین الدین کی محفل میں سمایا	۱۱

جب کہ اللہ و ماسوا نہ رہا	غیر بیچوں و بے چرا نہ رہا
خود مسمیٰ میں گم ہوئے اسما	بندہ و رب کا تذکرہ نہ رہا
شخص میں عکس ہوگیا فانی	ذرّہ ظلمت میں مہر کا نہ رہا
غیب سے آتی ہے جرس کی صدا	عین منزل میں قافلہ نہ رہا
محو اعیاں ثابتہ سب ہیں	تخم میں نخل کا پتا نہ رہا
غیب تنزیہہ میں ہوئی تشبیہہ	روبرو اپنے آئینا نہ رہا
قطرہ دریا میں مل گیا جاکر	بحر کی تہہ میں بُلبُلا نہ رہا
لامکاں کی جو سیر ہے حاصل	اشتیاق جہاں نما نہ رہا
ذات میں ہو کی مٹکے دیکھا ہے	دل میں تو کا وسوسا نہ رہا
رنگ سے پاک قلب مطلق ہے	جس میں کچھ ذکر مصفلا نہ رہا

۲۳۹	عاشق خواجہ معین الدین ایک دم ذات سے جدا نہ رہا	۱۹

سوتے ہوئے انسان کو جگانا نہیں اچھا	مجبور کو مختار بنانا نہیں اچھا
نادان بگڑ جاتے ہیں اکسوی پر آکر	توحید کا ہر ایک کو سکھانا نہیں اچھا
مخمور جو اک گھونٹ پہ ہو جاتے ہیں دم میں	عرفان کی شراب اُن کو پلانا نہیں اچھا
جو شکل ہدایت ہے وہ روئے مذلت	ہر اک کو طرف حق کے بلانا نہیں اچھا

جن کے نہیں کانوں میں صدا تار نفس کی
اس دم کا ستار ان کو سنانا نہیں اچھا

جس بزم میں کچھ ذات و صفت ہی کی نہیں بوجھ
زنہار وہاں عشق کا گانا نہیں اچھا

پھرتا ہے بھٹکتا ہوا جو شخص کے گھر گھر
ہرجائی کا اک جائے پر آنا نہیں اچھا

ہے مرد کی پتلی کی مذکر کی شباہت
دیکھ آنکھ مونث سے لڑانا نہیں اچھا

آتشکدہ میں کفر کے تو کعبہ سے اے شیخ
اک جا پہ ترا خاص ٹھکانا نہیں اچھا

ظاہر میں مشیخت ہے تو باطن میں فضیحت
اس وضع سے عالم کو ٹھگانا نہیں اچھا

ہم جوگ اٹھائے ہیں یہ کمبخت ہے دنیا
مردار سے بس دل کا لگانا نہیں اچھا

جو خط کہ ہے مطلق کو مقید کو وہ کب ہے
دنیا میں پھر اپنے کو پھنسانا نہیں اچھا

رکھ دل کے خزانہ کو ہمیشہ تو مقفل
ہرجائے پہ نعمت کا لٹانا نہیں اچھا

غفلت میں پڑا ہے جو تو لذت میں جہاں کی
یوں عمر کو اب مفت گنوانا نہیں اچھا

یہ وقت نہ کھو ہاتھ سے اس بات کو رکھ یاد
دنیا کی بلا سر پہ اٹھانا نہیں اچھا

جب تک ہے لہو جوش پہ تب تک ہے تعشق
اس آتش الفت کو بجھانا نہیں اچھا

پیران طریقت کی روش صاف ہے ان کی
غیبت میں عبث لب کا ہلانا نہیں اچھا

ہر آن میں یہ وجد میں رہتے ہیں خبر دار
عشاق کو ہر وقت ستانا نہیں اچھا

۲۴۰ خواجہ کی قسم چشت کی یہ آگ ہے جان سوز
عاشق کے کبھی دل کو جلانا نہیں اچھا ۱۲

معین الدین حسن ہے پیر اپنا
میاں جان و تن ہے پیر اپنا

لقب ہے خواجہ اعظم اسی کا — چراغ انجمن ہے پیر اپنا
سیادت میں نظیر اس کا نہیں ہے — وجود پنجتن ہے پیر اپنا
ولی سب ہند کے ہیں اس کے تابع — شہنشاہ دکن ہے پیر اپنا
اٹھیں مردے نہ کیوں ٹھوکر سے اُس کی — مسیحائے زمن ہے پیر اپنا
وجودی ہے تمام ارشاد اس کا — عجب جادو سخن ہے پیر اپنا
گلستان چشت کا وہ ہند میں ہے — طریقت کا چمن ہے پیر اپنا
حبیب اللہ یہہ ہے سب اولیا میں — محب ذو المنن ہے پیر اپنا
منور اس کے چہرے سے ہے خُورشید — مہ چرخ کہن ہے پیر اپنا
یہ اس کی شان میں کہتے ہیں ہندو — کہ شکل برہمن ہے پیر اپنا
نہیں توحید میں صورت پرستی — شبیہہ بت شکن ہے پیر اپنا

۲۴۱

معین الدین کا عاشق جانتا ہے
کہ وہ خواجہ حسن ہے پیر اپنا

۱۳

جو زہرائے گوندھا ہے خواجہ کا سہرا — فرشتہ یہ لایا ہے خواجہ کا سہرا
ہے رضوانِ فردوس کے سر پہ کشتی — چلو لیکر اچھا ہے خواجہ کا سہرا
ہیں گلزار جنت کے سب پھول اس میں — جو حوروں نے بھیجا ہے خواجہ کا سہرا
مہک اس کی ہے مشک و عنبر سے بڑھکر — یہ خوشبو ہے تازا ہے خواجہ کا سہرا

دماغ اپنا ہے اس کی بُو سے معطر	زمانہ میں یکتا ہے خواجہ کا سہرا
درود اس کے ہمراہ پڑھتے چلو سب	کہ باغ نبی کا ہے خواجہ کا سہرا
اِسے گوندھتے ہیں جو ہر اک چھٹی میں	مبارک یہ زیبا ہے خواجہ کا سہرا
رکھو اس کو آنکھوں پہ کہتی ہے نرگس	مرا نور دیدا ہے خواجہ کا سہرا
ترانہ یہ ہے بلبلوں کا چمن میں ہے	یہ اچھا شگفتا ہے خواجہ کا سہرا
زباں سے یہ اظہار کرتی ہے سوسن	سزاوار بوسا ہے خواجہ کا سہرا
گلاب اور چنبیلی میں ڈوبا ہوا ہے	معطر سراپا ہے خواجہ کا سہرا
نظامؔ و نصیرؔ اور قطبؔ و فریدؔ اب	یہ کہتے ہیں پیارا ہے خواجہ کا سہرا

۲۴۲	شہنشاہ اجمیر کا ہے جو عاشقؔ یہ اس نے بنایا ہے خواجہ کا سہرا	۱۹

بھید سے اپنے تو لے یار خبردار نہیں
اپنی دالسنت کی خواہش تجھے زنہار نہیں
من عرف پڑھ کے ذرا اُس کا سمجھ لے مطلب
نفس کی اپنے سمجھ مشکل و دشوار نہیں
پیر کامل کا لگا عشق سے فی الفور سراغ
حضرت شیخ سا عشاق میں مکار نہیں

کون تھا کیا تو ہوا
ایسی غفلت ہے یہ کیا
ہے اگر رب کی طلب
سہل ہے یار تو آیا
تجھ کو حاصل ہو فراغ
پاس تو اس کے نہ جا

ذکر اور شغل و توجہ میں نہ کر عمر بسر
وصل کو کشف لطالف سے سروکار نہیں

ایک ساعت میں ہوئی نعمت حق ہمکو نصیب
اس کا اس عصر میں کچھ دل سے طلب گار نہیں

آج کل وعظ و نصیحت میں ہیں سب پیر و مرید
وصل دلبر کی کسی بزم میں گفتار نہیں

ہر کوئی کہتا ہے پیر اپنا بڑا ہے سب سے
جد فروشی کے سوا اس کا تو بازار نہیں

طالب حق کی طرف کرتا ہوں حسرت سے نظر
وصلت یار کے اب کچھ اُدھر آثار نہیں

پاس عاشق کے ذرا جلد یہ پہنچا دو پیام
شاہ اجمیر سا اب کوئی ترا یار نہیں

تجھ کو ہے ہوش اگر
سن لے تو میرا کہا
لطف ہے اس میں عجیب
اب کوئی مرد خدا
یہ طریقہ ہے جدید
یہ زمانہ ہے نیا
یہ تعجب ہے مجھے
چوک اپنا ہے جدا
یہ پھنسا جا کے کدھر
ہجر ہے اُس کو سدا
کہہ کے تم میرا سلام
عشق تیرا ہے بھلا

۲۴۳
پیش حق است زمانۂ ما — نے در بندہ فسانۂ ما
بشنو سر نہانۂ ما — نے نے مطلق نشانۂ ما
خلوت گاہ ہم بہ لامکان ست — غیب الغیب است خانہ ما
در سلب صفات نیست وحدت — گم شو گم شو یگانۂ ما
گر سامعہ خالص است بشنو — بے کام و زبان ترانۂ ما
۹

	بت را گفتن خدا درست است — در مذہب کافرانۂ ما شیخ و زاہد چہ خاک داند — راز قلندرانۂ ما ہر دم کردم عبادت خود — واحد گشتہ دوگانۂ ما	
۲۴۴	من عاشق معین الدین ام ہست اجمیری آستانۂ ما	۹
	ہیں میرے درد کے درمان معین الدین چشتی آپ — کریں مشکل مری آسان معین الدین چشتی آپ گدا ہوں آپکے در کا یہی مشہور ہے شاہا — رکھیں مجھ پر نظر ہر آن معین الدین چشتی آپ پہنچ ہے آپ تک میری مطوف ہوں میں اجمیری — مجھے اپنا کریں دربان معین الدین چشتی آپ کسی کا ہونہ میں عاجز نہ ایسا کیجئے ہرگز — دین اپنا ہاتھ میں و امان معین الدین چشتی آپ لقب ہند الولی جو ہے عطائے خواجۂ اعظم — ہیں شاہ ملک ہندوستان معین الدین چشتی آپ مٹا کر اپنی ہستی کو فنا حق میں ہوئے جو آپ — بنے ہیں مظہر یزدان معین الدین چشتی آپ تمہارے اسم اعظم کا ہمیشہ ورد رہتا ہے — ہیں میرے ورد قلب و جان معین الدین چشتی آپ جبیں پر آپکے حضرت جو ہے ہذا حبیب اللہ — ہیں عشق خالق سبحان معین الدین چشتی آپ	
۲۴۵	جہاں کی چھوڑ دی خدمت تمہارے عشق میں حضرت ہوئے عاشق کے جب خواہاں معین الدین چشتی آپ	۲۲

ذکر ہر یک دودمانے دیگراست — فکر ہر یک رمز دانے دیگراست
کئے خدا حاصل شود اندر خودی — بیخودی سرّ نہانے دیگراست
کئے رسد ہر یک بسرّ ذات ہو — ایں بعرفان چیتانے دیگراست
از ملا بر جستہ ام اندر خلا — بہر سیرم لامکانے دیگراست
خود بخود آمد خدا اندر جہاں — عشق ذاتش راتوانے دیگراست
ہست در توحید یکساں عبد و رب — شیخ را ناحق گمانے دیگراست
من شدم از ذات پیدا بہر خویش — فی الحقیقت خاندانے دیگراست
کُنتُ کنزاً مخفیاً را خواندہ ام — در محبت داستانے دیگراست
واعظ ناداں چہ داند ایں حدیث — من رّانی را بیانے دیگراست
بشنوم ہر یک نفس آواز غیب — در دلم شور و فنانے دیگراست
منکشف گردید بر من سرّ غیب — اندرون جسم جانے دیگراست
من بہ چشم ظاہری خود دیدہ ام — کاندریں عالم جہانے دیگراست
دار چوں منصور دارم بہر خویش — در انا الحق امتحانے دیگراست
یافتم از گنج وحدت تحفہ — در دلم ایں ارمغانے دیگراست
در تجدّد ہست امثال خدا — شکل حق در ہر زمانے دیگراست
اِسم و جسم در مسمیٰ گم شدہ — نفس را ایں غرو شانے دیگراست
خط وحدت راز مَن دانستہ ام — قاب قوسین آسمانے دیگراست
طائر جان در تن من تا کجا — مرغ دل را آشیانے دیگراست

شیخ را حاصل بناشد طوف قلب
کعبۂ دل آستانے دیگراست

مضغۂ دل در سرا غش کئے رسد
قلب مطلق رانشانے دیگراست

اے خریداران بازار خدا
در رہ چشت ایں دکانے دیگراست

۲۴۶ خواجۂ اعظم چو بشنید ایں سخن
گفت عاشق راز بانے دیگراست ۱۵

کرتا ہوں میں زیارت خواجہ علی الصباح
آتی نظر ہے صورت خواجہ علی الصباح

اُس کے ہی آستان پہ رگڑتا ہوں میں جبیں
ہوتی ہے مجھ سے طاعت خواجہ علی الصباح

ہر صبح چومتا ہے کف پا کو اس کے مہر
والشمس ہے جلالت خواجہ علی الصباح

ہر اک سحر سلام میں اقطاب و غوث کو
ہوتی ہے خوب رویت خواجہ علی الصباح

کھلتے ہیں پھول رات کو روضہ میں شاہ کے
آتی ہے صاف نکہت خواجہ علی الصباح

گنبد پہ ہر سحر جو نکلتی ہے مشتری
دیکھا ہے نور طلعت خواجہ علی الصباح

جو صوت بے صدا ہے وہ ہوتی ہے گوش زد
سنتا ہوں دل سے نوبت خواجہ علی الصباح

ہر صبح دم درود کا ہوتا ہے ختم وہاں
صلی علیٰ ہے حرمت خواجہ علی الصباح

پابوس ہوتی ہے جو خنا اُس کی رات کو
پاتی ہے خود میں زینت خواجہ علی الصباح

گنبد میں اُس کے شب کو ملائک اُترتے ہیں
ہوتی ہے اُن پہ رحمت خواجہ علی الصباح

مقبول شاہ جس کی دعا شب میں ہوتی ہے
ہے اُس کو یہ بشارت خواجہ علی الصباح

روضہ میں شب کو رہنے کی کس کی مجال ہے
کھلتا ہے باب شوکت خواجہ علی الصباح

ہر ایک رات وہاں کی ہے رشک شب برات
رہتی ہے مجھ سے قربت خواجہ علی الصباح

حق سرہو جو بولتی ہے قمری چمن
سنتے ہیں نغمۂ حضرت خواجہ علی الصباح

۲۴۷	موزوں ہوئی طبیعت عاشق جو صبح دم لکھی ہے اس نے مدحت خواجہ علی الصباح	۳۴

نظارے ہیں خلوت کے جلوت کے بعد
نمائش ہے کثرت کی وحدت کے بعد

مری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
یہ ظاہر ہوا حق کی رویت کے بعد

ہوا من عرف آج حاصل مجھے
خدا مل گیا مجھ کو مدت کے بعد

ملا مجھ سے وہ ہیں جدا اس سے ہوں
عداوت ہوئی ہے محبت کے بعد

جدا عبد و رب سے ہے میرا وجود
یہ عقدہ کھلا جامعیت کے بعد

شب و روز اپنی ہے مجھ کو تلاش
ملوں گا خدا سے میں فرصت کے بعد

چھپیں پتلیاں پردۂ غیب میں
منارہ ہیں میری آنکھیں بصیرت کے بعد

طلاطم پہ اپنا ہے دریائے چشم
دراشک غلطاں ہیں رقت کے بعد

ہے اللہ اسم صفات و کمال
نہیں ذات لفظ و اضافت کے بعد

ہے کون اپنا مسجود زاہد سمجھ
نہ کچھ سہو نکلے عبادت کے بعد

مسلمان کہنے سے ہے مجھ کو ننگ
بنا ہوں میں کافر ضلالت کے بعد

صنم کی پرستش سے حق مل گیا
ہوں سجدے میں بت کی ہدایت کے بعد

ہے طنبورۂ سر میں کس کی صدا
یہ بہرے سے کہہ دو سماعت کے بعد

شریعت طریقت رہِ معرفت
رہے گی نہ مطلق حقیقت کے بعد

رہے واحدیّت نہ وحدت کبھی
کہ سب غیب ہے یہاں ہویت کے بعد

نشان خدا ہے نہ بندہ کا نام
تحیّر کا عالم ہے خلقت کے بعد

طلسمات عالم ہے خواب و خیال
سمجھ میں نہ آئے گا غفلت کے بعد

فنا ہوگی تشبیہہ تنزیہہ میں
یہ صورت رہے گی نہ رحلت کے بعد

خبر دار ہو شیخ صاحب ذرا
نہ جنت ملے گی قیامت کے بعد

جہاں صورت علم کی ہے شبیہہ
یہ عالم بنا کب ہے صنعت کے بعد

نمودار ہے شخص کا عکس خود
نہ دکھلائی دے سایہ قامت کے بعد

ہوا منکشف سر یہ معراج میں
محمدؐ نبی پر رسالت کے بعد

یہ رازِ نہاں لطفِ محمود سے
ملا مجھ کو شاہ ولایت کے بعد

جو تیار ہوتے ہیں مٹی کے ظروف
ہر ایک کوزہ گر کی ارادت کے بعد

نہ کیوں مختلف اسم ہوں خاک کے
کہ تفصیل وحدت ہے کثرت کے بعد

میں ہمدم ہوں منصور حلاج کا
مجھے پھانسی دو اک دو ساعت کے بعد

اتارو نہ مجھ کو کبھی دار سے
تنزل مرا ہوگا رفعت کے بعد

سخن ہیں مرے سب یہ توحید کے
زباں پر رہیں گے کتابت کے بعد

فنا کس طرح سے ہوں اللہ ہیں
نہیں کچھ تعین نبوت کے بعد

ہے ادنیٰ بہت مرتبہ شیخ کا
یہ ظاہر ہوا ہے مشیخت کے بعد

تنزل پر آتی ہے کب محویت
اس اپنی تعرج کی نوبت کے بعد

فقیری مری کب ہے افلاس کی
بنا بانوا میں فراغت کے بعد

رہے ظاہر و باطن اک حال پر
نہ تعریف کیجیے شکایت کے بعد

۲۴۸ — غزل عاشق پیر اجمیر کی — ۱۱

ستو پاک باز و طہارت کے بعد

حقیقت میں سب کا خدا ہے محمدؐ
نہیں ہے یہ بندہ خدا ہے محمدؐ

ہے صورت میں احمد کی پیدا احد خود
یہی اک ہمارا خدا ہے محمدؐ

صفات اور اسماءِ حسنیٰ کا مظہر
ہوا جو ہویدا خدا ہے محمدؐ

تہاں ہو کے ممکن میں نکلا ہے واجب
خلایق میں اپنا خدا ہے محمدؐ

ہیں آنکھیں مری من رآنی پہ ہر دم
کہ بے شبہہ میرا خدا ہے محمدؐ

ہے اس جسم بے سایہ کا وصف لب پہ
یہ کہتے ہیں دانا خدا ہے محمدؐ

جب اللہ میں بندہ ہے بندہ میں اللہ
کہیں تم سے ہم کیا خدا ہے محمدؐ

جب آئی ہے تنزیہہ تشبیہہ بن کر
بجا ہے جو بولا خدا ہے محمدؐ

نشان بے نشان کا ہوا ہے جو ظاہر
ہے مشہور ہر جا خدا ہے محمدؐ

انا عبد پر میم کو کھینچ واعظ
ہے سچ یہ مقولا خدا ہے محمدؐ

۱۷	اگر عاشق شاہ اجمیر ہو تم پڑھے جاؤ کلمہ خدا ہے محمدؐ	۲۴۹

ہے خدا کی خاص طاعت خواجۂ اعظم کی یاد
عاشقوں کی ہے عبادت خواجۂ اعظم کی یاد

بندگی میں پیر کی سر کو جھکا کر دیکھئے
لاکھ رکعت کی ہے صورت خواجۂ اعظم کی یاد

جو نماز باطنی ہے اس میں ہے دل کو لگاؤ
دیتی ہے کب دم کی مہلت خواجۂ اعظم کی یاد

فکر میں اس کی مرے مسلوب ہوتے ہیں حواس
ہے مجھے ہر دم کی وصلت خواجۂ اعظم کی یاد

دھیان میں اس کے گذرتا ہے مرا ہر اک نفس
بخشتی ہے دل کو فرحت خواجۂ اعظم کی یاد

ہے تصور میری آنکھوں کو جو اس کا اس لئے
ہو گئی ہے شکل قربت خواجۂ اعظم کی یاد

پیر میں ہو کر فنا دیکھا محمدؐ کا وجود
بن گئی سِرّ نبوت خواجۂ اعظم کی یاد

ایک لحظہ بھی جدا مجھ سے یہ ہو سکتی نہیں
دل سے رکھتی ہے محبت خواجۂ اعظم کی یاد

نقشۂ اجمیر اقدس آنکھ کے پردے میں ہے
ہے مرا نور بصارت خواجۂ اعظم کی یاد

رات دن دل میں بندھا رہتا ہے اس کا ہی خیال
دور کر دیتی ہے غفلت خواجۂ اعظم کی یاد

لامکاں میں ہے مکیں عقل و فراست اب مری
ہو گئی ہے بامِ رفعت خواجۂ اعظم کی یاد

ہے جو غیب الغیب میں ہر دم مرا ذہن رسا
وہاں بنی ہے خود ہویت خواجۂ اعظم کی یاد

راگ کی محفل میں ہو جاتی ہے رقت جو مجھے
خود ہی بن جاتی ہے حالت خواجۂ اعظم کی یاد

عرش سے تا فرش جو ہے میں نے دیکھا ہے اسے
بن گئی ہے چشم رویت خواجۂ اعظم کی یاد

چھوڑ کر ورد و وظائف پیر کا رکھو خیال
رکھتی ہے سب پر فضیلت خواجۂ اعظم کی یاد

ذکر اور شغل زبان و دل سے کب ہو معرفت	کھول دیتی ہے حقیقت خواجۂ اعظم کی یاد

۲۵۰	فکر میں معشوق کی عاشق جو رہتا ہے مدام وصل کی رکھتی ہے نعمت خواجۂ اعظم کی یاد	۳۱

ہُوّیت کا جو ہے نقشہ شہ اجمیر کا تعویذ	طلسم غیب ہے اچھا شہ اجمیر کا تعویذ
گلے میں نقش ہے جب سے ہیں گم سبعہ صفات اپنے	ہے نادر ذات مطلق کا شہ اجمیر کا تعویذ
چڑھا ہوں فرش سے دم میں عرش معلیٰ پر	کہ اک معراج ہے بالا شہ اجمیر کا تعویذ
پڑا ہوں صف حیرت میں نہ وہاں خلوت نہ جلوت ہے	نہیں معلوم ہے یہ کیا شہ اجمیر کا تعویذ
ثلاثی میں ہے لا ربّ رباعی میں وَلَا عَبَدَ	عجب ہے نادر و یکتا شہ اجمیر کا تعویذ
ہے آلآنَ کَمَا کَانَ سراسر مندرج اسمیں	نہ بڑھتا ہے نہ ہے گھٹتا شہ اجمیر کا تعویذ
تمام آسیبؔ جادو کو جلا دیتا ہے دم بھر میں	کہ ہے اک نور کا بُکا شہ اجمیر کا تعویذ
نہ ناری ہے نہ بادی ہے نہ آبی ہے نہ خاکی ہے	جو ہے تنزیہہ میں اخفا شہ اجمیر کا تعویذ
سراسر سِرّ مطلق ہے یہ کب گنڈا ملیتا ہے	ہے صرف اک راز سربستا شہ اجمیر کا تعویذ
اسے دھو کر جو پیتا ہے وہ مخلص حق کا بنتا ہے	کہ ہے اخلاص کا سورہ شہ اجمیر کا تعویذ
طلسم اسم اعظم ہے نہ دکھلاؤ سیانے کو	بنا دیتا ہے دیوانا شہ اجمیر کا تعویذ
کہاں غوث گوالیری عمل کر سکتی ہیں دل تک	ہے اپنا صفحۂ سینا شہ اجمیر کا تعویذ
جو گھر ہے پانچواں اُس میں عدد گیارہ کا مخفی ہے	بقا کا بن گیا خانا شہ اجمیر کا تعویذ

۸۸

ہیں اٹھیاسی عدد اس میں بڑا ہے نقش یہ سب سے
جو ہے اقلیم ہندوستاں میں نقش اک اسکی الحب کا
خدائی کو نظر کر لو گھڑی بھر اس کو رکھ کر تم
سپہر عظمت و رفعت ہے اُن کا گنبد عالی
کیڑا روضۂ اقدس کا ہے یا نور کا ہالہ
اُسے آنکھوں میں رکھکر تم محمدؐ کو نظر کر لو
تماشا گنج مخفی کا عیاں ہوتا ہے سب اس سے
عجب تسخیر ہے اس کی ہے معشوق اسکا دل رام
طبیب عشق دیکھے گا ابھی سینہ کو شق کر کے
زبان پر میری ہر ساعت معین الدین کا ہے نقش
جو مظہر ہے عجائب کا علی کا اِسم ہے اس میں
جو ہے یہ لوح محفوظ اک تمام اسماءِ حسنیٰ کی
محبت کے مریضوں پر اثر کرتا ہے یہ اپنا
محافظ اس کی ہیں جبرئیل اُنہیں سے مانگتے ہیں سب
لحد پر عشق کے مردے کے رکھدو نقش یہ لکھ کر
ہے مضطر قلب تو رکھو ذرا سینہ پہ اسکو تم
رکھیں گے چیر کر دل کو جو صاحب دل ہیں خواجہ کے

ہے حرز جان یہ در پردا شہ اجمیر کا تعویذ
مسلمانوں کے ہاتھ آیا شہ اجمیر کا تعویذ
ہے علم حق کا آئینا شہ اجمیر کا تعویذ
کہ ہے خورشید کا جلوا شہ اجمیر کا تعویذ
بنا ہے بدر کا چہرہ شہ اجمیر کا تعویذ
کہ ہے یٰسین اور طٰہٰ شہ اجمیر کا تعویذ
وجود حق سے ہے پیدا شہ اجمیر کا تعویذ
کہ ہے خود شاہد رعنا شہ اجمیر کا تعویذ
ہے اپنے دل کا ملفوفا شہ اجمیر کا تعویذ
دہن کا اپنے ہے نغما شہ اجمیر کا تعویذ
ہے مطلق طالب المولیٰ شہ اجمیر کا تعویذ
مسمیٰ کا ہے گنجینا شہ اجمیر کا تعویذ
ہے مطلق عشق کا جویا شہ اجمیر کا تعویذ
ہے سدرہ کا ہر اک پتّا شہ اجمیر کا تعویذ
مسیحا کا ہے خود زیبا شہ اجمیر کا تعویذ
سکون دل کا ہے چارا شہ اجمیر کا تعویذ
کہ ہے یہ جان سے پیارا شہ اجمیر کا تعویذ

٢٥١	جو ہے نقش کفِ پائے معین الدین آ عاشق ہوا نورِ جبیں اپنا شہ اجمیر کا تعویذ	١٢

شہر بیچوں و بیچرا ہے اور — بے نشان ذات کبریا ہے اور

صفت ذات بندہ و رب ہے — رخ مسمیٰ و اسم کا ہے اور

متحد کب ہے واجب و ممکن — ذات اللہ و مصطفیٰ ہے اور

ظلِّ تنزیہہ میں جو ہے تشبیہہ — شخص اور عکس آئینا ہے اور

چار عنصر یہ ہے احاطۂ ذات — نار و آب و گِل و ہوا ہے اور

موج و گرداب و قطرۂ دریا — صدف اور دُرِّ بے بہا ہے اور

اتحاد و حلول وحدت میں — پاک بازوں کا مسئلا ہے اور

ہیں جو اسرار ظاہر و باطن — ہے خلا اور ہی ملا ہے اور

سامعہ گوش دل سے کہتا ہے — ہے جو بے صوت وہ صدا ہے اور

خود وجود اور عدم کے منزل کی — ابتدا اور انتہا ہے اور

وصل میں محویت جو ہوتی ہے — پہلے مرنے کی یہ قضا ہے اور

٢٥٢	عاشق خواجہ معین الدین چشتیوں میں یہ بانوا ہے اور	١٨

عشاق غم گسار ہیں خواجہ کے آس پاس — خاصانِ کردگار ہیں خواجہ کے آس پاس

قطب و فرید شاہ نظام و نصیر دین	اچھے یہ چار یار ہیں خواجہ کے آس پاس
اطراف ماہتاب کے تارے ہوں جس طرح	سب ایسے جان نثار ہیں خواجہ کے آس پاس
اجمیر چل کے دیکھئے روضہ میں پیر کے	گلہائے نوبہار ہیں خواجہ کے آس پاس
قطب اور غوث باندھ کے حلقہ جو بیٹھے ہیں	پیرانِ باوقار ہیں خواجہ کے آس پاس
دربار اولیا میں جو ہیں جلوہ گر حضور	خدام و اہل کار ہیں خواجہ کے آس پاس
ہوں جس طرح سے شمع پہ پروانہ اُس طرح	سب شب کے رازدار ہیں خواجہ کے آس پاس
خوان کرم سے اُس کے جو نعمت کی ہے عطا	موجود ریزہ خوار ہیں خواجہ کے آس پاس
گنبد کے جو طواف میں مصروف ہیں مدام	باچشم اشکبار ہیں خواجہ کے آس پاس
کفار ہند کے جو مسلمان ہو گئے	دیندار بے شمار ہیں خواجہ کے آس پاس
گنبد کے گرد اور جو ہیں کشتگان یار	سب صاحب مزار ہیں خواجہ کے آس پاس
جو چاہتے ہیں وصل سے تسکین اُن کے دل	بجلی سے بیقرار ہیں خواجہ کے آس پاس
کب ہیں پیادے ہم یہ سلطان ملک ہند	سب چشت کے سوار ہیں خواجہ کے آس پاس
موتی ہیں نصب روضہ کی جالی میں ہر طرف	سب دُرِّ شاہوار ہیں خواجہ کے آس پاس
محبوب ایک کب ہے حبیب خدا کیساتھ	معشوق سو ہزار ہیں خواجہ کے آس پاس
گنبد جو اس کا ہند کا کعبہ بنا ہے آج	مکّے کے سب مینار ہیں خواجہ کے آس پاس
تقسیم وہاں پہ ہوتا ہے شربت جو دودھ کا	انسان و مور و مار ہیں خواجہ کے آس پاس

۲۵۳	کہدو یہ میرے شوخ سے اغیار یہاں نہیں عاشق کے دوست دار ہیں خواجہ کے آس پاس	۱۷

سرِ ہو را آشکارا دیده ام — آشکارا سرِ ہو را دیده ام
من خدا را با سراپا دیده ام — با سراپا من خدا را دیده ام
عبدِ رب از عشق ذاتش شد عیاں — قطرۂ موج آب دریا دیده ام
گشت واجب جلوه گر در ممکنات — من مسمیٰ را در اسما دیده ام
از مکانم لامکان آمد نظر — قصر خود بر عرش اعلا دیده ام
عکس شخص افتاد اندر آئینه — روئے حق را من ہویدا دیده ام
شان الله و محمد شد یکے — من به وحدت این تماشا دیده ام
گم شدم چوں در وصال خویشتن — من طلسمِ حیرت افزا دیده ام
چوں نگویم من انا الحق خویش را — بنده را در روئے مولیٰ دیده ام
ذاتِ او شد جلوه گر اندر صفات — من دورانِ لفظ معنیٰ دیده ام
ہست ذاتم لاشریک و وحده — از صفت خود را مبرا دیده ام
عشق در تشبیہ تنزیہ آمده — اندرونش حسن پیدا دیده ام
من بمصداقِ کلام تبصرون — ذات را فی نفس تنہا دیده ام
من شنیدم آیۂ حبل الورید — نحن اقرب را معما دیده ام
من زبان حضرت جبریل را — با کلام الله گویا دیده ام
خیر و شر او صفا ذاتِ مطلق است — من صفت را زاں مصفا دیده ام

۲۵۴	عاشق خواجہ معین الدین ترا در وجود حق تعالیٰ دیده ام	۱۳

خدا کی ذات کا جلوہ ہے اپنا خواجۂ اعظم
وجود حضرت مولیٰ ہے اپنا خواجۂ اعظم

جبین پاک پر اُس کی حبیب اللہ لکھا تھا
نبی کا نور بے سایہ ہے اپنا خواجۂ اعظم

نبیٔ ہند ہے ظاہر لقب جس کا کہ عالم میں
سراپا جسم احمد کا ہے اپنا خواجۂ اعظم

طواف اُس کی گنبد کا ہمیشہ کعبۃ اللہ ہے
خدا کے عرش کا پایا ہے اپنا خواجۂ اعظم

خدائی اُس کو حاصل ہے نہ پوچھو اُسکی عظمت کو
ولی اللہ کا چہرا ہے اپنا خواجۂ اعظم

جناب خواجۂ عثمان کی نعمت ہے اُسے حاصل
علی کا خاص سرمایا ہے اپنا خواجۂ اعظم

کلام قُم باذنی سے جلائے مردے خود اُس نے
یہ اپنے وقت کا عیسیٰ ہے اپنا خواجۂ اعظم

جہاں کے اولیا سارے ہوئے ہیں مستفیض اس سے
فرید و قطب کا آقا ہے اپنا خواجۂ اعظم

نصیر الدین محبوب الٰہی کا یہ دورہ ہے
یہی ارشاد فرماتا ہے اپنا خواجۂ اعظم

ہیں ہر دم غوث اور ابدال و اوتاد اُسکی سب تابع
دکن کا آج سرکردا ہے اپنا خواجۂ اعظم

ہے ساری ہند کی اقلیم اس کے پاک ملت میں
معین الدین الدنیا ہے اپنا خواجۂ اعظم

ہر اک کی حکمرانی سرزمین پر اُسکی ہو کیونکر
کہ اپنے گھر کا شاہنشاہ ہے اپنا خواجۂ اعظم

۲۵۵	طرف اجمیر کے عاشق کا سر رہتا ہے سجدہ میں مقرر قبلہ و کعبہ ہے اپنا خواجۂ اعظم	۷

نظر غیب سے بیچوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں
وہ ہے دالسنت کے مقرون کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

صدف خود احدیت کا ہے پر دریائی وحدت کے
ہے گم اس میں دُر مکنوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

یم توحید میں آکر سمائے ایک ہونے کو | ملے کب بحر میں جیحوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں
نظر آتی تجھ ہی میں ہے مجھے ہجدہ ہزاراب خلق | تو ہے پھر کون کیا سمجھوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں
دوئی سے آکے وحدت میں دکھادو تم کہ لیلیٰ سے | جدا ہرگز نہیں مجنوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں
کہیں اجمال میں مخفی کہیں تفصیل میں ظاہر | ہے اُسکی طرز گوناگوں کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

۲۵۶

معارف کی غزل لکھنے کو بس آئے عاشق خواجہ
مرے دل میں ہے خود مضمون کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

۱۳

احدیت سے دقیق اور معمّا ہی نہیں | منکشف بھید یہ ہر اک پہ ہوتا ہی نہیں
واحدیت پہ جو وحدت ہے وہاں بھی ہرگز | بجز غیر خدا کچھ نظر آتا ہی نہیں
بند ہے میم کے حلقہ میں خدا اور بندہ | عقدہ قوسین کا بے علم کے کھلتا ہی نہیں
آکے خلوت میں ذرا دیکھئے گم ہو ہو کر | ایسا جلوت میں کہیں سیر و تماشا ہی نہیں
روبرو کس کے کہوں ہے جو حقیقت دلکی | کہ کوئی رمز مری جاننے والا ہی نہیں
من عرف پڑھ کے ذرا آپ کو پہچان لے تو | رہنا انجان ترا تجھ ہی کو اچھا ہی نہیں
کنتُ کنزاً کو سمجھ پیر سے حاصل کر کچھ | عشق کو واعظ عالم سے علاقا ہی نہیں
کیا پڑھا کلمۂ طیب کو مسلمان بن کر | نفی اثبات ہے کچھ ہائے تو سمجھا ہی نہیں
اِن تموتوا کی ریاضت میں رہیگا جو یہاں | لا یموتون سے سمجھ ہے کہ وہ مرتا ہی نہیں
اب بھلا کس کو سناؤں میں علی کی باتیں | کہ زمانے میں کوئی طالب مولیٰ ہی نہیں

صاحبِ حال جو ہے سمجھے نہ کیوں کر یہ قال
شخص اور عکس کو اک سمجھے ہیں خود اہلِ وجود

وصل دلبر میں کسی بات کا پردا ہی نہیں
پاک بازوں میں کسی طور کا جھگڑا ہی نہیں

۲۵۷	حضرت خواجہ چشتی بہشتی عاشق پیر یہ سب کا ہے کچھ ایک تمہارا ہی نہیں	۱۲

عشق کے مکتب میں جو آتا نہیں
پیر سے جب تک نہ سمجھے وہ کبھی
ہو گیا گم جو کہ وصلِ ذات میں
جسم اپنا جو مٹا دیتا ہے صاف
لاتعین کا تصور ہے جسے
اسم اللہ کا مسمیٰ کون ہے
کثرت و وحدت کے جو ہے بام پر
سب کو ہے ارمان سمجھنے کا ترے
ہے حقیقت موت کی نازک بہت
لامکاں میں جو کہ پڑھتا ہے نماز
مستعد ہے جو رضائے یار پر

من عرف اُس سے پڑھا جاتا نہیں
بھید کو اللہ کے پاتا نہیں
وہ زباں پر اپنی کچھ لاتا نہیں
وہ نشاں کچھ اپنا بتلاتا نہیں
کالبد یہ پھر اُسے بھاتا نہیں
یہ کوئی کیوں ہم کو سمجھاتا نہیں
کون ہے تو صاف فرماتا نہیں
بھید تیرا کیوں تو دکھلاتا نہیں
جو کہ سمجھا ہے وہ گھبراتا نہیں
سر کو وہ کعبہ میں ٹکراتا نہیں
وہ کبھی رنج اور غم کھاتا نہیں

۲۵۸	جو محبِ خواجۂ اعظم ہے وہ شعر عاشق کے سوا گاتا نہیں	۱۳

ہے یہ صُورِ علم کی جو صورت انسان
اصل صفت ذات ہے خود سیرت انسان

اللہ کی شباہت ہے بعینہ جو بشر کی
ہستی یہ خدا کی ہے یہی خلقت انسان

ملتے ہو خدا سے تو ابھی دیکھ لو مجھ کو
اللہ کا دیدار ہے خود وصلت انسان

احمد ہی کی صورت ہے احد کا رخ روشن
بنتا نہیں برزخ کبھی بے شرکت انسان

نکلے ہیں اُسی سے جو یہ ہیں چار عناصر
اوپر سے چلی آتی ہے خود نسبت انسان

آدم کی حقیقت میں فنا ہو کے سمجھ لو
زنہار نہیں غیر خُدا فطرت انسان

بندہ میں خدا میں نہیں کچھ فرق ذرا بھی
وحدت کی حقیقت میں ہے خود کثرت انسان

خود ہجر میں ہے دیدہ و دانستہ اپنی
وصلت سے جدا ہے یہ عبث غفلت انسان

دنیا کا وجود اس کا جو عقبیٰ میں عدم ہے
ہر دم یہ میرے سامنے ہے حیرت انسان

دل پاک و مصفا ہے مرا خوف و رجا سے
نقطہ سے ہے زحمت کے جدا رحمت انسان

جنت کی ہوس میں جو ہے یہ زاہد ناداں
ہے میری نظر میں یہ عبث حسرت انسان

توحید میں ہے عبد نہ معبود خلائق
مطلق نہیں خلوت میں کبھی جلوت انسان

۲۵۹	یہ خواجۂ اجمیر کے عاشق کا سخن ہے ہے صاحب عرفان کا خدا حضرت انسان	۱۱

تھا نہ اللہ اور محمدؐ حالت معراج میں
سب خدائی تھی مقید حالت معراج میں

نفس احمد کا بنا تھا آپ ہی شکل براق
وسعت رفرف تھی بیحد حالت معراج میں

غیب جبریل امین کے ہو گئے تھے بال و پر
وحی کی تھی کچھ نہ آمد حالت معراج میں

تھا نہ کچھ زیر و زبر اور پیش کا مطلق خیال
صاف تھا حرف مشدّد حالت معراج میں

شش جہت مفقود تھی جانا نہ آنا تھا کہیں
گم تھا سارا دل کا مقصد حالت معراج میں

عاشق و معشوق گم تھے کچھ نہ تھا وصل اور فراق
ہو گیا تھا عشق سب رد حالت معراج میں

تھے کہاں ہوش و حواس و عقل ادراک و گمان
تھی نہ فکر نیک اور بد حالت معراج میں

گم مسمیٰ میں تھا اسم اور تھی صفت خود سلب ذات
تھی ہویّت صرف مفرد حالت معراج میں

غیب سے کانوں میں آتی تھی صدائے ذات خود
تھی کھلی آواز سرمد حالت معراج میں

سر ہے یہ سر پوش ہونا کس طرح سے منکشف
لاتعیّن کی تھی اک سد حالت معراج میں

۲۶۰	خواجۂ اعظم نے عاشق کو بتایا ہے یہ بھید اور ہی تھی شان احمد حالت معراج میں	۱۱

وصل مطلق میں خدا کی آرزو اچھی نہیں
ذات میں رہ کر صفت کی جستجو اچھی نہیں

با وضو نکلا ہے تو خود بحر سے تنزیہہ کے
ہر گھڑی تشبیہہ کی یہ شست و شو اچھی نہیں

جا نہ تو دیر و حرم میں لامکاں میں پڑھ نماز
بندگی کوئی صنم کی کو بکو اچھی نہیں

رکھ تو اپنی ذات کو اربع عناصر سے جدا
دمبدم آمد تری یہ چار سو اچھی نہیں

عکس فانی آئینہ خانہ میں آتا ہے نظر — سامنے آتی ہے کیوں اے شکل تو اچھی نہیں

رہ تصور میں تو دل کے روک کر اپنی زبان — من عرف کے باب میں کچھ گفتگو اچھی نہیں

ہے وہ آلاآن کما کان مقدس ذاتِ بحت — عبد و رب کی مدح اس کے روبرو اچھی نہیں

بیخودی کی مئے پلاکر بزم میں توحید کی — ساقیا لینی ہماری آبرو اچھی نہیں

چھوڑئے باتیں دوئی کی رمز میری سمجھئے — شیخ صاحب آپ کی یہ طرز و خو اچھی نہیں

میں مسلمان تو ہے کافر میں ہوں ہادی تو مذل — یہ عبث تکرار مجھ سے اے عدو اچھی نہیں

۲٦١	عاشق خواجہ معین الدین چشتی سے کہو فکر دل کی تجھ کو ہر دم غیر ہو اچھی نہیں	١٣

جو تن کو میں اے جان جان بیچتا ہوں — مرا بے نشان کو نشان بیچتا ہوں

ہے درپیش مجھ کو سفر لامکان کا — میں اپنا مجازی مکان بیچتا ہوں

مرا عزم ہے دائرے کے پرے اب — مٹا کر زمین آسماں بیچتا ہوں

مری بے خودی کی دکان میں ہے آمد — خودی کو میں اب جاودان بیچتا ہوں

وری الوریٰ خاص تکیہ ہے میرا — میں رضواں کو دار جناں بیچتا ہوں

میں فی الفور دنیا سے ہوتا ہوں غائب — ابھی دم میں سارا جہاں بیچتا ہوں

صفات اور اسماء و افعال سارے — جو ہیں جسم کے درمیان بیچتا ہوں

تعین مرا لاتعین میں گم ہے — نہ ارزاں نہ اس کو گراں بیچتا ہوں

جو ہے جنس لاشئے حقیقت میں اس کو
خدا سے بھی بنتی نہیں اُس کی قیمت
ہے بے صوت آواز سے ذوق مجھ کو
ہے صاحب دِل اُس کا خریدار دل سے

نہ یہاں بیچتا ہوں نہ وہاں بیچتا ہوں
ہُویّت کو اپنی کہاں بیچتا ہوں
یہ اپنا ہیں کام دو ہاں بیچتا ہوں
جو ہیں سِر پنہاں عیاں بیچتا ہوں

٢٦٢
خریدار ہے شاہ اجمیر تیرا
تجھے عاشق چشتیاں بیچتا ہوں
١٣

نہ مجھے سیر زمین نہ آسمان کی آرزو
ہے نہ بغداد اور عراق اور اصفہاں کی آرزو
ہے نہ مجھ کو باغ کی اور بوستان کی آرزو
اس جہاں کی ہے ہوس اس جہاں کی آرزو
کچھ نہیں دل میں مرے قصرِ جناں کی آرزو
میری تربت کی علامت کچھ نہ ہو بعد فنا
ہے صدا بے صوت جسکی اس کا سنتا ہوں کلام
بات جب آتی ہے منھ میں بند ہوتی ہے زبان
ہے جہاں میرا گذر ہے اُس جگہ غایب خدا
جلد کہد و محتسب سے آج میں منصور ہوں

ہے ہمیشہ لامکان کے پاسباں کی آرزو
ہوں میں ہندو مجھ کو ہے ہندوستاں کی آرزو
گنبد خواجہ کے ہے صرف آستان کی آرزو
عبد و رب گم ہوں تو باقی ہو کہاں کی آرزو
جان مطلق میں فقط ہے لامکان کی آرزو
وصل میں رہتی ہے کب نام و نشان کی آرزو
لب رہیں بند اپنے ہے یہ جان جاں کی آرزو
آہ دل ہی میں رہی اُس کے بیان کی آرزو
کیوں نہ حق بین کو ہو اس سِرِ نہاں کی آرزو
دار پر ہے پھر آنا کے امتحان کی آرزو

حور و غلماں کی ہوس میں جاں لاکھوں کی گئی	مل گئی سب خاک میں پیر و جواں کی آرزو
آتش عشق صنم کی ہے پرستش میں مدام	دیکھئے فی النار ہے پیر مغاں کی آرزو

۲۶۳	عاشق خواجۂ معین الدین کا سن کر یہ سخن ہو گئی پوری گروہِ چشتیاں کی آرزو	۱۱

سراپا ہے یہ اللہ کا ذرا دیکھو محمدؐ کو	یہی ہے ذات کا جلوہ ذرا دیکھو محمدؐ کو
جو بندہ ہے وہ ہے مولیٰ جو خالق ہے وہ ہے مخلوق	مُصوِر خود بنا نقشا ذرا دیکھو محمدؐ کو
ہیں جس کے نوّدونہ نام اس کا ہے یہی مظہر	ہے گنج العرش کا مایا ذرا دیکھو محمدؐ کو
کلام اللہ کو سمجھو زباں سے کس کی نکلا ہے	سنو جبریل کا کہنا ذرا دیکھو محمدؐ کو
تعشق سے خود اپنے ہی احد احمد بنا ہے یہاں	اٹھا کر میم کا پردا ذرا دیکھو محمدؐ کو
صفات ذات کا جامع عَلَمِ حق کا جو کہلایا	یہی ہے برزخ کبریٰ ذرا دیکھو محمدؐ کو
کہاں بے جسم ہے اسم انساں سے شان ہے پیدا	خدا کا خاص ہے چہرا ذرا دیکھو محمدؐ کو
بنا ہے رب جو کعبہ کا مدینہ میں وہی ہے عبد	ہے شان یثرب و بطحا ذرا دیکھو محمدؐ کو
نعلین آگے احمد کے نہیں ہے کچھ نظر کر لو	جو خواہاں حق کا ہے دیدا ذرا دیکھو محمدؐ کو
ہے ساری کائنات اس کی کہوں اس سے زیادہ کیا	تصور کر کے تم اچھا ذرا دیکھو محمدؐ کو

۲۶۴	معین الدین کے عاشق سے سمجھ لو بھید عرفان کا اگر تم حق کے ہو جویا ذرا دیکھو محمدؐ کو	۹

رہ پہ وحدت کی جو آتے ہیں اُنھیں آنے دو
جن کی رفتار ہے کثرت کی انھیں جانے دو

دل کے شیشے سے اُبلتی ہے شراب توحید
عاشقوں کی ہیں بھرے چشم کے پیمانے دو

روکتے کیوں ہو عبث میری زباں کو جبریل
نَحنُ کی رمز مسلمانوں کو سمجھانے دو

اِسم اور جسم مرے عشق کے ہیں معنیٰ ولفظ
ہے جو پوشیدہ مسمیٰ اُسے دکھلانے دو

ذات بیچوں کا مرے دل پہ پڑا ہے سایہ
ہُو کا تعویذ مرے سینہ پہ لکھوانے دو

ہستی ان دونوں کی ہے جلوہ گر اک ذات سے خود
عبد و رب بن گئے ہیں کس لئے بیگانے دو

سنگ اسود ہے کہیں اور کہیں لات منات
گھر ہیں اللہ کے ہیں کس لئے بتخانے دو

کیوں رہا کرتے ہیں یہ جق جق و بق بق میں عبث
واعظ و شیخ نظر آتے ہیں دیوانے دو

۲۶۵

پردۂ چشت میں بیٹھا ہے جو چھپ کر معشوق
عاشق خواجۂ اجمیر کو بتلانے دو

۱۷

اپنے میں دکھاتا ہے جو اللہ کا جلوہ
اجمیر کا خواجہ

موجود ہوا ان کے محمدؐ کا سراپا
اجمیر کا خواجہ

تنزیہہ سے تشبیہہ میں پہنچا ہے جو آکر
وہ سرّ مُطہر

کہلاتا ہے مخلوق جہاں میں وہی بندا
اجمیر کا خواجہ

موج اور حباب آپ ہی بنتا ہے جو صاف آب
کثرت ہیں گرداب

وحدت کے احاطہ ہیں نظر آتا ہے دریا
اجمیر کا خواجہ

جو کچھ ہے یہ ہے اس کا نہیں کوئی بھی ہمسر — یہ اپنا ہے رہبر
لاثانی و بے مثل ہے اور ارفع و اعلا — اجمیر کا خواجہ
جو ذات خدا کی ہے محمدؐ کی صفت میں — سب غور سے سمجھیں
احمد کی حقیقت ہی کا مطلق ہے نظارا — اجمیر کا خواجہ
ہند اور دکن میں ہے فقط اس کا ہی فیضان — یہ اپنا ہے ایمان
پیغام بر ہند ہے یہ پیسر ہمارا — اجمیر کا خواجہ
بطحا کو طواف اُس کے جو گنبد کا ہے حاصل — یہ کہتے ہیں کامل
ہند اور دکن میں ہے یہی قبلہ و کعبہ — اجمیر کا خواجہ
ہند اور دکن اس کی ولایت سے ہے آباد — ہے سلسلہ ایجاد
عالم میں رواں کر گیا خود اپنا طریقہ — اجمیر کا خواجہ
یہ ملک کا اپنے ہے بڑا ایک شہنشاہ — سب اس کی ہے پاگاہ
رکھتا ہے زمانہ میں سلیمان کا سا رتبا — اجمیر کا خواجہ
النَّاسُ علیٰ دین سے ہے حاصل یہ ہی مطلب — بندہ ہوں میں وہ رب
میں تابع فرمان ہوں ہے مطلق مرا مولا — اجمیر کا خواجہ
ہر ایک نفس اس کی طرف رہے جو مراد عیان — طاعت کا ہے سامان
خود ابروؤں سے رکھتا ہے محراب حرم کا — اجمیر کا خواجہ
ہے چشت کا بازار بہت گرم ہمیشہ — ایسا نہیں دیکھا
بیعت جو کی اب خوب مرا بن گیا سودا — اجمیر کا خواجہ

ہے چشت کی آتش یہ بہت تیز ازل سے
خورشید سے دہ چند بنا طور کا شعلا
ہیں مرد موحد ہوں کہ یکساں ہیں سبھی یہاں
گھونٹ ہیں وہ محبوب ہے رکھتا نہیں پروا
یہ رمز ہے باریک سمجھ لے تو مری بات
رکھتا ہے عجیب بھید یہ دیدہ نہ شنیدہ
ہرگز نہیں شاعر سا غلو میرے سخن میں
عشاق کی نسبت کے لئے پیر ہے یکتا
سو جان سے ہوتا ہوں فدا قدموں پہ اس کے
عاشق جو بنا ہوں ہیں وہ محبوب ہے میرا

موسیٰ سے سمجھ لے
اجمیر کا خواجہ
گر عشق ہے پہچان
اجمیر کا خواجہ
رہ فکر میں دن رات
اجمیر کا خواجہ
شایق جو ہو دیکھیں
اجمیر کا خواجہ
کہتا ہوں یہ دل سے
اجمیر کا خواجہ

۲۶۶ ۹

احد خود احمد کی شکل بنکر جو اپنی صورت کو تک رہا ہے
صفات و اسماء ذات مطلق کی جامعیت ہے شان اسکی
ہے عبد رب کی جو ایک ہستی ظہور اس میں ہے بیچگوں کا
فنا محمد میں ہو کے دیکھو ظہور حق ہے حقیقت اسکی
ہے جسم احمد کا صاف تشبیہہ اسی میں مخفی ہے جان تنزیہہ

ہمیشہ ذات خدا کے آگے وجود بندہ کا آئینہ ہے
جو من رانی سنا رہا ہے کلام اس کا خدا نما ہے
خودی سے اپنی نکلکے دیکھو خدا سے آئینہ کہاں جدا ہے
نہیں ہے وحدت میں کچھ دوئی اب وجود عالم میں یک کا ہے
ہے ایک اللہ اور محمد حق اپنا ظاہر سے کب چھپا ہے

ہوی ہے اثبات ذات اللہ تو نفی اپنی یہ کہتی ہے خود
جہاں ہے سارا خدا کا جلوہ کہاں ظہور اپنا ماسوا ہے

خدا کا ہر دم معائنہ ہے تعین اپنا نظر کرو تم
نہ لاتعین میں دید ہے کچھ وہاں پہ بیچوں و بیچرا ہے

پڑا جب آنکھوں میں عکس حق کا بنے ہیں دیکھے مرقع
نظر کرو میری پتلیوں میں خدا کا چہرا سما گیا ہے

۲۶۷
سخن حقائق کے کیوں نہ نکلیں زبان گوہر فشاں سے اسکی
معین دین نے ہی اپنے عاشق کو اس کا گویا بنا دیا ہے
۱۱

شکل میں عبد کی جو مولا ہے
اسم میں آپ ہی مسمیٰ ہے

ہے جو ممکن میں جلوہ گر واجب
ذات اپنی صفت میں پیدا ہے

آپ تنزیہہ بن گئی تشبیہہ
شخص کا عکس خود ہویدا ہے

ہو رہا ہے طلاطم امواج
آپ ہی لوٹ پوٹ دریا ہے

خود الف میں ہے نقطہ پوشیدہ
درمیان لفظ ہی کے معنا ہے

پرتو مہر پر نظر کیجئے
ساتھ خورشید ہی کے ذرا ہے

تخم سے ہے درخت کی بنیاد
ایک ڈالی میں پھول پتا ہے

پیکے دیکھو شراب وحدت کی
اصل میں ایک جام و مینا ہے

قابض و محی اور حی و ممیت
چار عنصر میں صاف اخفا ہے

ماسوا اللہ کب ہے مخلوقات
شش جہت میں خدا کا جلوہ ہے

۲۶۸	شاہ اجمیر کا جو ہے عاشق یہ وجودی کلام اس کا ہے	۱۱

جب سے ہے دم بند ہُو ہُو کے ترانے کیلئے
جان و تن ہے گم اس میں لطف اٹھانے کیلئے

ہے سراسر گنج مخفی فرق مطلق یہ مرا
سر ہوا پیدا مرے سر میں سمانے کیلئے

ہے صدائے صوت اس کی گوش نے دا اپنے مدام
بن گیا ہے دل یہ نئے نغمہ سنانے کیلئے

منزل مقصود پر آکر سنو بانگ جرس
کاروان ہے مستعد دم بھر میں جانے کیلئے

ذات کی آواز سے ہر وقت ہے ہم کو لگاؤ
اور کیا ہے اس سے بہتر دل لگانے کیلئے

جسم سے ہو کر جدا دم کا سنا کیجئے ستار
بولتا ہے تار جان پردہ ہٹانے کیلئے

باطنی آواز ہے بے ابتداء و انتہا
صوت میں ملجائی خود اس کو پانے کیلئے

ہے جو آلانَ کما کانَ یہی ہے سِرّ ذات
چاہتا ہے آپ سا مجھ کو بنانے کیلئے

بن گئی تشبیہہ خود تنزیہہ اپنے عشق سے
جان جان تیار ہے تن کو مٹانے کیلئے

ہے جو لارب ولا عبد طلسم غیب غیب
ظاہر اس کی ہے صفت جلوہ دکھانے کیلئے

۲۶۹	خواجۂ اعظم کے عاشق کی غزل گاتے ہیں سب بزم میں صاحب دلوں کو وجد آنے کیلئے	۱۵

اللہ ہُو کا چہرا ہے		حق کی صورت بندا ہے	

تنزیہہ اس کی ہے تشبیہہ — ذات صفت میں پیدا ہے
شخص و عکس اور آئینہ — عشق کا ہر اک نقشا ہے
موج و حباب و قطرہ و کف — اصل میں آب دریا ہے
نار اور باد اور آب اور گِل — ہر اک عنصر حق کا ہے
شان احد اور احمد میں — آدم ہے اور حوّا ہے
سورج نکلا ظلمت سے — مہر کا پرتو ذرّا سا ہے
وحدت کے ہے کثرت ساتھ — انجم میں مہ نکلا ہے
پڑھ کر سمجھو نحو صرف — فعل میاں اسما ہے
ساتھ غرض کے ہے جوہر — بے جان کب تن رہتا ہے
تخم سے نکلا نخل باغ — گل کا نتیجہ ثمرا ہے
دیکھ وجودی بن کر خود — ذات کا سب میں جلوا ہے
وحدت میں تو گم ہو جا — وصل کی معنی مٹنا ہے
ذات میں فانی ہو گی صفت — خاتمہ بالخیر اپنا ہے

٢٧٠	خواجۂ اعظم کا عاشق دیوانہ ہے بجتا ہے	١٥

جو واجب چہرہ ممکن کا بنا ہے — وجود اس کا صفت آرا بنا ہے

نہیں ہے ماسوا اللہ روئے آدم	خدا خود برزخ بندہ بنا ہے
سما کر عکس میں خود شخص آپ ہی	مقابل اپنے آئینا بنا ہے
یم وحدت کی کثرت میں جو ہے وہ	حباب و موج اور قطرا بنا ہے
جو ہے تنزیہہ سے تشبیہہ میں وہ	سراپا آپ ہی اپنا بنا ہے
جو دیکھا میم کو رخسار اپنا	احد احمد کا خود چہرا بنا ہے
احاطہ ہے اُسی کا شش جہت پر	کہوں کیا اس کو میں کیا کیا بنا ہے
بجز اس کے نہیں ہستی کسی کو	وہ اپنے علم کا نقشا بنا ہے
تمام اسما کا ہے وہ اک مسمیٰ	جو اپنا آپ ہی پردا بنا ہے
تعرُج اور تنزّل ہے اسی کا	جو ہے خورشید وہ ذرا بنا ہے
جو ہے اجمال اور تفصیل میں وہ	کہیں زندہ کہیں مردا بنا ہے
ذرا دیکھو خودی کو دور کر کے	وہ اپنا آپ ہی بینا بنا ہے
صدا بے صوت اس کی سن رہا ہوں	وہ تن کی نئے کا خود نغمہ بنا ہے
خودی کی مئے جو پی ہے بیخودی ہیں	وہ ذوقی اپنا متوالا بنا ہے

۲۷۱	جناب خواجۂ اعظم کا عاشق میاں محمود کا پیارا بنا ہے	۱۷

خدا سے ملنے بندہ کو کہیں جانا نہ آنا ہے	خودی کو اپنی گم کر کے خدا کو خود میں پانا ہے

لطائف اور توجہ میں تماشا ہے تجلی کا
کب اچھا ذات میں رہ کر صفت سے دل لگانا ہے

جو تجھ میں ذکر ہوتا ہے نہیں سنتا ہے تو ہرگز
یہ نادانی ہے جو اپنی زبان سے غل مچانا ہے

مقام من عرف میں کچھ نہیں ہے حق حق بق بق
کہ خود فہمی میں کب تم کو زبان و دل ہلانا ہے

طلسمات تصور کا جو ہم میں کھیل ہے اس سے
کبھی چہرہ دکھانا ہے کبھی صورت مٹانا ہے

سمجھ لو جان کو اپنی اس میں جانِ جاناں ہے خود
تعین ہی میں اپنی لاتعین کا ٹھکانا ہے

ہیں حاضر بزم میں اپنی بہت سے گونگے اور بہرے
بجا کر تار کو دم کے انھیں نغمہ سنانا ہے

صدا ہے بے صدا جو ہے وہی آواز مطرب ہیں
ہمارے پاس جائز اس لئے گانا بجانا ہے

جو ہے تشبیہ میں تنزیہہ اس کے درمیاں رہ کر
تنزل اور تعرّج کا گھٹانا اور بڑھانا ہے

وجود اپنا جو ہے مثل حباب قلزم وحدت
فنا ہو کر اسی دریا ہی میں ہر دم سمانا ہے

حیات جاودانی کا سمجھنا ہے اگر تم کو
قضا سے پہلے اپنے جسم کو مردہ بنانا ہے

اگر کچھ عشق ہے تم کو چلو جلوت سے خلوت میں
تمہارے یار کو خود پردے میں تمکو دکھانا ہے

تماشا جان عالم کا بنا ہے انجمن آرا
بھلا اس کا دکھانا ہے برا اس کا چھپانا ہے

یہ سوسن کی زبان پر ہے ہمارے باغ وحدت میں
جو بلبل کا رولانا ہے وہ غنچہ کا ہنسانا ہے

مرید و پیر کامل میں ہے کافی مدت بیعت
گزر جائے جو وقت اس کا مریدوں کو ٹھگانا ہے

چھپا ہے دانۂ تسبیح میں زنار ہندو کا
مسلمانوں سے زاہد کا غلط رشتہ لگانا ہے

۲۷۲
ہمیشہ جان و دل سے رہ تو اس کی عشق بازی میں
شہ اجمیر کا تجھ کو اگر عاشق کہانا ہے
۲۱

ذات میں قطرہ کی حبب دریا نظر آیا مجھے
شکل میں بندہ کی خود مولیٰ نظر آیا مجھے

اول و آخر جو ہے و ظاہر و باطن میں ہے
دو جہاں میں ایک کا جلوہ نظر آیا مجھے

بے زبان اللہ کو کس منھ سے کہتا ہے تو شیخ
خود خدا قرآن میں گویا نظر آیا مجھے

ہوگئی اکدم میں شخص و عکس کی مجھ کو شناخت
جسم میرا بن کر آئینا نظر آیا مجھے

ل نہیں سکتی کبھی تنزیہہ تشبیہہ ذات
جان و تن کے درمیان پردا نظر آیا مجھے

ابتدا ہی سے نہیں ذات و صفت میں اتحاد
پر تو خورشید خود ذرا نظر آیا مجھے

خود عرض اور جوہر اپنا ہے وجود ذات صرف
جان حق پر جسم بندہ کا نظر آیا مجھے

ہے نفخت فیہ من روحی کی کانوں میں صدا
یہہ وجود ذات کا نکتا نظر آیا مجھے

کس طرح ہوتا نہاں فانوس میں نور چراغ
شمع کا در پردہ خود چہرا نظر آیا مجھے

فصل میں دیکھا ہے میں نے عیب ہو کر سر بار
وصل کی معنی میں خود دھوکا نظر آیا مجھے

صرف اٹھائیس اکوان ہیں صفات ذات کے
شش جہت ہی دفتر اسما نظر آیا مجھے

نشہ آنکھوں میں چڑھا ہے بادۂ توحید کا
بیخودی میں غیر بھی اپنا نظر آیا مجھے

ہوگئی مجھ پر محمدؐ کی حقیقت منکشف
نور احمد کل کا سراپا نظر آیا مجھے

جلوہ گر اسماء حسنیٰ میں جو ہے وہ پاک ذات
ہر صفت میں اک خدا تازا نظر آیا مجھے

شیخ صاحب کب ہے بیت اللہ خدا کا خاص گھر
خانۂ دل ہی مرا کعبا نظر آیا مجھے

نغمۂ ہو ہا میں جان کے سامعہ گم ہے مرا
سر مرا مطرب کا طنبورا نظر آیا مجھے

دائرہ کے سر پہ دیکھا چڑھ کے چھت پر عرش کی
لامکان بیرنگ اک نقشا نظر آیا مجھے

اسم اللہ کا مسمیٰ سر بیچوں ہے وہاں
ہے نہ بندہ اور خدا ایسا نظر آیا مجھے

غیب کی کہتا جو ہوں ہیں علم ہے میرا صحیح
وحی حق کا کہنہ اک پرچا نظر آیا مجھے

ہوتی ہے ہندو و مسلمان میں لڑائی آج تک
مذہب رندان میں کب جھگڑا نظر آیا مجھے

۲۷۳	کہدیا خواجہ معین الدین نے سنکر یہ سخن حال عاشق صرف رندانا نظر آیا مجھے	۱۲

موجود لامکاں ہیں میں ہوں نہ یار تو ہے
لیس کمثلہٖ شیٔ جو ہے وہ ذات ہُو ہے

توحید میں نہیں ہے اللہ اور بندہ
بیچوں و بیچرا میں سب سلب گفتگو ہے

کردے خودی کو اپنی ذات خدا میں فانی
اپنی بقا کی تجھ کو بیجا یہ آرزو ہے

رب سے ہوا جو واصل رہتا ہے عبد پھر کب
ڈھونڈ اس کو گم تو ہو کر گر تجھ کو جستجو ہے

اللہ بے جہت ہے زاہد کا ہے عقیدہ
کعبہ میں روز سجدہ پھر کس کو چارسو ہے

ہے غیب میں مسمیٰ کچھ کر تلاش اس کی
اسمائے ذات مطلق مشہور کو بکو ہے

ہے ذات بحت اس کی تشبیہہ سے منزہ
تنزیہہ کی حقیقت کب تیرے روبرو ہے

اے عندلیب روح اب جاتی ہے کیوں اودہر تو
گلزار میں عدم کے کچھ رنگ ہے نہ بو ہے

خمخانۂ ازل میں بیخود پڑا ہے ساقی
وہاں بزم ہے نہ دور پیمانہ و سبو ہے

اسرار ذات مطلق جس کو نہیں ہے حاصل
نزدیک عارفوں کے کب اسکی آبرو ہے

اک جاننا خدا کو کب ہے یہ صرف توحید
یہ بھید جو نہ سمجھے وہ اپنا خود عدو ہے

۲۷۴	سن کر غزل یہ بولا خواجہ معین دین خود موجود تجھ میں عاشق وحدت کی ساری خو ہے	۱۱

ذاتِ مطلق عبد و رب میں اس طرح مستور ہے	جس طرح سے ابر میں شمس و قمر کا نور ہے
بندہ و حق کو نہ سمجھا ہیں کہ ہیں یہ صرف ذات	سِتر ہیچوں لپنے اسماء و صفت سے دور ہے
روبرو واجب کے ممکن کو نہیں ہے کچھ فروغ	روشنی سے شمع کی پروانہ خود مجبور ہے
کس طرح سے وصل ہو تشبیہہ کا تنزیہہ سے	فصل جو دونوں میں ہے یہاں عشق خود رنجور ہے
تن رہے یا جان رہے یا یہہ رہے یا وہ رہے	جسم اک دونوں کا ہونا یہہ نہیں دستور ہے
لاہوا جب عکس تو خود شخص الابن گیا	سمجھئے اس رمز میں توحید کا مذکور ہے
وصل گم ہونیکی معنی میں ہے اپنی اصطلاح	ہے جو ہیو سنن لُغت میں یہ غلط مسطور ہے
مرتبہ میں اسم کے کہکر انا الحق مٹ گیا	سمجھئے وصل مسمیٰ میں کہاں منصور ہے
کیا کہوں سِرِ ہُویت کا طِلسم غیب غیب	فہم و ادراک و گمان و عقل وہاں کافور ہے
تھی صِفت کی وہاں تجلّی ذات کا کب تھا ظہور	پوچھئے موسیٰ سے یہہ نزدیک کوہ طور ہے

۲۷۵	عاشق خواجہ معین الدین مئے توحید سے بزم میں حضرت میاں محمود کی مسرور رہے	۱۲

بے دین مجھے بولا نہ مسلمان تو کیا ہے	کافر ہے مجھے کاتب قدرت نے لکھا ہے

اللہ جو چہرہ میں مرے جلوہ نما ہے
صورت سے مری صاف عیاں شانِ خدا ہے

یہہ برزخ کبریٰ ہے مرا جسم مصفّا
احمد کی حقیقت سے مرا نشو و نما ہے

واجب ہے تعشق سے جو ممکن میں نمودار
کب ہستیٔ دنیا میں کوئی میرے سوا ہے

ہے ذاتِ محیط اپنی جو مابین دو ہستی
موجود رب اور عبد میں اظہار مرا ہے

تنزیہہ میں ہے جان تو تشبیہہ میں ہے گم
تفصیل میں اس جسم کی اجمال چھپا ہے

خود اسم بنا ہوں تو مسمی بھی ہوں آپ ہی
توصیف میں میری ہی فنا اور بقا ہے

گر و آب و حباب و گہر و موج و سمندر
کثرت میں ہے اک آب وحدت سے جدا ہے

در پردہ جو ہے بات مرے ساتھ صنم کی
کانوں میں جو آتی ہے وہ بے صوت و صدا ہے

منصور زمانہ ہوں مجھے خوف نہیں کچھ
خود ورد انا الحق مرا ہر صبح و مسا ہے

یہ زاہد ناداں سے سخن اپنا کہو صاف
کڑوی ہے نہ بات اپنی سمجھنے میں مزا ہے

٢٧٦ — سن کر یہ غزل خواجۂ اجمیر بھی بولا
عاشق کا سخن علمِ حقایق میں رسا ہے — ٩

جو ہے وری الوریٰ کی پستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے
ہے عبد و رب کی اسی میں بستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

جو ذات بیچوں ہے غیب مطلق ہے اصل لیس کمثلہ شیٔ
ہو مجھ سے کیونکر خدا پرستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

خدائے مطلق ہے لامکاں میں یہ شش جہت میں جدا خود آ گئی ہے
عبث ہے کعبہ کی پھر درستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

وہ ہے معلق جو دائرہ پر وہاں ہیں اعیان ثابتہ گم
یہ عشق کی ہے جہاں کی ہستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

شراب محبت آج ہم نے پی ہے تو نشہ میرا چڑھا ہوا ہے
ہے شخص مطلق کا عکس پیدا بغیر صنعت بنا یہ عالم
فنا ہُویت میں ہو گئے جب ہم تعین اپنا مٹا کے اس دم
قضا کے آگے ہی مر دیکھو اگر ہوس ہے بقا کی تم کو

اترتی ہے کب یہ سر مستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے
نہیں ہے صانع کا نقش دستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے
رہیگی دنیا جبین کو گھستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے
رہیگی کب تک یہ جا تر ستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

۲۷۷

دکان عاشق میں ہے جو نعمت گراں بہت ہے اس کی خود قیمت
نہیں ہے خواجہ کی جیسے بستی زمین کے اوپر فلک کے نیچے

۱۰

اس مکین لامکاں کا خاص در آنکھوں میں ہے
مصحفی چہرہ کا اس کے ہے ہمیں ہر دم خیال
رات دن مجھ کو تصور ہے فرید الدین کا
خواجۂ عالم نظام الدین محبوب الٰہ
روز و شب خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی
یاد میں خواجہ کمال الدین کی رہتے ہیں مدام
روئے روشن ہے میاں محمود کا پیش نظر
مجھ سے محمود نصیرہ پوچھتا ہے ہو کے گم
دم بدم آواز آتی ہے جو کانوں میں مرے

خواجۂ اعظم معین الدین کا گھر آنکھوں میں ہے
خواجۂ قطب الدین پیر بختور آنکھوں میں ہے
وہ معظم خواجۂ گنج شکر آنکھوں میں ہے
بادشاہ اولیائے بحر و بر آنکھوں میں ہے
نور افروز رخ شمس و قمر آنکھوں میں ہے
صورت اس کی اپنے ہر شام و سحر آنکھوں میں ہے
وہ شبیہہ پاک پیر راہبر آنکھوں میں ہے
دید تو غائب ہے یہ کس کی نظر آنکھوں میں ہے
وہ طلسم حیرت نور البصر آنکھوں میں ہے

۲۷۸	محو نظارہ نہ ہو کیوں چشم عاشق کی مدام خواجۂ اجمیر ہر دم جلوہ گر آنکھوں میں ہے	۱۱

سر جو ہے سر میں وہ خود جلوہ کناں آنکھوں میں ہے	ہے نہاں جو دل میں اپنے وہ عیاں آنکھوں میں ہے
عین ہیں سیر وجود اور علم اور نور اور شہود	ہے نظر میں دائرہ سارا جہاں آنکھوں میں ہے
عبد رب کی ہے حقیقت منکشف سب قلب پر	بے نشان جو ذات ہے اس کا نشاں آنکھوں میں ہے
خود معلق جسم میں بار اور یکا نقشہ ہے	میں مکین دل کا بنا ہوں لامکاں آنکھوں میں ہے
نقطہ اپنی چشم ہی کا کشش جہت پر ہے محیط	دیکھ لو میری زمین اور آسماں آنکھوں میں ہے
چشم بینا سے مری یہ میم کا عقدہ کھلا	اپنی صورت دیکھنے کو جان جاں آنکھوں میں ہے
وہ سوا اپنے کسی کو دیکھنے دیتا نہیں	دیکھئے پردہ دوئی کا اب کہاں آنکھوں میں ہے
عینیت جس کو ہے اپنی دیکھ لیگا صاف وہ	بن کے پتلی کس لیئے وہ نکتہ داں آنکھوں میں ہے
طائر دل ہے ہمارا شاہ باز باغ قدس	دیکھ اے صیاد اس کا آشیاں آنکھوں میں ہے
ہے صدا بیصوت جس کی ہو گئے گم سنتا ہوں میں	ہے جو اپنی فہم میں وہ بے زباں آنکھوں میں ہے

۲۷۹	ہے جو چوکھٹ پر معین الدین کی عاشق کی جبین خواجۂ اعظم کا مطلق آستاں آنکھوں میں ہے	۹

سہرہ ہند اور عرب کے تارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے	ہیں شاہ اجمیر غوث پیارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

جو ان کی عظمت ہے انکی رفعت جو ان کا رتبہ ہے ان کا درجہ
یہ حق کے گھر کے ہیں دو منارے ادھر ہمارے اُدھر تمہارے

ہیں خواجہ قطب و فریدین و جنید اور بایزید شبلی
یہ منتخب ہیں جہاں میں سارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

معین دین اور محی دین خود جناب سبطین مصطفےٰ کے
ہیں لختِ دل اور گوشوارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

نظام دین اور محی دین ہیں جو دونوں محبوب آلہ و رب کے
یہ صاف قرآن کے ہیں پارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

جہاں میں چشتی و قادری کے ہیں سلسلے مثل بحر جاری
عدو جو ہیں وہ رہیں کنارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

وجود حق سے جہاں ہے پیدا اصول ہیں یہ بڑا نہ چھوٹا
دوئی کے ناحق یہ ہیں نظارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

بزرگی پیروں کو اپنے اپنے جو دے رہے ہیں یہ دل سوز
یہ ناز الفت کے ہیں شرارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے

۲۸۰	جناب خواجہ معین الدینؒ اور محی الدینؓ کے بنے جو عاشق وہی ہیں وصل صنم کے مارے ادھر ہمارے ادھر تمہارے	۱۲

پیر اپنا لاجواب غریبان نواز ہے
خواجہ ہی کا خطاب غریبان نواز ہے

نشو نما ہے اس کا محمدؐ کے جسم سے
جانِ ابو تراب غریبان نواز ہے

تنزیہہ کے مقام میں اس کا جو ہے وجود
یہ صاحب حجاب غریبان نواز ہے

ارض و سما میں نور اسی کا ہے جلوہ گر
خود شکلِ آفتاب غریبان نواز ہے

ہم سے جلال خواجۂ اعظم نہ پوچھئے
مطلق یہ شیر غاب غریبان نواز ہے

کہتی ہے اہل چشت سے منہ پھیر کر شکست
فتح و ظفر کا باب غریبان نواز ہے

پھیلی ہے ششجہت کے چمن میں اسی کی بو
اجمیر کا گلاب غریبان نواز ہے

عالم سے بارگاہ ہے اس کی بھری ہوئی	ملجائے شیخ و شاب غریبان نواز ہے
یکساں ہیں اس کے پاس امیر و فقیر سب	مشہور یہ جناب غریبان نواز ہے
لیجئے دلی مراد اسی سے سخی یہ پیر	فیاض بے حساب غریبان نواز ہے
ہند و دکن میں کون ہے اس طرح کا ولی	یہ فردِ انتخاب غریبان نواز ہے

۲۸۱	عاشق سلوکِ خواجۂ چشتی نہ چھوڑ تو پیرِ رہِ صواب غریبان نواز ہے	۱۵

خود اے ذاتِ مطلق تعشق سے اپنے تجلّی عبد اور مولیٰ میں تو ہے
کہ آئینہ ممکن کا واجب سے بن کر عیاں شخص و عکس مصفّا میں تو ہے
وجود اور علم اور نور اور شہود اور آگ اور ہوا اور آب اور خاک اب
بنا نقطہ خود اور پرکار آپ ہی جو وحدت کے خطِ مجلّی میں تو ہے
عروجی نزولی تری ہی صفت ہے احاطہ ترا دائرہ کے ہے اوپر
ہوا خود گذر تحت قوسین تیرا بسا شش جہت کی ہر اک جا میں تو ہے
تو ہی حیّ و محیّ و ممیت اور قابض بنا ہے تنزل میں اپنے خود آکر
عناصر کی صورت بنا ہے جو آپ ہی صفات اور افعال و اسما میں تو ہے
منازل ترے تین آئے نظر میں کہیں غیب و اجمال و تفصیل ہیں خود
سفر کر رہا ہے جو اپنے وطن میں مقامات ادنیٰ و اعلیٰ میں تو ہے

احد سے بنا شکل احمد کی خود تو تو گھو نگھٹ میں ہے میم کی تیری صورت
حقیقت محمدؐ کی بن کر جو نکلا خود آدم میں اور جسم حوّا میں تو ہے
تری ذات مطلق وجود و عدم ہے کہیں ہے تو ظاہر کہیں ہے تو باطن
تعین خود اور لاتعین جو ہے اب فنا و بقا دین و دنیا میں تو ہے
کف و موج و گرداب و قطرات آبی یہ سارے ہیں پانی کے اشکال مطلق
جو دریا سے نسبت تری ذات کو ہے سمندر کے لولوئے لالا میں تو ہے
جو سیر گلستان عالم میں پہنچا تری ذات ہے تخم و بیخ و شجر خود
بنا ہے گل و غنچہ و رنگ و بو خود ہر اک شاخ سدرہ و طوبیٰ میں تو ہے
تو نقطے سے آپ ہی الف بن گیا جب تو سب حرف ابجد میں خود ہی سمایا
جو سورۃ تری قُل ھو اللہ کی ہے تبارک میں یٰسین و طٰہٰ میں تو ہے
جو تنزیہہ سے بن گیا ہے تو تشبیہہ یہاں جان تو ہی بنا جسم ہے خود
اُلٹ اور پلٹ کا جو ہے شعبدہ تو ہر اک اسم میں اور مسمیٰ میں تو ہے
مذل اور ہادی جو اسما ہیں تیرے ہے تو ہی مسلمان اور تو ہے کافر
مطوف جو کعبہ کا ہے شیخ بن کر اب اپنی ہی مورت کی پوجا میں تو ہے
تری ہی اک آواز آتی ہے مجھ کو مرا سامعہ یا سمیعٌ بنا ہے
صفت کو تری حصر مطلق نہیں ہے صدائے دو عالم کے ہُوہا میں تو ہے
سوا تیرے قدرت ہے کس کو جہاں میں بنے شکل ہجدہ ہزار ایک آپ ہی
جہاں دیکھتا ہوں میں ارض و سما میں تمام اک مری چشم بینا میں تو ہے

تری ذات ہے وحدہ لاشریک اب کہ معدوم ہے تیرا ثانی جہاں میں خود آیا ہے عاشق جو اپنا تو بن کر تو محبوب اجمیر و خواجہ میں تو ہے		
۲۸۲		۱۹

قطعہ

کفر اور شرک زمانہ میں ہو کیوں کر پیدا	آج محمود ہوئے خلق کے رہبر پیدا
آپ کی زلف ہے لام اور ہے خط زیر و زبر	صفحۂ رخ سے ہے قرآن کا دفتر پیدا
حق نیوش ان کے ہیں گوش اور قد راست الف	سینہ گنجینہ ہے اسرار کا یکسر پیدا
اِسم محمود میں آتا ہے مسمیٰ جو نظر	اس سے ہے معرفت خالق اکبر پیدا
نام محمود میں دو میم محمد کے جو ہیں	عدد اسنیٰ کا انھیں سے ہے مقرر پیدا
بے نیاز اس میں مرا آپ چھپا ہے آکر	ہاں عرض بن کے ہوا کرتا ہے جوہر پیدا
تین حرف اور جو ہیں نام مبارک سے عیاں	ہندسہ اس میں اٹھارہ کا ہے یکسر پیدا
دیکھ لے اس میں بھی موجود ہے اسم حی خود	تہِ دریا میں ہوا کرتا ہے گوہر پیدا
ایک سو ایک عدد ہے جو میاں سے ظاہر	ہے شمار اس کا بھی صاحب کے برابر پیدا
ایک معنی میں ہے یہاں لفظ خدا و صاحب	خوب مضمون ہوا صفحۂ دل پر پیدا
غیر اعداد مکرر ہے ثبوت وحدت	شاعرو دیکھو یہ صنعت ہے مکرر پیدا
نام نامی ہے مرے پیر کا محمود میاں	یہ تعشق کا ہوا خوب ہے مصدر پیدا
محی ہے میم سے اور حا سے حفیظِ عالم	اور مہیمن ہے ہوا میم مکرر پیدا
واؤ سے اسم ولی اور ودود و مخلوق	دال سے دیکھئے ہے صورت داور پیدا

تیسرے میم سے ہے میم محمدؐ ظاہر
اور یا سے بھی ہے یٰسین سراسر پیدا

ہے الف سے جو عیاں احمد بے میم کا رخ
ہو گیا نون سے خود نور پیمبر پیدا

اب تو ظاہر ہوئی محمودؒ میاں کی عظمت
شان سے ان کی ہیں اسماء مُظہر پیدا

اپنے اثبات پہ ہے علم حقایق برہان
نفی پہ میری ہو کب مرد دلاور پیدا

عاشق خواجۂ اعظم ہے فقیر محمودؒ
نہیں اُس سا کوئی درویش قلندر پیدا

کلام
تمت

از عاشق

هو المعین

شبان ملک هندستان چشتی

توئی خواجہ معین الدین چشتی

رود در نار دوزخ منکر تو

مقیم راه تو باشد بہشتی

تمت بالخیر

ہو المعین

وجودِ احمد حیدر معین الدین چشتی ہے
ولی خالق اکبر معین الدین چشتی ہے

ہو الظاہر ہو الباطن یہ سرِ منصوری ہے عاشق
ہمارے باہر اور اندر معین الدین چشتی ہے

شاہ کریم علی اللہ عاشق

رُباعیات در صنعت الفاظ مساوی الاعداد مشتمل باسرار ذات و صفات

عاشق تو نہ پوچھ اب کہ کہاں ہے اللہ خود دیکھ نظر کر کے ہُو الظاہر کو	۱	ہر گز نہ خدائی سے نہاں ہے اللہ ہاں صاف جز و کل سے عیاں ہے اللہ ۶۶ ۶۶

هُوالمعین

رباعی ۲

ایمان سمجھ سخن جو ہے یہہ دلخواہ جز ذات خدا کب ہے یہ خلق اے عاشق		وحدت کے کلام سے ہے خالق آگاہ ہے مخلوقات خود ظہور اللہ ۱۱۷۷ ۱۱۷۷

هوالمعین

رباعی ۳

عاشق ہمارے روبرو اب غیر ہے کہاں شک ہے اگر تو دیکھ لو پنہاں نہیں ہے بھید		معبود ہی کی ہستی سے کون و مکان ہے جاں آبادی جہاں سے ہو اللہ ہے عیاں ۷۷ ۷۷

هوالمعین

رباعی ۴

ہے وحدت الوجود کی یہ رمز سر بسر		مخلوق جو بنا ہے وہ ہے خالق بشر

عاشق نہ جان بندۂ و رب ہے جدا جدا
خود صورت عبید میں مولیٰ ہے جلوہ گر
۸۶ ۸۶

ھو المعین
رباعی
۵

جو خیر البشر ایک ہوا پیغمبر
اے عاشق چشتی تو یقین کر دل سے
وہ احمد بے میم ہے سب کا سرور
آیا ہے خدا بن کے وہی جسم بشر
۶۰۵ ۶۰۵

ھو المعین
رباعی
۶

اے عاشق چشتی وہ تمہارا ہے صنم
کچھ کفر نہیں کہئے بشر کو اللہ
انسان بنا ہے جو خدائے عالم
خود حق سے نمایاں ہے بنائے آدم
۱۰۸ ۱۰۸

ھو المعین
رباعی
۷

ثابت ہے اک وجود ہمارے کلام سے
لولاک خود دلیل ہے عاشق یہ صاف کہہ
احمد کی ذات کب ہے جدا خاص و عام سے
ہے جلوہ گر انام محمد کے نام سے
۹۲ ۹۲

ھو المعین
رباعی
۸

آدم سے پہلے برزخ کبریٰ جو بن گیا
ہے شکل احمدی سے عیاں شان کبریا
عاشق جو جانتے ہیں اُسے مظہر اتم
ہے واجب الوجود نبی میں چھپا ہوا
۶۲ ۶۲

هُوالمعین
رباعی
۹

عاشق نہیں لکھ سکتا ہے کچھ شرح دوئی کی
ہر لفظ میں وحدت کے ہے توحید کی معنی
دیکھ احمد وحیدر کو جدا کب ہے خدا سے
رب میں نظر آتا ہے محمد بھی علی بھی
۲۰۲ ۹۲ ۱۱۰

هوالمعین
رباعی
۱۰

مسجود ترا کون ہے اے عاشق نادان
ہے شکل سے تیری ہی عیاں صورت جاناں
سر اپنا جھکاتا ہے تو اب روبرو کس کے
موجود ہے سجدہ میں ترے آپ ہی یزداں
۷۲ ۷۲

هوالمعین
رباعی
۱۱

اسلام و کفر کے نہیں کچھ فرق درمیاں
دیر و حرم میں ایک ہمارا ہے جان جان
تکفیر کر نہ عاشق چشتی کسی کی تو
معبود مطلق اپنا ہے کفار میں بھی ہاں
۳۰۱ ۳۰۱

ھوالمعین

رباعی

۱۲

اے برہمن ہے رام کا اس جا پہ کب گذر
تیرے گلے میں رشتۂ دین ہے یہ سربسر
عاشق سے ہم کو ہوگیا معلوم ہے یہ راز
زنار سے رحیم ہمارا ہے جلوہ گر

۲۵۸ ۲۵۸

ھوالمعین

رباعی

۱۳

شیخ عبدالقادرِ معشوق ربِ دو جہاں
یوسف ثانی بنا ہے یہ شہنشاہ زماں
دیکھ غوث پاک کے اعداد کو عاشق ذرا
روئے ذات مالک الملک آج ہے اس سے عیاں

۱۵۲۹ ۱۵۲۹

ھوالمعین

رباعی

۱۴

حُسن ذات مصطفٰے کا ہوگیا حسن دم فزود
اول اور آخر ہوئے دو شاہد رب الودود
شاہِ جیلان و نظام الدین کو عاشق کر نظر
لفظ معشوقین سے حُسن نبوت ہے نمود

۵۷۶ ۵۷۶

ھوالمعین

رباعی

۱۵

قدرت حق کا جو کہائے شیر
ہوگا عاشق وہ کب کسی سے زیر

ہستئ لایزالی قادر
۸٦۹

بن کے آیا ہے خواجۂ اجمیر
۸٦۹

ھو المعین

رباعی
۱٦

قیصر اجمیر کی عظمت کا لکھوں کیا میں حال
نام سے خواجہ معین الدین کے عاشق دیکھ لے
۸۸۰

آئے اُس کے روبرو ہر ایک کی کب ہے مجال
ہو گیا ہے آپ ظاہر ذو الجلال لایزال
۸۸۰

ھو المعین

رباعی
۱۷

سچ ہے سرِّ معرفت اے عاشقِ والا لقب
معترض اس بات پر ہو گی شریعت کس طرح

اپنے مرشد ہی کے چہرے سے ہے پیدا شکلِ رب
صورتِ محمود میں ہے خود خدائے مطلق اب
۷۹۴ ۷۹۴

ھو المعین

رباعی
۱۸

محمود سے نماز نمایاں ہے سر بسر
۹۸ ۹۸
زاہد سا سر جھکا کے نہ کر حمد غیر کی

عاشق تو اپنے پیر کو سجدہ میں یاد کر
ہے دیکھ سجدہ گاہ میں محمود جلوہ گر
۹۸ ۹۸

ھو المعین

رباعی
۱۹

بیان کر تو جو اسرار بطون ہے	کہ علم معرفت تجھ میں فزوں ہے
نہ بندہ جان عاشق پیر کو تو	میاں محمود حق بیچگوں ہے
	۱۹۹ ۱۹۹

ھوالمعین

رباعی
۲۰

خود تجلیٔ خدا کا آئینہ محمود ہے	صاف ظاہر ہے کہ ظلّ کبریا محمود ہے
دیکھ عاشق کب ہے مطلق شخص اپنے عکس سے	سایۂ ایزو سے خود جلوہ نما محمود ہے
	۹۸ ۹۸

ھوالمعین

رباعی
۲۱

سجن ہے عاشق چشتی کا احسن	سمجھ بھید اس کا تو اے صاحب فن
ربوبیت سے خود ظاہر خودی ہے	انا کہنے ہیں کب اپنا ہے مئے پن
۶۲۰ ۶۲۰	

ھوالمعین

رباعی
۲۲

سچ جانو بات عاشق چشتی کی مان لو	آواز پر جرس کی رکھو اپنے کان کو
جبرئیل لے کے آتے ہیں ہر ہر نفس جو وحی	اسرار دل سے صوت نکلتی ہے چپ سنو
	۴۹۶ ۴۹۶

هو المعین

رباعی

۲۳

صہبائے خون کو پی تو غم بوتراب میں
بے شبہہ مئی حرام ہے عاشق کبھی نہ پی
خوش ذائقہ ہے اتنے جگر کے کباب میں
ہاں خوک ہے شریک جمیع شراب میں
۶۲۶ ۶۲۶

هو المعین

رباعی

۲۴

عاشق تمہارے دل کا لبالب ہے جام جم
زاہد کرے جو طعنہ کرامات سے ابھی
مئے بیخودی کی نوش کریں آپ دم بدم
زمزم اُسے دکھائیں گے ہاں جام مئی ہیں ہم
۹۴ ۹۴

هو المعین

رباعی

۲۵

رمز سُن عاشق کامل کی تو اے مرد جلیس
یہ نہ کہہ حضرت انسان سے جدا ہے شیطان
نفس امارہ انسان میں نہاں ہے تلبیس
نفسِ آدم سے عیاں دیکھ ہے قلب ابلیس
۲۳۵ ۲۳۵

هو المعین

رباعی

۲۶

اے عاشق چشتی اسے تحقیق سمجھ تو
بانیٔ شر و خیر ہے خود آدم خوشخو

ابلیس اور انسان میں جدائی نہیں ہرگز
شیطان ہی نچاتے ہیں خود مردم نیکو
۳۷۰ ۳۷۰

هوالمعین
رباعی
۲۷

عاشق بجا کے سن لے ذرا اپنے تن کی نے
تکریم کر سماع کی آداب دل سے تو
تجھ میں سوائے راگ کے اور کچھ نہیں ہے شئے
خود ذات میں کریم کی مخفی سرود ہے
۲۷۰ ۲۷۰

هوالمعین
رباعی
۲۸

سازندہ و قوال کو ہر وقت بلا کر
طنبورہ و سارنگ و دہل سے نہ کر انکار
اے عاشق چشتی تو سدا راگ سنا کر
رحمٰن سمایا ہے مزامیر میں آ کر
۲۹۸ ۲۹۸

هوالمعین
رباعی
۲۹

رہ حقّہ کشی میں تو نہ کر جق جق دبق بق
ہر دم ترا منصور ہے اے عاشق مطلق
سننے کی زباں سے ہیں اگر گوش ترے صاف
نَلیاں سے ہر لحظہ نکلتا ہے انا الحق
۱۹۱ ۱۹۱

هوالمعین
رباعی
۳۰

شبِ خلوت نے دکھلایا تماشا سرِ وحدت کا
سخن سچا ہے عاشق کا سنو گوشِ حقیقت سے
ہُو اللہ المصوّر خود ہے شکلِ حضرتِ انسان
معینِ دین و حق سبحانہٗ کے ہیں عدد یکساں
۲۳۴ ۲۳۴

هوالمعین
رباعی
۳۱

معین الدین رئیس اولیا سے
سخن عاشق ۵۸۳ سن کر دیکھ لینا
عدد ہیں پنجتن کے آشکارا ۷۸ ۵۰۵
عظیم الشان ہے خواجہ ہمارا

هوالمعین
رباعی
۳۲

واصلِ حق خواجۂ اجمیر پیر
ہست عاشق یک ۱۳۱۶ وجود ہر چہار
سہروردی نقشبندی قادری
در شمارِ باطنی ۱۳۱۶ و ظاہری

هوالمعین
رباعی
۳۳

خواجہ معین و قطب و فرید و نظام دین
امثال پنجتن کے یہی پانچ ہیں ولی
ہیں سب نصیر دین کے یہ پیران لاجواب
عاشق یہ جانتے ہیں زمانہ کے شیخ و شاب

هوالمعین

رباعی ٣٤

کلمۂ لا الٰہ الا اللہ
تھی نہ اس رمز کی کسی کو خبر
اسم اللہ میں نظر آیا
خوب عاشق نے بھید پایا

هوالمعین

رباعی ٣٥

ہے نَفَختُ فیہِ مِن روحی جو جانان کی ندا
صوت میں ہو محو عاشق کر کے گم پانچوں حواس
جسم کی اپنے بنی ہے جان وہی مطلق صدا
خود ہوالباطن ہی اندر دم کے ہے نغمہ سرا

هوالمعین

رباعی ٣٦

جب معین الدین سے پیدا ہے زمین و آسمان
کیوں نہ ہو وصف معین الدین ٢٦٥ و احمد ٢٦٥ ہر دو ایک
صاف ظاہر اُس سے ہے قوسین او ادنیٰ کی شان
دائرہ کے خط وحدت سے حقیقت ہے عیاں

هوالمعین

رباعی ٣٧

دیکھ دارین میں معین الدین ٢٦٥
موت ٢٦٥ اور زندگی میں عاشق کی
جلوہ فرما ہیں باہر اور اندر
ہے نہ کچھ خوف اور نہ ہے کچھ ڈر

هوالمعین
رباعی
۳۸

قبلہ وکعبہ جو ہیں مشہور خواجہ ہند کے
آج تک مطلب کو اُس کے کوئی بھی سمجھا نہ تھا
ہوگیا عاشق سے اب یہ سر نہیاں منکشف
ہے معین دین سے قبلہ اور کعبہ برملا
۲۳۴ ۱۳۷-۹۷

هوالمعین
رباعی
۳۹

مہر سپہر عون وعطیات وبذل وجود
ہے خواجۂ غریب نواز اپنا رمز دان
عاشق توکرلے پیر سے حاصل کمال فقر
ایسا سخی ولی ہے خدائی میں پھر کہاں
۱۸۹۱ ۱۸۹۱

هوالمعین
رباعی
۴۰

مثل دو گوہر جو ہوں اندر صدف کے بحر میں
تھے محمد اور احمد کہ ایک جا مخفی عدد
عاشق غواص وحدت نے نکالا ہے اُسے
ہے ولی ہند میں وہ مثل یکجان دو جسد
۹۲ ۱۳ ۱۰۵

هوالمعین
رباعی
۴۱

عیان گشت اسلام از تیغ خواجہ
کہ در رزم ارباب حق بود چون شیر
بہ عاشق شدہ سر باطن ہویدا
عطائے رسول است اسلام اجمیر
۳۸۶ ۳۸۶

هوالمعین

رباعی

۴۲

ہو گئی جب مجھ کو فکر خلق ہے میں کس کی جان
غور سے عاشق سمجھ بھید کو توحید کے

گوش میں یہ امر رب آیا مرے ناگہاں
بن گیا خواجۂ بزرگ خالق جان جہاں
۸۴۴ ۸۴۴

هوالمعین

رباعی

۴۳

عاشق سے ایک طالب مولیٰ نے یوں کہا
اس نے کہا نہ کھوج کرو رب کی تم کہیں

ہم ڈھونڈھتے ہیں حق کو کہاں ہے وہ اپنا یار
دربار چشت میں ہے خداوند کردگار
۱۱۱۰ ۱۱۱۰

هوالمعین

رباعی

۴۴

کیوں تو پھرتا ہے عرب اور عجم میں ناحق
بات کو عاشق چشتی کی سمجھ کر تحقیق

اے طلب گار خدا تجھ میں اگر کچھ ہے تمیز
شہر اجمیر میں ہے دیکھ خداوند عزیز
۷۵۹ ۷۵۹

هوالمعین

رباعی

۴۵

خواجہ اجمیر کا ولی اللہ
مصحف رخ کو دیکھ کر خواجہ کے ۱۰۰۲

ہے وہ مرآت صورت اخلاص
ہے یہ عاشق تری تلاوت خاص

قل ہو اللہ ۲۰۷	احد ۱۳	اللہ الصمد ۲۳۱	لم یلد ۱۱۴	ولم یولد ۱۲۶	ولم یکن ۱۵۶
لہٗ ۳۵	کفواً ۱۰۷	احد ۱۳	جملہ اعداد	۱۰۰۲	

هو المعين

رباعی ۴۶

خواجۂ خوش مرتبت خورشید رفعت انجم چشت | ہیں معین الدین حسن شاہنشہ ہندوستان
کر زیارت سب کی عاشق ۲۲۹ جا کے تو اجمیر میں | روشنی بارہ اماموں کی ہے خواجہ میں عیاں

علی ۱۱۰	حسن ۱۱۸	حسین ۱۲۸	زین العابدین ۲۳۵	محمد باقر ۳۹۵
جعفر صادق ۵۴۸	موسیٰ کاظم ۱۰۷۷	علی موسیٰ رضا ۱۲۲۷	محمد تقی ۶۰۲	محمد نقی ۲۵۲
	حسن عسکری ۴۷۸	مہدی ۵۹	جملہ ۵۲۲۹	

هو المعين

رباعی ۴۷

ہیں خدیو کرم جو پیر اپنے | ہند میں خواجۂ معین الدین
۸۸۰ | ۸۸۰
کیوں نہ ہو ان سے فیضیاب جہاں | عاشق ایسا کریم کوئی نہیں

هو المعين

رباعی ۴۸

خدا کو خدائی میں کیوں ڈھونڈھتے ہو | کہ اس جائے اُس کا نہیں کچھ پتا ہے
سنو بات عاشق کی اور خوب دیکھو | خدائی میں خواجہ نظر آ رہا ہے
| ۶۱۵ ۶۱۵

هو المعین
رباعی
۴۹

ہیں مرے خواجۂ معین الدین
دیکھ خواجہ کو غور سے عاشق
رحمت العالمین کے مرآت
مظہر مصطفیٰ ہے اُن کی ذات

۶۳۸ ۸۸۰

هو المعین
رباعی
۵۰

پیر عبد القادر خواجہ معین الدین حسن
دعوئے افراط و تفریط ہے عاشق کا غلط
ایک جسم اور ایک جان ہیں دونوں سلطان جہاں
ذات رب قادر وہاب اُن سے ہے عیاں

۶۲۴ ۹۹۸ ۱۶۲۲

ذات	رب	قادر	وہاب	
۱۱۰۱	۲۰۲	۳۰۵	۱۴	جملہ ۱۶۲۲

هو المعین
رباعی
۵۱

معین الدین شاہِ اولیا ہیں
کڑوڑوں بن گئے کافر مسلمان
برابر کلمۂ طیب کے مظہر
ہے عاشق ہند کے خواجہ پیمبر

۶۱۹

لا	الہ	الا اللہ	محمدؐ
۳۱	۳۶	۹۸	۹۲
	رسول ۲۹۶	اللہ ۶۶	

جملہ ۶۱۹

ہو المعین

رباعی

۵۲

خواجۂ بزم اولیا کا نور
پوچھا عاشق ۷۱۲ نے آپ کیوں ہیں یہاں،
مجھ کو یثرب میں جب نظر آیا
ہوں فنا ۷۱۲ فی الرسول فرمایا

ہو المعین

رباعی

۵۳

شہِ عالم معین الدین چشتی
حقیقت میں یہ پانچوں اک ہیں عاشق ۱۴۲۴
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر
ہیں سب اک ہیں تو اک ہے سب کے اندر

ابوبکر	عمر	عثمان	حیدر	جملہ
۲۳۱	۳۱۰	۶۶۱	۲۲۲	۱۴۲۴

ہو المعین

رباعی

۵۴

ہُو الاول ہُو الآخر ہُو الظاہر ہُو الباطن
سمجھ لو بھید کو ۲۱۷۴ اُس کے ذرا تفسیر قرآں سے
ہوا خواجہ معین الدین شہِ چشتی اجمیری
جو کہتا ہوں میں عاشق ۲۱۷۴ ہُو یہ نازک بات ہے میری

ہُو الاول	ہو الآخر	ہُو الظاہر	ہُو الباطن	جملہ
۷۹	۸۴۳	۱۱۴۸	۱۰۴	۲۱۷۴

هوالمعین

رباعی
۵۵

خوانِ نعمت رزق کا اجمیر کا در بن گیا
عاشق درویش کو روزی کی کیونکر فکر ہو
جو جہاں میں ہے گدا ہے خاندانِ چشت کا
ذاتِ رزاق آئینہ ہے خاندانِ چشت کا
۱۴۰۹ ۱۴۰۹

هوالمعین

رباعی
۵۶

خورشید چرخ چشت زہی خواجہ دین پناہ
۳۳۸۵
عاشق خبر کسی کو نہیں ان کے رمز کی
ہیں مظہر جمیع حروفِ مقطعات
خواجہ کو جانتا ہے خداوند کائنات

الم ۷۱	الم ۷۱	المص ۱۶۱	الر ۲۳۱	الر ۲۳۱	الر ۲۳۱	المر ۲۷۱	الر ۲۳۱	الر ۲۳۱	کھیعص ۱۹۵
طه ۱۴	طسم ۱۰۹	طس ۶۹	طسم ۱۰۹	الم ۷۱	الم ۷۱	الم ۷۱	الم ۷۱	یٰس ۷۰	ص ۹۰
حم ۴۸	حم ۴۸	حم عسق ۲۷۸	حم ۴۸	حم ۴۸	حم ۴۸	حم ۴۸	ق ۱۰۰	ن ۵۰	جملہ ۳۳۸۵

هوالمعین

رباعی
۵۷

خواجۂ خورشید رخسار آفتاب دودمان
۳۳۸۵
یعنی وہ آیات حق جن کے مقطع ہیں حروف
مظہر اسرار قرآن اصل معنی جان جان
بے خبر ہیں جس سے عاشق سب جہاں کے رمزدان

ھو المعین

رباعی

۵۸

جب سے ہیں خلد بریں میں خواجہ اپنے جلوہ گر
کیوں نہ ہو میراث عاشق چشتیوں کی باغ خلد

تابع فرمان ہے اُن کا خاص رضوان بہشت
ہے بہشت خوشنما گویا مکان فیض چشت
۱۷۰۴ ۱۷۰۴

ھو المعین

رباعی

۵۹

جناں میں ہیں عاشق شہِ خواجگان
نہ کیوں چشتیاں سیر جنت کریں

ہے رضوان بھی محکوم سرکار چشت
بہشت مُطہّر ہے گلزار چشت
۹۶۱ ۹۶۱

ھو المعین

رباعی

۶۰

مرحبا جب سے بنا باغ بہشت رضوان
چشتیاں جائیں گے دوزخ کی طرف کیوں عاشق

والی چشت کا ہے گلشن فردوس نظام
۷۰۵ ۷۰۵
اُن کا محبوب ہے جب یادِ شہِ دارِ سلام

ھو المعین

رباعی

۶۱

نہ پھر طالب حق عبث دربدر تو
جناب وطن سے سنو بھید عاشق

نہیں رب مطلق کسی انجمن میں
خداوند عالم ہے چشتی چمن میں
۸۰۶ ۸۰۶

رباعی
هوالمعین
۶۲

گنبدِ خواجۂ عالم پہ نظر فرماؤ
عاشق اب کونسی ہے اس سے زیادہ عظمت
۸۳۲

چشتیو اس میں ہے خود عرشِ بریں کا جلوہ
عرشِ اعظم میں بھی ہے خواجہ معین کا جلوہ
۸۳۲

رباعی
هوالمعین

خواجۂ اجمیر سلطانِ جہاں
مجمعِ اسرار ہے یہ ذاتِ پاک
۱۰۷۸

لوحِ محفوظ ان کا ہے عاشق نشان
سرنوشتِ خلق ہے اُن سے عیاں
۱۰۷۸

رباعی
هوالمعین
۶۴

ہیں جہاں میں بڑے جو چار ملک
قدرتیں چاروں ایک جا ہیں بہم

اُن میں ہیں خواجۂ شہِ کونین
عاشق اُن چار کے ہیں خواجہ عین
۱۰۵۶

جبرئیل	میکائیل	اسرافیل	عزرائیل	جملہ ۱۰۵۶
۲۴۵	۱۱۱	۳۸۲	۳۱۸	

رباعی
هوالمعین
۶۵

خواجۂ اجمیر مسیحا نفس
جام لبالب ہیں سقاہم کے وہ
۱۱۷۸

چشت کے ہیں یہ جو ولی منتخب
عاشقِ مسکین بھی ہے جرعہ طلب

سقاھم	ربھم	شرابا	طھورا	جملہ ۱۱۷۸
۲۰۶	۲۴۷	۵۰۴	۲۲۱	

هوالمعین
رباعی
۶۷

قبلۂ دین خواجہ اجمیر پیر
شان لَاخَوفٌ علیہم انمیں ہے
ہیں خدا کے جو ولی بے مثال
دیکھ عاشق تو ہے گر فرخندہ فال

الاَ ۳۲	ان اولیاء ۹۹	اللہ ۶۶	لاخوفٌ ۷۱۷	علیہم ۱۵۵
	ولاھم ۸۲	یحزنون ۱۳۱	جملہ ۱۲۸۲	

هوالمعین
رباعی
۶۸

پیر والا خواجۂ عالی جناب
آئینہ ہیں وہ درود پاک کے
چشت کے جو ہیں ولیٔ بے نظیر
دیکھ عاشق تو ہے گر روشن ضمیر

اللھم ۱۰۶	صلی علی ۲۳۰	محمدؐ ۹۲	وعلی آل ۱۴۷	
محمد ۹۲	وبارک ۲۲۹	وسلم ۱۳۶	جملہ ۱۰۳۲	

هوالمعین
رباعی
۶۹

خواجۂ چشتی بہشتی رونق بزم جنید
غوث اعظم میں ہیں وہ تو دیکھ عاشق غور سے
ہیں چراغ خاندان سہروردی قادری
اک ہے دونوں کی حقیقت باطنی و ظاہری

۲۵۱۷

هوالمعین

رباعی

۷۰

خواجۂ اقطاب غوث وقت فرد پاک چشت	ہیں یہ سارے اولیا میں مظہر اسرار رب
ثم وجہ اللہ ہے اُن کی جبیں سے آشکار	دیکھ عاشق مصحف رخسار اُن کا روز و شب

۳۷۵۰

وللہ ۷۱	المشرق ۶۷۱	والمغرب ۱۲۷۹	فاینما ۱۸۲	تولوا ۴۴۳
فثم ۶۲۰	وجہ اللہ ۸۰	ان اللہ ۱۱۷	واسع ۱۳۷	علیم ۱۵۰
		جملہ ۳۷۵۰		

هوالمعین

رباعی

۷۱

ہیں حقیقت میں خواجہ اکبر	نحن اقرب الیہ کے مظہر
حل ہوا ہے یہ نکتہ عاشق سے	جس کی ہرگز نہ تھی کسی کو خبر

۸۳۸

نحن ۱۰۸	اقرب ۳۰۳	الیہ ۴۶	من ۹۰	حبل الورید ۲۹۱
		جملہ ۸۳۸		

هوالمعین

رباعی

۴۲

خواجۂ چشتی خدائے دوجہاں
دیکھ عاشق اُن کا توجاہ وجلال (۲۰۱۲)

اُن سے اِنّی جَاعِلٌ کا ہے ظہور
مُنجلی اُن سے خلافت کا ہے نور

اِنی	جاعِلٌ	فِی الارض	خلیفہ	جُملہ ۲۰۱۲
۶۱	۱۰۴	۱۱۲۲	۷۲۵	

هوالمعین

رباعی

۴۳

خواجۂ چشتی معظم محتشم
گر تجھے خواہش (۶۶) ہے عاشق (۳۱) انکا رخ

منکشف جن سے ہوا سرِّ اَنَا
برزخٌ لایبغیان میں دیکھنا

مرج	البحرین	یلتقیان	بینهما	برزخ	لایبغیان
۲۴۳	۳۰۱	۶۰۱	۱۰۸	۸۰۹	۱۱۰۴
		جملہ ۳۱۶۶			

هوالمعین

رباعی

۴۴

آفتابِ چشت مجسم برجِ جان
جسمِ عاشق میں جو جاری ہے نفس (۱۵۳۹)

ہے نفخت فیہ من رُوحی کی شان
ہے معین الدین کے دم سے رواں

نفخت	فیہ	من	روحی	جملہ ۱۵۳۹
۱۱۳۰	۹۵	۹۰	۲۲۴	

هو المعین

رباعی

۷۵

خواجۂ اجمیر پیر ہندیاں ۱۲۰۱	ہے حبیب خالق ہر دو جہاں
آیت لا تبصرون عاشق پڑھو	مُصحفِ رُخ سے ہے خواجہ کے عیاں

	فی ۹۰	انفسکم ۲۵۱	افلا ۱۱۲	تبصرون ۷۴۸

جُملہ ۱۲۰۱

هو المعین

رباعی

۷۶

جان صاحبدلاں شہر اجمیر ۷۹۹	وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُم ۷۹۹
ہیں یہ دونوں مساوی الاعداد	عاشق چشتی اس کو سمجھو تم

وھو ۱۷	معکم ۱۷۰	اینما ۱۰۲	کنتم ۵۱۰	جملہ ۷۹۹

هوالمعین

رباعی

۷۷

شاہ اجمیر خلیل اللہ پر

۱۲۹۶

چشتیوں کو نہیں محشر میں خطر

حق کا صادق ہے کلام محمود

عاشق اُن کا ہے مقام محمود

عسی ۱۴۰	ان ۵۱	یبعثك ۶۰۲	ربك ۲۲۲	مقاما ۱۸۲	محمودا ۹۹
		جُملہ ۱۲۹۶			

هوالمعین

رباعی

۷۸

مظہر ذات خواجۂ کونین

۲۹۹۷

دیکھ عاشق تو اُن کی عظمت کو

ہیں وہ مرأتِ آیت تطہیر

اولیاء میں کہاں ہے اُن کا نظیر

انما ۹۲	یرید ۲۲۴	اللہ ۶۶	لیذھب ۷۴۷	عنکم ۱۸۰
الرجس ۲۹۴	اھل البیت ۴۷۹	ویطھرکم ۲۹۰	تطھیرا ۶۲۵	جملہ ۲۹۹۷

هو المعین

رباعی

۷۹

خواجۂ اجمیر شہِ ہند سے	انا فتحنا کی ہے آیت عیاں
۱۲۳۳	
خواجہ کو عاشق تھی خدا کی ظفر	فتح ہوا جب تو یہ ہندوستان

انا	فتحنا	لك	فتحا	مبینا	جملہ
۵۲	۵۳۹	۵۰	۴۸۹	۱۰۳	۱۲۳۳

هو المعین

رباعی

۸۰

خسرو چشت پیرِ اہل دل	جن سے آسان ہوتی ہے مشکل
۱۸۵۱	
مظہر کل من علیہا فان	عاشق اب ہیں وہ مرشد کامل

کل	من	علیہا	فان	ویبقی
۵۰	۹۰	۱۱۶	۱۳۱	۱۲۸
وجہ	ربك	ذو الجلال	والاکرام	جملہ
۱۴	۲۲۲	۸۰۱	۲۹۹	۱۸۵۱

ھوالمعین

رباعی

۸۱

شہ عالم ولیٔ ہند جو ہیں	الیہ راجعون کے صاف مرآت
۵۵۱	
کرو تم یاد عاشق اِنّا لِلّٰہ	بنی ہے مرجع اپنے پیر کی ذات

اِنا ۵۲	للّٰہ ۶۵	وانا ۵۸	اِلیہ ۴۶	راجعون ۳۳۰	جُملہ ۵۵۱

ھُوالمعُین

رباعی

۸۲

خواجۂ فرخندہ خصلت نورِ رحمت مہرِ چشت	کُنتُ کنزاً مخفیاً کے ہیں وہ مظہر سر بسر
۴۵۲۶	
دیکھ عاشق گنج مخفی سے ہوئے پیر بزرگ	اپنے دِکھلانے کو اس دُنیا دوں میں جلوہ گر

کنت ۴۷۰	کنزاً ۷۸	مخفیاً ۷۳۱	فاحببت ۴۹۳	ان اعرف ۴۰۲
	فخلقت الخلق ۱۹۷۱	لاعرف ۳۸۱	جُملہ ۴۵۲۶	

هُوَالمُعین

رباعی

۸۳

خواجۂ ذی مرتبت خورشید عظمت خضرِ خلق
۷۲۲۷
دیکھ عاشق اُن پہ صادق آتی ہے قدسی حدیث

ہیں وہ فی السّرّ ناکی بحر کے روشن گہر
ہیں حقیقت میں وہ نورِ حضرت خیر البشر

ان	فی	جسد	ابن	ادم	لمضغة	وفی	المضغة
۵۱	۹۰	۶۷	۵۳	۴۵	۲۲۷۰	۹۶	۲۲۷۱
قلب ۱۳۲	وفی ۹۶	القلب ۱۶۳	روح ۲۱۴	وفی ۹۶	الروح ۲۴۵	نور ۲۵۶	وفی ۹۶
	النور ۲۸۷	سر ۲۶۰	وفی ۹۶	السّرّ ۲۹۱	انا ۵۲	جملہ ۷۲۲۷	

هوالمعین

رباعی

۸۴

خواجۂ انس و جاں سے ہے پیدا
۷۸۶
دیکھ عاشق ہیں جامع اسرار

صاف اناسرہٗ وبسم اللہ
شاہِ اجمیر پیرِ حق آگاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۷۸۶	الانسان ۱۹۳	سری ۲۷۰	وانا ۵۸	سرہٗ ۲۶۵	جملہ ۷۸۶

هو المعین

رباعے

۸۵

خواجۂ چشتی معین الدین ہند ۱۶۵۲	ہیں ولئ بے مثال ولاجواب
اُن میں ہے آدم علیٰ صورت کی شان	دیکھ عاشق اُن کے اعداد و حساب

خلق	اللہ	آدم	علیٰ	صورتہ
۷۳۰	۶۶	۴۵	۱۱۰	۷۰۱

جملہ ۱۶۵۲

هو المعین

رباعے

۸۶

جان جان حق ولئ اجمیری ۵۲۶	ہیں جو محمول خاص اشہد اَن
عاشق اب ہیں فنائے ذات بحت	پیر حضرت معین دین حسن

اشہد	ان لا	الہ	الا اللہ	جملہ ۵۲۶
۳۱۰	۸۲	۳۶	۹۸	۵۲۶

هو المعین

رباعی

۸۷

خواجۂ اولیائے چشت جو ہیں
۱۳۷۶
دیکھ عاشق ففقد عرف میں بھی

من عراق کے کلام کے مصداق
ذات اُن کی ہے شہرۂ آفاق

من	عراق	نفسہ	ففقد	عرف	ربہ
۹۰	۳۵۰	۱۹۵	۱۸۴	۳۵۰	۲۰۷

جملہ ۱۳۷۶

هو المعین

رباعی

۸۸

پیر رہبر خواجۂ اجمیر سے
۱۴۸۸
دیکھ عاشق اُن میں تو ہو کر فنا

موتوا قبل انتموتوا ہے عیاں
زندگی میں موت صادق کا نشان

موتوا	قبل	انتموتوا	جملہ
۴۵۳	۱۳۲	۹۰۳	۱۴۸۸

هوالمعین

رباعی

۸۹

جان اعجاز خواجہ اجمیر ہے وہ مظہر کلشلہ شئ کا
۱۰۰۵
آئے تنزیہہ میں کہاں تشبیہہ عاشق اس میں ہیں سلب کل اشیاء

لیس	کمثلہ	شے	جملہ
۱۰۰	۵۹۵	۳۱۰	۱۰۰۵

هوالمعین

رباعی

۹۰

ولیٔ جہاں خواجۂ چشت سے ہویدا ہے لارب ولاعبد صاف
۱۴۲۳
نظر عاشق اب سوئے توحید کر اضافات سے کرکے تو انحراف

التوحید	حقیقت	لارب	ولاعبد	جملہ
۴۵۹	۶۱۸	۲۳۳	۱۱۳	۱۴۲۳

ہوالمعین

رباعی

۹۱

خواجۂ اجمیر روشن آفتاب
۱۹۰۹
اولیا میں ہے کہاں اُن کی نظیر

لِی مع اللہ میں ہوئے ہیں جلوہ گر
ہیں وہ عاشق مظہر پیغامبر

ملک ۹۰	فیہ ۹۵	لا یسعنی ۲۳۱	وقت ۵۰۶	مع اللہ ۱۷۶	لی ۴۰
۶	جملہ ۱۹۰۹	مرسل ۳۳۰	نبی ۶۲	ولا ۳۷	مقرب ۳۴۲

ہُوالمعُین

رباعی

۹۲

کل شیٔ یرجع کے خواجۂ صوفی جو ہیں بھید
ذات میں ہوں گے فنا جس دم صفاتِ ممکنات

جان عاشق اصل منتہیٰ سراسر بن گئے تو
ہے وہاں حیرت میں حیرت اور راز بحت ہو

اصلہ ۱۲۶ جملہ ۸۱۰	الی ۴۱	یرجع ۲۸۳	شے ۳۱۰	کل ۵۰

ھوالمعین

رباعی

۹۳

خواجہ ولیٔ عزیز جو کہ ہیں اجمیر میں	اُن سے الست بربکم کی ہے حقیقت عیاں
۷۵۵	
عاشق چشتی ادا کر تو جواب بلیٰ	رب ہے تیرا پیر خود بادشہ خواجگان

الست	بربکم	جملہ
۴۹۱	۲۶۴	۷۵۵

ھوالمعین

رباعی

۹۴

ہے جو الفقرُ حدیث احمدی	ہو گئے وا اس کے اسرار جلی
آئینہ اس کے ہیں عاشق دیکھ لے	خواجہ اعظم امام دیں ولی
	۱۸۱۸

الفقر	فخری	والفقر	منی	جملہ
۴۱۱	۸۹۰	۴۱۷	۱۰۰	۱۸۱۸

هو المعین
رباعی
۹۵

بحر احساں خواجۂ اجمیر پیر بے مثال
مظہر اُن کا بن گیا ہے دیکھ عاشق غور سے
۱۹۹۴

جن کی پیشانی سے شان حیدری ہے آشکار
لافتی الاعلی لاسیف الا ذوالفقار

لافتی	الاعلی	لاسیف	الا	ذوالفقار	جملہ
۵۲۱	۱۴۲	۱۸۱	۳۲	۱۱۱۸	۱۹۹۴

هو المعین
رباعی
۹۶

حضرت خواجہ مثال مرتضیٰ شکل رسول
اُن سے ہے نادعلی کا منکشف مضمون سب
۴۶۹۰

ہیں معین الدین حسن فرخندہ فرزند بتول
ہم کو عاشق سے ہوا ہے یہ نیا نکتہ حصول

نادعلیا	مظہر العجائب	تجدہ عونا	لک فی النوائب	کل ھم	وغم
۱۶۶	۱۲۶۲	۵۳۹	۲۴۰	۹۵	۱۰۴۶
سینجلی	ببنوتک	یا محمد	بولایتک	یا علی	جملہ
۱۶۳	۴۸۰	۱۰۳	۴۷۵	۱۲۱	۴۶۹۰

هو المعین

رباعی ۹۷

صاحب عقل کل ولیٔ چشت ۱۱۰۰	ہیں جو اجمیر میں شہ اسلام
دیکھ عاشق تو اُن کے چہرے میں	ہے نہاں ذوالجلال والاکرام ۱۱۰۰

هو المعین

رباعی ۹۸

در ولیٔ ممالک ہنداست ۲۳۶	سِرِّ الحیّ ۴۹ رازِ القیوم ۱۸۷
عاشقا کُن فنا بذاتِ معیں	آنچہ داری ز ہستی موہوم

هو المعین

رباعی ۹۹

مدینہ کو جانے کا تھا جو خیال	یہ ہاتف سے عاشق کو پہنچی خبر
تو اتنی مشقت اُٹھاتا ہے کیوں	پیمبر ہیں اجمیر میں کر نظر ۲۵۴ ۲۵۴

هوالمعین

رباعی

۱۰۰

آرزو مہرِ نبوت کی جو تھی
۷۰۳
اس کا ملنا تھا نہ کچھ مجھ کو پتا

اس کو اے عاشق سراسر چشت میں
۷۰۳
خواجۂ اجمیر نے دکھلا دیا

هوالمعین

رباعی

۱۰۱

لاتعین بن گئے شاہنشہ ہندوستان
خود ہے غیب الغیب ذات خواجہ کون و مکان

دیکھ اپنی جان سے انجان ہو کر عاشق آب
ہے معین دم سے الان کما کان عیاں
۲۱۴ ۲۱۴

هوالمعین

رباعی

۱۰۲

مسجد خواجہ ولی کو دیکھو
۷۶۸
بیت معمور کی ہے ۳۱ ہیں شان

رشکِ گردوں ہے زمینِ اجمیر
جس میں عاشق ہیں ملایک ہر آں

(غیاث اللغات) بیت المعمور بیتیست بر آسمان چارم از زمرد مقابل کعبہ بطور مکہ از آنجا چیزے تبقید بر بام کعبہ آید و قبل از طوفان بر زمین کعبہ بود معمور ازاں نام شد کہ ہر وقت از زیارت ملایک آبادا ست

هو المعین

رباعی

۱۰۳

میم اور عین یں معین کے ہے	عَاشقا لا اِلٰہ اِلّا ھُو
۴۰ ۷۰	۱۱۰
م ع	
صاف وہاب اور ولی ہے عیاں	اور حرفوں سے اس کے دیکھ لے تو
۱۴ ۴۶	

	م ۴۰	ع ۷۰	ی ۱۰	ن ۵۰	جملہ ۱۷۰

هو المعین

رباعی

۱۰۴

اے صاحبان شرع معین سے لو تم مدد	سمجھو نہ ما سوائے رب اُن کو برائے رب
۱۷۰	
عاشق کی آنکھ سے کرو ان پر نظر ذرا	قدوس ہے معین میں نہاں دوسرا ہے کب
	۱۷۰ ۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۵

سنتے تھے ہم نعیم و علیین	پر نہ تھی ہم کو اس کی کچھ بھی خبر
۱۷۰ ۱۷۰	
میں نے دیکھا جو غور سے عاشق	آئے دونوں معین میں مجھ کو نظر
	۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۶

ہیں ساری کائنات کے خواجہ مدار کار	خلقت کو اس کے بھید سے عاشق خبر کرو
صاف الناس کر دو یہ سب کی جناب ہیں	قطب جہاں چھپا ہے معین میں نظر کرو
	۱۷۰ ۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۷

چالیس سال ہجر کا شربت نصیب تھا	عاشق ملا کہیں سے نہ ساغر ملاپ کا
دو کان چشت میں جو پہنچ ہو گئی مری	وہاں جام وصل مجھ کو معین سے عطا ہوا
	۱۷۰ ۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۸

عاشق تمام آئے نظر غیر بن مجھے
پھر پھر کے میں نے دیکھا جہاں میں جہاں جہاں

تقدیر سے مری جو معین پر نظر پڑی
۱۷۰
حق بیں یہی ہے ذات مقدس ہوا عیاں
۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۰۹

افسوس چھان مارا زمانہ کو عمر بھر
پر مجھ سے وہم وشک و گماں کچھ نہیں گیا

دم بھر میں اُن سے ہوگیا حاصل مجھے یقین
۱۷۰
عاشق جو میں بسوئے جناب معین گیا
۱۷۰

هوالمعین

رباعی

۱۱۰

رہتا ہے جن و انس کا روضہ پہ جو ہجوم
۱۷۰
عاشق نے پوچھا دیکھ کے یوں سب سے کیا ہے دھوم

دونوں نے اپنے بھید کو دکھلا کے یوں کہا
ہستی معین سے ہم کو ہے حاصل علی العموم
۱۷۰

هو المعین

رباعی

۱۱۱

مسلم نہ کیوں معین کی ہو صورت میں آشکار
۱۷۰ ۱۷۰
عاشق نہ اُن سے کفر کا کیوں کر مٹے نشان

اسلام ایک لعل ہے خاص اس کی کان کا
پہلے اُن کا رخ ہے ہدایت کی شان کا

هو المعین

رباعی

۱۱۲

گوش زد اپنے جو عاشق ہے جرس کی آواز
گنبد اطہر خواجہ سے صدا یہ آئی
۹۰۶

فکر تھی دل کو مرے ہے یہ کہاں صوت بحت
۹۰۶
گو بجتی رہتی ہے ہر وقت یہاں صوت بحت
۹۰۶

هو المعین

رباعی

۱۱۳

راگ کی حرمت کے قایل نہیں جو لوگ
کب ہو عاشق دوسروں کو ذوق شوق

وہ نہ بزم چشتیوں میں دخل دیں
لطف نغمہ ہے متاع چشت میں
۱۲۱۴ ۱۲۱۴

هوالمعین
رباعی
۱۱۴

مست ہیں جو راگ سے ارباب کشف
عاشق چشتی نظر کر غور سے

طعن بیجا سے ہیں وہ سب پاک و صاف
وجد و حالت کا ہے مظہر انکشاف
۱۳ ۴۳۹ ۴۵۲

هوالمعین
رباعی
۱۱۵

چشتی ہو تو راگ کا حاصل ہو تمکو خط
عاشق کے مثل پردہ ہٹا کر دکھائے گا

مطرب سے پوچھو بھید جو مضمر ہے عارفو
خواجہ ولی ستار کے اندر ہے عارفو
۶۶۱ ۶۶۱

هوالمعین
رباعی
۱۱۶

دلِ مومناں میں نہاں ہے جو راگ
۲۲۱ ۲۲۱
ہو عاشق کو کیوں کر نہ ذوق سماع

ہے سلطان اجمیر پردہ عیاں
وہ ہے رازدار شہ خواجگاں

ھوالمعین
رباعی
۱۱۷

جو گانا ہے مظہر ہے باسط کا وہ
۷۲ ۷۲
دو گانہ کرو ترک گانا سنو

نہ کیوں اس سے خاطر کو ہو انبساط
عبادت کا ہے اس میں عاشق نشاط

ھوالمعین
رباعی
۱۱۸

مظہر کریم بن گیا جب بزم راگ کا
۲۷۰ ۲۷۰
عاشق ادب سے داخل مجلس ہوا کرو

مجلس نہیں ہے بارگہ کبریا ہے وہ
دربارِ پُر جلال جناب خدا ہے وہ

ھوالمعین
رباعی
۱۱۹

ہے جو محفل میں چشتیوں کے سماع
۱۵۸ ۱۷۱
رشکِ عرش بریں ہے وہ عاشق

اس میں ہے جلوہ بخش الرحمٰن
۳۲۹
کیوں کہ اس میں ہے خالق سُبحان

سال اختتام کلام یا تاریخی نام

فضل خواجہ معین دین سے اب — ختم اپنا جو ہو گیا دیوان
لکھو عاشق قلم سے وحدت کے — ختم کا سن۔ ضمیمۂ عرفان

۱۲۹۶

قطعات تاریخ طبع دیوان ضمیمۂ عرفان از نتائج طبع گنجینۂ اسرار آگاہ جناب مولانا شاہ کریم اللہ عاشق صاحبِ دیوان

ہے سب اس دیوان میں مضمون سّر معرفت — شاعری کا کچھ نہیں میرے سخن میں التزام
ہے یہ ٹیڑھا راستہ ملک حقیقت کا عجب — منزل مقصود پر آ جلد اے عالی مقام
عشق میں اپنے بنا کر تارک الدنیا عبث — کر دیا بدنام تو نے اے دل اب کیوں میرا نام
کہدیا جو کچھ کہ تو نے کہدیا میں نے وہی — سامنے عاجز ہے تیرے میری عقل اور فکر خام
میں کبھی بکتا ہوں کچھ لفظا اور کبھی کہتا ہوں کچھ — میں ہوں دیوانہ نہیں کچھ بات میں میری قیام
اے مسلمانو ہے میری صلح کل اس طرح کی — بن گیا ہندو کبھی ہر اک آج میرا دل سے رام
اپنی ہی دانست پر ہر ایک صاحب کو ہے ناز — اس طرح کا خلق میں جاری طریقہ ہے مدام
فہم پر اپنی ہی نازاں ہو یہ کب انصاف ہے — حق وہ ہے جو ہو پسند صوفیان خاص و عام
شیخ اور زاہد کی مجھ سے ہو سکے خدمت کہاں — عارف و صوفی کا ہوں میں کفش بردار اور غلام
قدرداں میرے بھی اس شہر دکن میں ہیں بہت — افتخار اور فخر سے لیتے ہیں جو میرا اسلام
آج ہیں اس عصر میں معروف جو پیر و بزرگ — مقتدی اُن کا ہوں میں اور وہ ہیں سب کے میرے امام

میں ہوں ان کا مداح خواں اور وہ مرے ہیں خیر خواہ
مطلب دل ہو گیا ہے سب میرا یہاں اختتام

میں نہیں ہرگز منافق ظاہر و باطن مرا
پاک ہے دل کو مرے مطلق نہیں غیبت سے کام

ہیں خرابات دکن میں صاف میخانے بہت
بکتے ہیں ہر اک گلی میں بادۂ وحدت کے جام

شوق سے پیتے رہو توحید کی لیکر شراب
آنکھ کا ساغر نہ خالی ہو کبھی ہر صبح و شام

اس مرے شعر و سخن کو حفظ دل کر کے سدا
ساقیا پڑھتے رہیں گے ہر گھڑی میکش تمام

مطبع محبوب شاہی ہے جو اک بے مثل آج
ہے نظام الملک کے الطاف سے خوب انتظام

چھپ گیا دیوان میرا خوشخط اور صحت کے ساتھ
صاحب مطبع کا میرے سر پہ ہے احسان دوام

لکھ دیا عاشق نے سال طبع اس دیوان کا
شہ کریم اللہ عاشق کا چھپا ہندی کلام

۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

عرض ہے یہ خدمت عالی میں ہر ایک شخص کی
ہے میرے دیوان میں سب توحید کی گفتار پاک

دیکھ لے چشم بصیرت سے مرے دیوان کو
ہے مرے بحر سخن کا گوہر شہوار پاک

علم ظاہر سے جدا ہے معرفت کی گفتگو
خوب ہی نادر یہ مخفی حق کا ہے اسرار پاک

ہر بشر تکفیر کو میری نہ جائز جان لے
مخبر صادق محمدؐ کا ہوں میں دیندار پاک

چاہیے ہر اک مسلمان کو کہ سمجھے من عرف
قول اُن کا ہے یہ جو ہیں حیدر کرار پاک

میں بھی اُن کا خوشہ چیں ہوں ہو گئے پہلے جو پیر
صفحۂ عالم پر اُن کا ہے لکھا اظہار پاک

عارف کامل سے حل ہوگی مری ہر ایک رمز
ہے مرے عرفان کا یہ قلزم ذخار پاک

یادگار اپنا بنایا میں نے اس دیوان کو ہے مری ہر اک غزل کا مطلع انوار پاک
طبع کی تاریخ لکھی شہ کریم اللہ نے عاشق مجنوں کے اچھے چھپ گئے اشعار پاک
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

باغ وحدت میں میں رہتا ہوں ہمیشہ نغمہ زن گلشن توحید کا اچھا بنا ہوں عندلیب
حضرت خواجہ معین الدین کا دوکان دار ہوں میں ہوں نائب اُن کا اور وہ ہیں مرے مطلق نقیب
ہے یہی کھاتے میں میرے کل حساب معرفت دیکھو ورقوں کو الٹ کر سب ہے مضمون دلفریب
گرم بازاری جہاں میں ہے مرے عرفان کی جمع ہیں میرے خریدار آج ہوں میں خوش نصیب
کفش برداروں میں ہوں میں واصلان عصر کے عاشق صادق ہوں سب کا دل سے اور مرغ غریب
مہربانی سے سماعت کیجئے میری غزل جانئے ہرگز نہ مجھ کو دور تم سے ہوں قریب
دوست ہیں شاہ و گدا یہاں اپنے بیگانے تمام ہے جہاں سب خیر خواہ اپنا نہیں اک بھی رقیب
چھپ گیا دیوان مرا الطاف سے احباب کے مطبع محبوب شاہی میں دکن کے اے حبیب
طبع کی تاریخ لکھی شہ کریم اللہ نے یہ چھپا ہے عاشق خواجہ کا دیوان عجیب
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ھ

چھپ گیا دیوان عمدہ شہ کریم اللہ کا کہتے ہیں دیکھ یہ مژدہ مجھ سے یوں احباب سب

موتیوں کی لڑ ہے اس دیوان کی ہر اک سطر / صفحہ اس کا ہے ہر اک توحید کا دریا عجب

جدول اس کی بن گئی ہے صاف خط استوا / نقطے شعروں پر ہیں ایسے جیسے تارے روشن ہوں شب

اس طرح کے ہیں دوایر گول حرف نون کے / قرص ماہ و مہر کو نسبت بھلا ہو اس سے کب

کب کسی سے ہو بیاں اوصاف اس دیوان کے / بند ہیں شیریں بیانی سے سخن کی سب کے لب

شاعری سے ملتی ہے کب عاشقی کی گفتگو / دیکھ لو اشعار پڑھ کر مجھ سے دیوانہ کا ڈھب

سال چھپنے کا لکھا شاہ کریم اللہ نے / عاشق خواجہ کا یہ دیوان ہوا ہے طبع اب

۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ با توشیخ

یہ دیوان چھپ گیا مانند خورشید / ہے روشن اس سے عرفان آئینہ وار

دہن سے اپنے جو نکلی ہیں باتیں / یہ سب ہے معرفت کی صاف گفتار

وجود رب میں خود موجود ہوں میں / انا کا بھید ہے مجھ سے نمودار

نشان وحدت کا ہر اک کو ملے کب / شمار یک میں ہیں مفقود دو چار

ازل سے عشق میرا ہے جو مجھ کو / ہمیشہ اپنا آپ ہی ہوں طلبگار

کب آتی ہے دوئی میرے سخن میں / رہ توحید پر میری ہے رفتار

یہ وحدت کا سخن موزوں ہوا ہے / موحد ہوں میرے ہیں پاک اشعار

اٹھا پردہ جو سر باطنی کا / لکھے میں نے عیاں سب رمز دلدار

لبالب ہے یہ میرا بحر عرفان / ہزاروں ہی ہیں اس میں در شہوار

چنو گل معرفت کے اس چمن میں	شگفتہ ہے طریقت کا یہ گلزار
تمام اشعار شعری سے ہیں روشن	یہ کل دیوان کے مطلع ہیں پر انوار
عجب ہیں میرے دیوان میں مطالب	اوق مضمون ہیں اس کے اور دشوار
شراب عشق سے یہ خم بھرا ہے	قدح پی پیکے تو ہو خوب سرشار
کلام عاشق خواجہ ہے صادق	اسے پڑھ صدق سے آ مرد دیندار
ہے عاشق یہ موشحٔ مصرعۂ سال	یہ ہے مفتاح قفل گنج اسرار
	١٣٠۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ١٣٠۴ھ

یم توحید سے نکلے ہیں موتی	یہ سب گوہر ہیں نادر لوٹئے جلد
پرکھتے ہو جو عرفان کے گوہر تم	در مضمون خاطر لوٹئے جلد
کریم اللہ شاہ بے نوا کا	خزانہ ہے یہ حاضر لوٹئے جلد
معین الدین کی دیگ معرفت کی	یہ سب نعمت ہے طاہر لوٹئے جلد
کہا عاشق نے سال طبع دیوان	تصوف کے جواہر لوٹئے جلد
	١٣٠۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ١٣٠۴ھ

فضل سے خواجہ معین الدین کے جب	طبع مطبع میں یہ دیوان ہو گیا

شہ کریم اللہ نے لکھا یہ سال	عاشق چشتی کا دیوان بھی چھپا ۱۳۰۴
ایضاً تاریخ عاشق درسنہ ۱۳۰۴ھ	
چھپا جبکہ عاشق یہ دیوان تمہارا کریم اللہ اس طرح سال اس کا لکھو	کھلے ہیں حقیقت کے ابواب سب پر کشادہ تصوف کے دلچسپ ہیں در ۱۳۰۴ھ
ایضاً تاریخ عاشق درسنہ ۱۳۰۴ھ	
ہوا الظاہر خدا نے جو کہا ہے چھپا دیوان تو عاشق نے لکھا سال	اُسی کی رمز کے یہ سب ہیں اشعار خدا کا یہ کھلا ہے عین اسرار ۱۳۰۴ھ
ایضاً تاریخ عاشق درسنہ ۱۳۰۴ھ	
رخ اپنا دیکھئے اس آئینہ میں لکھا عاشق نے سالِ طبع دیوان	ہے شخص و عکس کی ایک ہی نشانی یہ ہے مرآۃ اسرار معانی ۱۳۰۴
ایضاً تاریخ عاشق درسنہ ۱۳۰۴ھ	
یہ دیوان ہے مصباح بزم سخن	مضامین اس کے ہیں سب دلفریب

کہا طبع دیوان کا عاشق نے سال ۔۔۔ یہ شمع طریقت لگی ہے عجیب
۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

عشق کی مئے سے بھرا ہے یہ سخن ۔۔۔ مست اسے پیکر ہوائے یار جلیس
طبع دیوان کا لکھا عاشق نے سال ۔۔۔ بادۂ عرفان کا یہ خم ہے نفیس
۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

طلاطم ہے جو دریائے سخن کو ۔۔۔ عجب ذات وصفت کا بحر ہے یہ
لکھا عاشق نے سال طبع دیوان ۔۔۔ رموز معرفت کا بحر ہے یہ
۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

پڑھو پیر کامل سے اس کے مسائل ۔۔۔ چھپا ہے یہ نادر طریقت کا فتویٰ
لکھی کلک عاشق نے تاریخ اسکی ۔۔۔ یہ ہے اصطلاح حقیقت کا فتویٰ
۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۳۰۴ھ

میاں محمود کے فضل وکرم سے ۔۔۔ چھپا ہے عاشق خواجہ کا دیوان

کریم اللہ نے سن اس کا لکھا	یہی ہے نسخہ توحید سبحان
	۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۳۰۴ ہ بہ صنعت صوری و معنوی

چھپ گیا جس گھڑی مرا دیوان	دی مری طبع نے یہ مجھ کو نوید
لکھدو سن صوری معنوی عاشق	تیرہ سو سال پر ہیں چار مزید
	۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق والا در سنہ ۱۳۰۴ ہ بہ صنعت حروف بے نقط

ہرگہ کہ جہر وار کلام اسم طلوع کرد	در ہر سطور کلک رسا کرد کار روح
مصراع سال در دل والا در آمدہ	اردو کلام ملہم و اسرار دار روح
	۱۳۰۴

ایضاً ہر پنج مصرع و ماہ تاریخ عاشق در سنہ ہجری و فصلی و سکہ و سمت و عیسوی

یہ ہے اصل نور حقیقت کا گلزار	عاشق کی تاریخ ہے ۱۸۸۰	بہار اس کی ہے رنگ افروز وحدت
لکھی اس کی عاشق نے پاکیزہ تاریخ ۱۳۰۴		کھلا ہے یہ زیبندہ باغ طریقت ۱۲۹۶
۱۹۴۳		۱۸۸۶

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ ف

حقیقت کے موزوں ہیں اشعار اسمیں	یہ دیوان ہے تفسیر فرقان مطلق

لکھا کلک عاشق نے سال اس کا فضلی | چھپا ہے طریقت کا قرآن مطلق

۱۲۹۶ ف

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ ف

جبکہ یہ دیوان مرا چھپ گیا | کہنے لگا مجھ سے ہر اک اہل فن

سن کہو فضلی کا کریم اللہ اب | عاشق جان باز کا ہے یہ سخن

۱۲۹۶ ف

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ ف

لگا لیجیے لب سے جام سخن کو | بھری ہے تصوف کی مئے اس میں اچھی

لکھا طبع کا سال عاشق نے فضلی | یہ ہے اصل بھٹی حقیقت کی مئے کی

۱۲۹۶ ف

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۹۶ فصلی ہجری بصنعت فوق النقط

کن نظر نکتۂ تصوف را | کہ رقم کرد کلک دُر سا نظم

گفت عاشق دو سال در مصرع | سر منظوم و سلک دُرّ نظم

۱۲۹۶ ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۲۵۶ یزدجردی

یزدجردی کا جو سن تھا درکار | بولی اس طرح مری طبع رسا

سال یوں لکھو کریم اللہ شاہ
سخن عاشق جان باز چھپا
۱۲۵۶

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۸۸۶ء

یہی مژدہ ہے سارے چشتیوں کو
ہے خوش خواجہ معین الدین حسن آج

چھپا ہے عاشق صادق کا دیوان
یہ ہے مقبول طبع مرد و زن آج

غزل توحید کی گا کر سنائے
مجھے اے عندلیبان چمن آج

نہ میں نے صرف حمد و نعت لکھی
ہیں اس میں وصف ذات پنجتن آج

یہ چھپ کر نسخہ وحدت کا تحفہ
ہوا منظور رب ذو المنن آج

سنی تیری غزل تو صاف ہم پر
کھلا عاشق ترا دیوانہ پن آج

تصوف سے بھرے ہیں شعر سارے
پڑھیں کیونکر نہ اس کو اہل فن آج

جو گائیں شعر یہہ دیر و حرم میں
سنیں گے دل سے شیخ و برہمن آج

ہے مشہور اک جو یہاں محبوب شاہی
مبارک مطبع ملک دکن آج

وہاں اچھا چھپا دیوان اپنا
ہے دار الطبع معروف زمن آج

کہا عاشق نے اچھا عیسوی سال
حقایق کا چھپا ہے خوش سخن آج
۱۸۸۶

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۸۸۶ء

چلو بلبلو عشق ہے تم کو گر
ہے پھولا پھلا اک طریقت کا باغ

سنو نغمۂ قمریٔ خوش بیان	ہے وحدت میں صاف اس کی کثرت کا باغ
ہے توحید کا رنگ سب اُس جگہ	بھرا انجمن سے ہے خلوت کا باغ
ملو یار سے اپنے جا کر وہاں	ہے معشوق و عاشق کے وصلت کا باغ
سنو مطربوں سے یہ غزلیں تمام	لگا ہے یہاں ہاتھ جنت کا باغ
کہو عاشق اب عیسوی اور سال	کھلا ہے مسجع حقیقت کا باغ
	۱۸۸۶ء

ایضاً تاریخ عاشق در ۱۸۰۸ء سکہ بصنعت فوق النقط

خوشا سال فوق النقط کا ہوا نظم	یہ کس طرح عاشق ہو منظور دلخواہ
سنو عارفو مادہ سکہ کا نادر	گلستان وحدت شگفتہ ہوا واہ
	۱۸۰۸

ایضاً تاریخ عاشق در سنہ ۱۹۴۳ سمت

یہ گلدستہ چھپ کر جو نکلا جہاں میں	زمانہ میں پھیلی ہے خوب اس کی نکہت
لکھا سال سمت کا عاشق نے اچھا	شگفتہ ہے گلزار رمز حقیقت
	۱۹۴۳

قطعہ تاریخ طبع دیوان گنجینۂ عرفان از نتائج طبع رنگین شاعر بے نظیر و روشن ضمیر
جناب حافظ محمد منیر الدین المتخلص بہ منیر خلف حضرت غلام محی الدین صاحب جمعدار مغفور خلیفہ

حضرت قبلۂ عالم و عالمیان قطب اقطاب زمان محمود میاں صاحب قبلہ مد ظلہ العالی احمد آبادی گجراتی شاہپوری

حضرت عاشق صاحب دل نے — خوب توحید میں دیوان لکھا
درج ہے اس میں وہ مضمون بلند — کسی شاعر کو نہ سوجھا ہوگا
ہے کلام ان کا نہایت شیریں — جس سے ملتا ہے ہر اک دل کو مزا
صاف معنی ہیں عیاں لفظوں سے — ہیں ہر اک لفظ میں معنی صدہا
کیسے معنی کہ وہ ہیں آئینہ — شکلِ وحدت نظر آئے بہ خدا
نقطہ ہر اک ثمر تازہ ہے — ذائقہ اہلِ بصیرت کو ملا
پھول وحدت کے اسے کہتے ہیں — رنگ و خوشبو میں یہ گل ہے یکتا
اور ہی تھی روشن فکر نیاز — طرز ہے ان کی طبیعت کی جدا
فخر یہ وہ تھے یہ ہیں محمودی — رنگ اون سے نہیں ملتا ان کا
طبع کا سال جو لکھنے کے لئے — طبع رنگین نے ارادہ باندھا
مجھ سے بیساختہ رضوان نے میر — شجر گلشن عرفان لکھا

١٣٠٤ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان عاشق خواجہ خواجگان از افکار گہر بار شاعر یکتا مورخ بے ہمتا جناب میرزا علی صاحب المتخلص بہ نور ملازم سرکار متعین دفتر خزانہ عامرہ مرید خاص حضرت قبلۂ عالم و عالمیان حضرت مولانا محمود میاں صاحب چشتی احمد آبادی گجراتی

کرو تصنیف کریم اللہ شاہ
گنج اسرار ہو اللہ ذاتش
ہمچناں صوفیٔ صاحب باطن
ہمہ دیوان تصوف آمیز
سال طبعش زدم اے زورؔ رقم

نسخہ نادر و نایاب زمن
ہمچو خورشید دل اور دشن
راست گویم کہ نباشد بدکن
چوں نباشد بہ جہاں مستحسن
کاشف راز تصوف احسن
۱۳۰۴

ایضاً تاریخ جناب زورؔ صاحب

دیوان نکو چو طبع فرمود
تاریخ بزور گفت ہاتف

روشن شدہ نام خواجہ عاشق
مطبوع کلام خواجہ عاشق
۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان معدن عرفان از فکر اسعد بندۂ پرہیزگار جناب باری حضرت غلام محمد صاحب صدر تعلقہ دار سررشتہ آبکاری خلف الصدق جناب مقبل بارگاہ صمد حضرت حسن محمد صاحب مرحوم و مغفور ساکن محلہ ترپ بازار

شہ کریم اللہ عاشق مرشد والا صفات
نام او ہم کا سنا تھا جسکو دیکھا آنکھ سے

شاہ ابراہیم سایہ تارک الدنیا ہوا
یہ بڑی ہمت کا کام اس عصر میں اس نے کیا

سب کمالات جہاں ہیں جمع اسکی ذات میں
ہے بڑا ثابت قدم یہ مرد میدان جہاں
آگیا جس کام پر پورا کیا اس کام کو
خاص و عام آتے ہیں اس کے پاس لیکر اپنے کام
منحصر اوقات اس کی ہے ریاضت پر مدام
ہے خلیق ایسا مرا یہ مرشد آگاہ دل
حضرت محمود کا ہے یہ خلیفہ منتخب
فیض سے خواجہ معین الدین چشتی کے تمام
کیا کروں توصیف اک میں ہے بہت مشہور جہاں
لکھدیا دیوان اس نے معرفت کا اسطرح
اس کے فیضان سخن سے ہوگا حاصل سب کو فیض
خوش عقیدت سے لکھی ہے میں نے تاریخ اس کی خوب
بندگان حق میں ہوں میں اک محمد کا غلام
آبکاری کا تعلقدار میرا صدر ہے
تھا حسن کبھی اور محمد نام جس کا خلق میں
اس نشان سے دوستان قدر داں جانے مجھے
سال اسکی طبع کا تم سن لو مجھ سے فی البدیہہ

ہے عجب زیرک اور اس کی طبیعت ہے رسا
فقر کے ہاتھوں سے اچھی گو سے سبقت لے گیا
ہے برابر اس کی ہر اک ابتدا اور انتہا
ہے زمانہ میں یہ ساری خلق کا حاجت روا
کچھ کسی کے ہاتھ سے لیتا نہیں ہے یہ گدا
چاہتا ہے اس کو ہر اک صاحب صدق و صفا
سب مریدوں میں یہی مشہور ہے اک بینوا
علم اس نے مرشد کامل کا حاصل کرلیا
جانتا ہے اس کو عالم میں ہر اک چھوٹا بڑا
دیکھ لو عرفان کا دریا اس نے کوزہ میں بھرا
ہے کلام اس کا ہر اک اسرار ذات کبریا
تا رہے ہمراہ دیوان یادگار اپنا صدا
ہے نیاز اب مجھ کو درویشوں سے ہر صبح و مسا
صدر نائب ہوں میں اس کا ہے یہ خدمت کا پتا
اس کا بیٹا ہوں میں چھوٹا عارفوں کا خاک پا
گھر ترپ بازار میں مشہور عالم ہے مرا

چھپ گیا پاکیزہ دیوان مرشد بے مثل کا
۱۳۰۴ھ

قطع تاریخ طبع دیوان مخزن عرفان از نتیجہ فکر سخنور فہیم و حبیب صاحب طبع مستقیم و حکمت پناہ • حقایق و معارف آگاہ حضرت حکیم محمد عبدالقادر شاہ صاحب خلیفہ ارشد جناب رمز دان رب المعبود مولانا موجود شاہ صاحب چشتی نظامی قادری نقشبندی رام پوری

مرشد پاک شہ کریم اللہ
ہے جو مشہور عاشق والا

ہے عجب اس کی ذات بابرکات
وصف اس کے صفات کا ہو کیا

ہے یہ صوفی و عارف بے مثل
سارا سچا ہے حال وقال اس کا

اس طرح کا فقیر صاف بیان
میں نے ہرگز کہیں نہیں دیکھا

مجھ کو حاصل ہے جو کہ مرشد سے
اس کی باتوں سے سب وہ بھید کھلا

قدردان کون ہے زمانہ میں
فرد یہ منتخب ہے خود اس جا

آنکھ کس کو ہے اس کو دیکھے آج
مہر ہے اس کے روبرو ذرا

جس نے کی اس کے ہاتھ پر بیعت
اختر اس کے نصیب کا چمکا

اس کے تحقیق ہیں یہ سب ارشاد
پڑھ کے دیوان خوب میں سمجھا

چشم انصاف سے ذرا دیکھو
ہر سخن میں ہے اس کے اک نکتا

مجھ میں نفسانیت نہیں بالکل
اس لیئے راست ہے سخن میرا

ہے عروج و نزول ذات و صفات
اس کے اشعار کا بیان سارا

عالم ظاہر اس کو کب سمجھے
معنی ہر لفظ گی ہے در پردا

منتہی اپنے علم میں جو یہ ہے	ہے یہ خواجہ معین دین کی عطا
ہے قلندر یہ صوفیہ مشرب	یہ نہیں ہے مشایخ و مُلّا
شاہ محمود کے مریدوں میں	ہے یہ نامی فقیر بے ہمتا
اس کا دیوان کیوں نہ ہو مشہور	ہے یہ مقبول حضرت خواجا
لکھی تاریخ طبع قادر نے	سخن صدق ہر حق کا چھپا
	۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان قلزم عرفان از صاحب طبع رسا متین و خوش گفتار سر دفتر شعرائے کہین و مہین وسخنور فہیم و ذہین حضرت محمد غیاث الدین صاحب تحصیلدار فرزند جناب فلاطون جہاں حکیم الحکماء محمد مولانا صاحب حکیم محکمجات سرکار عالی

مطبع میں چھپا حضرت عاشق کا یہ دیوان	خورشید سا کرنے لگا ہر شخص نظارہ
تاریخ لکھو طبع کی اس طرح غیاث اب	عرفان کا یہ چمکا ہے دل انگیز ستارہ
	۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان بحر عرفان از افکار گہربار نکتہ سنج و نکتہ دان خفی و جلی صاحب سخن دان و سخنور حضرت محمد کاظم علی صاحب تحصیلدار المتخلص بہ ہنر فرزند جناب ارسطو زماں حکیم الحکماء محمد مولانا صاحب حکیم محکمہ جات سرکار عالی

چھپا معرفت کا جو دیوان آج
ہُنر نے لکھا طبع دیوان کا سال

ہے عاشق کی اس سے عیاں شان قدس
چمکتا ہے یہ مہر عرفان قدس
۱۳۰۴ھ

ایضاً قطعہ تاریخ ہنر صاحب موصوف

لامع ہے مثل برق عاشق کا کلام
تاریخ طبع یوں ہُنر نے لکھی

دیوان ہے گرم خوش صفت کا یہ مہر
نِکلا افلاک معرفت کا یہ مہر
۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان تفسیر قرآن از نتائج طبع مستقیم و مرفہیم میاں محمد عبد الرحیم صاحب صاحبزادہ حضرت حقیقت پناہ و معرفت دستگاہ جناب فیض مآب شاہ کریم اللہ صاحب چشتی نظامی محمودی مدظلہ العالے

پیر میرے جو ہیں کریم اللہ
شاہ اجمیر سے نصیر تلک
فیض سے ان کے ہو گئے روشن
خواجۂ چشت کے جو عاشق ہیں
طبع ان کے جو ہو گئے اشعار

اُن کے مرشد ہیں خواجہ ممشاد
ہیں یہی بے مثال پنج افراد
دکن اور ہند کے تمام بلاد
میرے والد ہیں یہ بزرگ نہاد
ہیں یہ سارے وظائف داوراد

ناظر وہی ہے یہہ مصحفِ عرفان عرض عبد الرحیم کیجئے سال	رات دن اس کو دل سے کیجئے یاد ہے یہ دیوان مخزن ارشاد ۱۳۰۴ھ

ایضاً تاریخ میاں محمد عبد الرحیم صاحب موصوف

جو عاشق ہیں صادق مرے قبلہ گاہ کرو عرض سال اس کا عبد الرحیم	یہ پاکیزہ خوب اُن کا دیوان چھپا عجب یہ خزینہ ہے ارشاد کا ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ میاں محمد عبد الرحیم صاحب موصوف

چھپ گیا ہے کلام عاشق کا کیا ہی شیریں سخن ہے حضرت کا معرفت کا چمن شگفتہ ہے مژدہ اے عارفان پاک سرشت سال عبد الرحیم نے لکھا	سخن ان کا شنیدنی ہے یہہ لذت اس کی چشیدنی ہے یہہ گل تصوف کا چیدنی ہے یہہ آج دیوان خریدنی ہے یہہ تحفۂ چشت دیدنی ہے یہہ ۱۳۰۴

ایضاً تاریخ میاں عبد الرحیم صاحب موصوف

کرو حفیظ دل اس کو اے طربو	یہ غزلیں ہیں سب مقبول خواجگان

لکھا مجھ کو زہرہ نے سن طبع کا
یہ دیوان ہے نغمۂ جانِ جاں
۱۳۰۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان فیض عنوان حضرت شاہ کریم اللہ عاشق چشتی زدوبحر عروض اول در بحر سریع مطوی موقوف یا مکسوف یعنی مفتعلن مفتعلن فاعلن و دوم در بحر رمل مسدس مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلن و نیز مادۂ تاریخ در صنعت فوق النقط تصنیف جناب میر کاظم علیخاں صاحب المتخلص بہ شعلہ خلف الصدق حضرت اوستاد اکمل و سخندان بے بدل فرید فریدہ یعنی جناب میر احمد علیخاں شہید دہلوی طاب ثراہُ

عاشق چشتی کریم اللہ شہ
گفت چو دیوان بسر معرفت
نکتہ عرفان حق اوز ورقم
نغمۂ ہو گشت از و آشکار
شعلہا خوش ایں مصرع تاریخ گفت

جلوہ گر آمد دل او ہمچو مہ
گشت از و مقبل خلق و آلہ
او شہ عرفان صفی نیک رہ
آمدہ در حلقہ وجدیہ شہ
نسخۂ اسرار ہو اللہ ہمہ
۱۳۰۴

تاریخ طبع ضمیمہ ہٰذا از فکر مستقیم جناب رحیم اللہ شاہ صاحب چشتی المتخلص صادق فرزند خلیفۂ اعظم و جانشین حضرت عاشق

شہ کریم اللہ عاشق چشتی والا جناب	ہیں مرے قبلہ مرے کعبہ فقیر خوش نسب
وہ خلیفہ ہیں معظم حضرت محمودؒ کے	شہر گجرات اور دکن میں جانتے ہیں انکو سب
وہ گروہ چشتیوں کے بانوا درویش ہیں	ہے نظامی خاندان میں پاک پیران کا لقب
مثل ابراہیم ادہم تارک الدنیا ہیں وہ	حال پیران کے ہے تائید خدا و فضل رب
صاحب کسب و ریاضت اور قوت انکا حلال	ہے فقیروں میں کہو صناعؒ ماندان کے کب
اصطلاحات تصوف ان کے ہیں ورد زبان	صوفی صافی ہیں وہ اور صاحب علم و ادب
ان کے سب اشعار سے اسرار مخفی ہیں عیاں	جانتے ہیں راز انکا جن کو ہے حق کی طلب
جو چھپا دیوان اول یہ ضمیمہ اس کا ہے	ہو قبول خالق کونین و سلطان عرب
سال اس دیوان کے چھپنے کا صادق نے کہا	عاشق خواجہ کا دیوان ہو گیا ہے طبع اب

۱۳۰۴ھ

قطعات تاریخی طبع باردوم دیوان حضرت عاشق رحمۃ اللہ علیہ

ازجناب مولوی عبد الباری خانصاحب باری فرزند جناب مولوی عبد القادر خانصاحب خسرو

ہوا ہے ان کا دیوان طبع جو تھے	سخن گو صاحب دل معنی حق
کہو ہجری میں باری مصرع سال	کلام شیخ کامل معنی حق

۱۳۷۰ھ

از جناب مولوی محمد عبدالقادر خان صاحب خسرو سابق ناظم امور مذہبی پائیگاہ خورشید جاہی

شمع اجمیر کا چراغ تھے وہ ۔۔۔ کیا کہوں شانِ حضرت عاشق
حیدرآباد میں ہوئی جاری ۔۔۔ ایسی دوکانِ حضرت عاشق
رہ گئے دنگ سب امیر و فقیر ۔۔۔ دیکھ کر شانِ حضرت عاشق
کبھی خوف خزاں نہ ہو جس کو ۔۔۔ وہ ہے بستانِ حضرت عاشق
بلّٰہ الحمد ہو گیا تازہ ۔۔۔ طبع دیوانِ حضرت عاشق
اس کے ہر شعر پر ہو صدقے دل ۔۔۔ جان قربانِ حضرت عاشق
یہی دیوان عمر بھر کا تھا ۔۔۔ ساز و سامانِ حضرت عاشق
ہو رہا تھا جہاں سے نابود ۔۔۔ گنج الوانِ حضرت عاشق
ہوا جاتا تھا دہر سے برباد ۔۔۔ یہ گلستانِ حضرت عاشق
حضرتِ عارف اللہ شہ نے کیا ۔۔۔ پورا ارمانِ حضرت عاشق
احمد یار جنگ سے کہہ کے کیا ۔۔۔ طبع دیوانِ حضرت عاشق
دو قرن بعد ہو گیا پھر سے ۔۔۔ جاری فیضانِ حضرت عاشق
مجھ کو تاریخ کا ہوا القا ۔۔۔ ہے یہ احسان حضرت عاشق

اسمِ تاریخی میں نے اے خسرو
کہا دیوانِ حضرتِ عاشق

۱۹۵۰ء

ایضاً

مخزن عرفان دیوان حضرت ۔۔۔ اس میں نہاں ہے گنج حقیقت
سال بھی ہے یہ نام بھی ہے یہ ۔۔۔ دیوان عاشق بحر حقیقت

۱۳۷۰ھ